حقیقت الفقراء
شیخ محمود المعروف محمد پیر

حقیقت الفقراء

حضرت مادھولال حسین کے احوال وخوارق عادات

جو فارسی نظم میں لکھے گئے۔

مصنف

شیخ محمود المعروف محمد پیر

مترجم

مولانا مولوی سید احمد۔ متوطن حیدرآباد دکن (انڈیا)

نظر ثانی

پروفیسر محمد غضنفر علی وڑائچ

مصنف .... شیخ محمود المعروف محمد پیر
مترجم .... مولانا مولوی سید احمد (انڈیا)
نظر ثانی .... پروفیسر محمد غضنفر علی وڑائچ
ناشر .... ریاض راجی
پنجند اکیڈمی لاہور
سن اشاعت 2007ء
کمپوزنگ .... محمد سدھیر سائیں
قیمت .... [illegible]/- روپے

ملنے کا پتہ
مقصود پبلشرز
سرور مارکیٹ ۔ اردو بازار ○ لاہور Mob:0333-4320521

اظہارِ خیال

حضرت مادھو لال حسینؒ (۹۴۵-۱۰۰۸ھ) کی فارسی زبان میں منظوم سوانح عمری محمد پیر نے جن کا تاریخی نام شیخ محمودؒ ہے۔ '' حقیقت الفقراء'' کے نام سے ۷۲-۱۰۷۱ھ میں لکھی۔ اگرچہ مصنف نے حضرت حسینؒ کا زمانہ تو نہیں پایا لیکن اس نے حضرت مادھو کا نہ صرف زمانہ پایا ہے بلکہ اسے ان کا قرب بھی حاصل رہا ہے۔ حضرت حسین کا سال وفات ۱۰۰۸ھ مصنف کا سال ولادت ہے۔ گویا یہ تصنیف حضرت حسینؒ کی وفات سے تریسٹھ سال بعد جب کہ حضرت مادھو کی وفات کے پندرہ سال بعد تحریر ہوئی۔

مصنف کے مطابق حضرت شیخ بہاول بزرگان دین کے مزارات کی زیارتیں کرتے ہوئے جب حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے مشہد مقدس پہنچے اور ایک سال تک مزار اقدس پر خدمت انجام دیتے رہے تو امام علیہ السلام نے شیخ موصوف کو بتایا کہ وہ کھوہ پنج شیر چلے جائیں جہاں ایک غار ہے اور اس غار کے اندر ایک مجذوب ہے اور تمہارا حصہ اس کے پاس ہے۔ شیخ موصوف یہ ارشاد سن کر وہاں پہنچے اور مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور وہاں سے اپنا مقصد پانے میں کامیاب ہوگئے۔ وہیں مجذوب کی طرف سے شیخ موصوف کو حکم دیا گیا کہ لاہور جاؤ وہاں ایک لڑکا ہے جس کا نام حسینؒ ہے اس کی تربیت کرو۔ مجذوب موصوف کا یہ حکم پا کر آپ وہاں سے چل پڑے اور لاہور پہنچ کر حسین کو تلاش کرنے لگے اور تلاش کرتے کرتے ایک مکتب میں پہنچ گئے۔ حسینؒ کی عمر اس وقت دس سال تھی اور حافظ ابوبکر سے قرآن شریف پڑھتے تھے۔ شیخ موصوف نے مکتب کے بچوں میں سے

حسین کو پہچان لیا اور آپ کے استاد سے پوچھا کہ اس بچے کا نام کیا ہے۔ استاد نے بتایا کہ اس کا نام ''حسین بن عثمان'' ہے۔ استاد نے حسین سے پانی لانے کو کہا جس پر وہ جلدی جلدی پانی لے آئے۔ جس سے شیخ موصوف نے وضو کیا اور حسین کے حق میں دعا کی کہ خدا تعالیٰ اسے زمرہ فقرا میں شامل کرے۔ بعد میں شیخ موصوف آپ کی تربیت کرتے رہے۔ مصنف کے مطابق حضرت حسین کو علم لدنی حضرت خضر سے حاصل ہوا۔ مصنف کے مطابق جب شیخ موصوف نے حضرت حسین کی تربیت مکمل کر لی تو انہیں حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ کے سپرد کر کے اپنے مسکن روانہ ہو گئے جو لاہور سے سات میل مشرق کی طرف واقع تھا۔ آپ (حضرت حسینؒ) نے پیر کی تلقین کو قبول فرمایا اور اس پر عمل پیرا ہو گئے۔ کچھ عرصہ آپ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ایک فاضل شیخ سعد اللدم، مدارک، کا درس دیتے تھے اور آپ سبق پڑھنے اور یاد کرنے میں دوعمروں پر سبقت لے جاتے تھے۔ ایک دن دوران درس قرآن مجید کی ایک آیت مبارک جو معانی توحید پر مشتمل تھی اور بقول مصنف اس کا مفہوم یہ تھا:

که خبر این نیست زندگی جهان ● که بود لهو و لعب از طفلاں
لعب ولهوے که آں ز طفلان است اعتمادے بر آں نه چندان است

اس پر آپ نے اپنے استاد سے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں دنیا کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس عالم فانی کی زندگی سوائے لعب ولہو کے کچھ نہیں تو آپ مجھے بتائیے کہ اس میں لہو ولعب سے کیا مراد ہے تاکہ دل مطمئن ہو سکے۔ اس پر فاضل استاد نے کہا اگر تجھے اس کے مفہوم کے بارے میں معلوم نہیں تو پھر تمہیں خاموش رہنا چاہیے۔ تجھے کیا معلوم کہ اہل علم کے نزدیک لہو ولعب کا کیا مفہوم ہے۔ جب آپ نے استاد کی زبانی یہ بات سنی تو آپ تالیاں بجاتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مستانہ وار رقص کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے کہا کہ میں سمجھ گیا کہ دنیا میں لعو ولہب کے سوا اور کچھ بھی روا نہیں:

گفت فهمیدم آنکه در دنیا نیست جز لعب و لهو هیچ روا

چھتیس سال کی عمر میں ۹۸۱ھ میں آپ نے کوچۂ رندی میں قدم رکھا۔ سر اور ڈاڑھی منڈوا کر زہد و تقویٰ کو خیر باد کہا۔ ۹۷۳ھ میں آپ کے پیر شیخ بہلولؒ وصال فرما گئے جیسا کہ ان پر دو مصرعوں سے یہ تاریخ نکلتی ہے۔

شد بحق واصل از قبول رسول

یافت قربت ابد بحق بہلول

اس شعر کے ان دو مصرعوں سے دو تاریخیں برآمد ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک مصرعہ تاریخ وصال کا سال ہے جو ۹۸۳ھ بنتا ہے۔

۴۹۱+۳۰۹+۱۸۳=۹۸۳ ۹۸۳=۲۹۶+۱۴۶+۱۲۷+۱۱۰+۳۰۴

مصنف کے مطابق اٹھارہ سال کی عمر میں ۱۰۰۱ھ میں حضرت مادھو شرف بہ اسلام ہوئے۔ اور اس کی تاریخ یہ کہی گئی۔

''مست حُبِ الست''

اس سے سال ۵۰۰+۵۰۱ = ۱۰۰۱ ہجری برآمد ہوتا ہے۔

مصنف کے مطابق حضرت حسین کا اپنے عہد کے دو بزرگ ولیوں حضرت داؤد بندگی کرمانی شیر گڑھی علیہ الرحمتہ اور حضرت شیخ ابو اسحاق کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ باہم دوست، محرم اسرار اور باطنی طور پر ہمدم تھے اور بطحا میں یہ تینوں اکٹھے نماز پڑھتے تھے۔

مصنف نے دُلا بھٹی کے بغاوت کرنے اور اکبر بادشاہ کی طرف سے اسے تختہ دار پر چڑھانے کا بھی ذکر کیا ہے۔ نیز لاہور کے کوتوال ملک علی بے پیر کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ جس نے حضرت حسین کے ساتھ تعصب برتا اور انہیں سمجھنے میں کوتاہی کی اور آخر کار میخ ٹھونکے جانے سے مر گیا۔ مصنف نے ہمیں حضرت حسین کی مخدوم الملک کے ہاں طلبی اور باعزت واپسی کے بارے میں بھی بتایا ہے۔ اکبر بادشاہ کی طرف سے حضرت حسین کے طلب کیے جانے اور آپ کی کرامات دیکھ کر مطیع ہو جانے کے بارے میں بھی معلوم ہوتا ہے۔

مصنف کے مطابق اکبر بادشاہ کے عہد حکومت میں میرزا عبدالرحیم خانخاناں کو جب ٹھٹھہ فتح کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے تو وہ بھی شیخ ابوالفضل کے ہمراہ حضرت حسین کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کا طلب گار ہوتا ہے۔ آپ اسے فتح ٹھٹھہ کی بشارت دیتے ہیں اور اس کی طرف سے پیش کردہ پانچ صد اشرفیوں کی تھیلی کو یہ کہہ کر واپس کر دیتے ہیں کہ میں فتح کا معاوضہ نہیں لینا چاہتا۔ خانخاناں لاہور سے ملتان پہنچ کر حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مزار مبارک پر حاضری دیتا ہے اور فتح کے لیے دعا کا طلب گار۔ حضرت کے جانشین حضرت شیخ کبیر فتح کے لیے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں حسین تمہیں پہلے ہی فتح کی بشارت دے چکے ہیں اور اس کی پیش کردہ اشرفیوں کی دو تھیلیاں یہ کہہ کر واپس کر دیتے ہیں کہ یہ للہ نہیں بلکہ فتح کا معاوضہ ہیں۔

۱۰۰۸ھ میں حضرت مادھو لال حسین کا وصال ہو جاتا ہے اور شاہدرہ میں دفن کر دیئے جاتے ہیں۔ آپ کے فرمان کے مطابق وفات کے تیرہ سال بعد راوی میں سیلاب آ جانے کے باعث آپ کے مزار مبارک کو صدمہ پہنچتا ہے۔ ۱۰۲۱ھ میں آپ کو از سر نو بابو پور (باغبانپورہ) میں دفن کیا جاتا ہے۔ حضرت مادھو کو آپ کے وصال کے بارے میں معلوم ہوتا ہے وہ دکن سے لاہور پہنچتے ہیں۔ مزار پر حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں ایک کہرام مچ جاتا ہے۔ وہ ایک سال تک حضرت حسین کے مزار پر نالہ و زاری کرتے رہتے ہیں۔ پھر انہیں حضرت حسین کی طرف سے لاہور سے ہندوستان جا کر ملازم ہو جانے کا حکم ملتا ہے۔ چنانچہ آپ حسب حکم راجہ مان سنگھ کے پاس جاتے ہیں وہ آداب بجا لاتا ہے۔ آپ بارہ سال اس راجے کے پاس رہ کر واپس آ جاتے ہیں۔ دن رات مزار پر حاضر رہتے ہیں اور تہتر سال کی عمر میں ۱۰۵۶ھ میں وصال فرما جاتے ہیں۔ حضرت حسین کی وصیت کے مطابق حضرت کے ساتھ آپ کی قبر بنائی جاتی ہے اور یہ دونوں پیر و مرید، عاشق و معشوق ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

۱۹۲۳ء میں مولانا مولوی سید احمد شاہ صاحب حیدر آباد دکن سے بطریق سیر و سیاحت لاہور تشریف لائے جب وہ حضرت مادھو لال حسین کے مزار مبارک کی

زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت مادھو لال حسین کے گدی نشین مبارک علی شاہ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ دوران ملاقات سجادہ نشین صاحب نے مولانا مولوی صاحب کو فارسی زبان میں منظوم ''حقیقت الفقرا'' کا قلمی نسخہ پیش کیا تا کہ وہ اسے اردو میں ترجمہ کر دیں۔ مولانا مولوی صاحب نے نہایت خوشدلی سے اس خدمت کو قبول کیا اور اس کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کر کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ محب مکرم جناب مقصود صاحب نے راقم الحروف کو اس ترجمہ پر نظر ثانی کے لیے کہا تو راقم نے ان سے منظوم قلمی نسخے کی کاپی اور ترجمہ دونوں طلب کیے۔ ہر دو کے وصول ہونے پر ان کا باہمی مقابلہ کیا گیا تو معلوم ہو گیا کہ ترجمہ پرانے انداز کا ہے ترجمے کو بدلنے کی کوشش اس لیے نہیں کی گئی کہ پھر سارا ترجمہ از سر نو کرنا پڑتا البتہ جہاں کہیں مفہوم واضح نہیں ہے اسے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ترجمہ میں املا کی غلطیاں کثرت سے پائی گئی ہیں جنہیں ممکنہ حد تک درست کر دیا گیا ہے۔ اگر کہیں اتفاقاً کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اسے تقاضا بشری جانیے۔

طالب دعا

محمد غضنفر علی وڑائچ

اسسٹنٹ پروفیسر وصدر شعبہ فارسی

گورنمنٹ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، لاہور

ترجمہ کتاب مُستطاب حقیقت الفقراء
حضرت سخی مادھو لال حسین صاحب قدس سرہ العزیز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

باغ توحید کو پانی دینا ابرِ صدق وسچائی سے اور پھل دار کرنا درختِ طیب یعنی پاک کو پھل دار کرنا یقین اور اعتقاد سے ھو اللہ احد اللہ ایک ہے بزرگ ہے۔ بزرگی اس کی اور اللہ پاک ہے عام ہے بخشش اس کی۔ نہ کسی سے پیدا ہوا نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔

اللہ پاک کمال کو پہنچ گیا ہے۔ اپنے جلال اور کمال میں اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور نہ اس کو کوئی زوال ہے۔ اول جو کچھ قلم لکھتا ہے۔ اللہ ہی کا نام لکھتا ہے۔ ایسا اللہ ہے جس کا نام عزت والا اور احد ہے اور ایسا اللہ بزرگ اور پاک ہے۔ ایسا اللہ جو نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور ایسا اللہ کہ کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ ایسا بادشاہ جو ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور کوئی حاکم اس کے مقابلے کا نہیں ہے۔ لامکان اس کا مکان ہے اور اس کی خدائی کی دلیل سب پر ظاہر ہے۔ اللہ ہر جگہ میں ہے۔ جیسے تن میں جان اور کسی جگہ اُس کا نشان ظاہر نہیں ہے اور تمام جگہوں میں اپنے حکم سے وہ ظاہر ہے اور اپنی حکمت کاملہ سے ہر آنکھ سے پوشیدہ ہے۔ وہ بے مثل اور بے مانند ہے۔ اُس کا کوئی کفو نہیں وہ بغیر بیوی بچوں کے ہے۔ نہ اُس کی ماں ہے نہ باپ ہے کہ جس سے نسبت دیں۔ اُس کی ذات مقدس اس سے باہر ہے۔ وہ پاک ہے تہمت اور تشبیہ سے، اُس کی ذات پاک اور منزہ ہے۔ وہ تمام دکھ اور درد اور

تکلیف سے بچا ہوا ہے۔ اور وہ مبرّا ہے چون و چراں سے۔

غنچۂ تعریف کا کھلنا ارادہ اور محبت سے محبت خاص الٰہی میں ایسا اللہ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو سب اسی کا ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

آفرین اور تعریف ہے اب مالک کو، کہ نہیں ہے سوائے اس کے، کوئی دوسرا معبود کہ وہ ہے موجود دونوں جہاں میں وہ خدا کہ جس نے پیدا کیا جہان کو عالم نابودگی سے ظاہر جہاں کو جو کچھ کہ اونچا ہے۔ یا نیچا، کیا عالم کو نیستی سے قائم اور جو کچھ دنیا میں ظاہر ہوا کم و بیش پیدا کیا ہے۔ اپنی قدرت کاملہ سے انتظام کیا۔ اس نے اپنی قدرت سے بغیر کسی اسباب کے بنایا۔ خاک، ہوا، آگ اور پانی سے، ایسا کاری گر، جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا۔ اور ایسا صفت والا جس نے اندھیرے اور روشنائی کو پیدا کیا۔ زمین اور آسمان کو اور جو کچھ کہ ان دونوں میں ہے۔ اس کو بھی پیدا کیا یعنی دونوں جہان کو پیدا کیا اور وہ دونوں جہاں سے بے نیاز ہے۔ وہ قادر سبحان، کیا ظاہر دلیلوں کو اور اپنی ذات کو ظاہر کیا۔ انسانی مخلوق پیدا کرنے کا اصل مقصد یا مطلب ظہورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔

نعت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بلند کرنا نشانیاں دین کی اور ایمان کی اور بلند کرنا نشان تصدیق اور یقین کا میدانِ نعت کی بادشاہی میں کہ جس کی نبوت کا سکہ مجلی ہو رہا ہے۔ زیور لولاک سے، اور جس کا خطبہ رسالت زیادہ بلند ہے آسمانوں سے، جو بادشاہ اور سلطان ہے انبیاء اور اولیاء کا، سردار ہے رسولوں کا اور خاتم ہے نبیوں کا، درود اور سلام ہے اللہ تعالیٰ کا اوپر اس کے اور اس کی آل پر اور اصحاب پر۔

ایسا سردار کہ دو جہاں میں آسمانوں سے خود خدا نے تعریف میں پڑھا اس کی لولاک بزرگ سب سے زیادہ، انبیاؤں میں آسمانوں پر اور مقبول زمینوں کے اوپر رہنما

اولیاء کا اور مرشد پرہیز گاروں اہلِ صفا کا، خاتمِ پیغمبرانِ اور بزرگ زمانے کا، سردار دونوں جہان کا، سردار رسُولوں کا اور رسول امانت دار رحمت کرنے والا عالم کا، شفیع دین اور دنیا میں، دین نے اُس سے زیب اور زینت پائی دین اس سے روشن ہوا۔ دین اور دنیا اس کی بخششوں سے آباد و ہر دو جہاں اُس کے وجود مبارک سے آباد ایسا حبیب، اللہ کا کہ خدا کا دوست بھی ہے اور حبیب بھی کہ ابتدا سے انتہا تک خدا کا عاشق ہے۔ اور خدا سے نزدیکی میں مسند ناز پر بیٹھنے والا ہے۔

تشریف لے جانا معراج

بلند کرنا محل سچائی اور اقرار معراج کی تحقیق کی نسبت وہ سردار کہ جو معراج کو تشریف لے گیا کہ نہ منبر تھا نہ سیڑھی تھی۔ آسمانوں پر چڑھنے کے لئے جو آسمان ہے سیڑھیاں ہیں اُس کے چڑھنے کی، اور لامکان ایک ادنیٰ مقام ہے۔ اس کے پہنچنے کا، شکل و صورت نبی ﷺ کی ایسی کہ عالم کو سنوارنے والے حضرت سردار ہیں دونوں جہان کے اور خلاصہ ہیں دنیا کے۔

ایک رات حکم الٰہی سے زمین سے تشریف لے گئے۔ عرش بریں پر، ایک ہی دم میں لامکان پر پہنچے اور اللہ پاک کی جناب میں اپنے راز کو ظاہر فرمایا۔ بزمگاہ خداوندی میں قرب پایا اور خدا سے جو کچھ چاہا پایا اور جو کچھ اللہ پاک کی جناب میں دعا کی بفضل خدا سے اُس استدعا کو منظوری دی گئی۔ دید الٰہی سے جو کچھ پانا تھا پا چکے۔ وہاں سے ایک دم واپس تشریف لائے یہاں تک کہ بستر مبارک بھی گرم تھا۔ جو اللہ کے پاس سے بخشش کی گئی تھی۔ اس کے حصے کئے گئے۔ ہر ایک کے واسطے سو تا ہزاروں صلوٰۃ اور سو ہزاروں سلام اس پر اور اس کے اہل بیت کرام پر اور اس کے اصحاب پر اور اس کے طریق کے مطابق چلنے والوں پر۔ وہ ایسا پیغمبر جو شفیع ہے گنہگاروں پر، اور یہ آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے جو امیدواروں کی امید کو بر لانے والی ہے۔ اللہ کے آگے میرا ضامن ہے آگ سے اور مجھے امن دینے والا ہے۔ اس کے دامن پاک کے

ساتھ میری وابستگی ہمیشہ کے لیے ہے اور میرے ارادہ کا ہاتھ اس کے ارادہ کے ساتھ بندھا غلام ہے۔ مرید اس کی درگاہ کا، سر اور جان فدا اس کی راہ میں، وہی ہے دو جہانوں کا سردار، جہان اور جہان میں رہنے والوں کا سردار، مجھے اُمید ہے کہ اپنی شفاعت سے محروم نہ کرے گا۔

عرض کرنا احوال ضروری بزرگانِ دین کی خدمت میں جو صاحب کمال ہیں۔ نسب میں اور شرافت میں جو زیور انصاف اور لباس اخلاق سے آراستہ ہیں۔ ہمیشہ نیک بخت عزیز الوجود اور ہمیشہ سعادت مند اور بخت بلند ہیں دنیا اور آخرت میں، عزت دیوے اللہ تعالیٰ اُن کو دنیا اور آخرت میں اور پناہ دیوے اللہ اُن کو اپنے عذابوں سے۔

اپنے تصور اور تصدیق سے پایا میں نے خدا کی راہ کی تحقیق کو اللہ نے توفیق دی اور راستہ تحقیق کا بتلا دیا۔ اس دنیا میں میں نے اُس کے جلوہ کو ہر جگہ دیکھا۔ کوئی جگہ کون ومکان میں ایسی نہیں پائی گئی کہ جہاں اُس کا جلوہ نہ ہو۔ کیونکہ ذات واجب معبود ہر دیدہ و دل پر بھی موجود ہے۔ میں نے اپنے قدم کو توحید میں رکھا ہے، اور مجھے آئندہ کے لئے کسی بات کا غم نہیں میں محو توحید ہو کر بے نشان ہو چکا ہوں اور کسی دوسرے کی پیروی کو ایک طرف کر دیا ہے۔ یقین سے میں اپنے خدا کا بندہ ہوں اور اپنے مالک کا وفادار۔ رات اور دن میں اسی کی دوستی ومحبت میں غرق ہوں اور طالبِ ہوں رضائے خدا کا۔ فقیری کی دولت مجھے بخش دی گئی۔ روز ازل سے، میں نے اُسے آسانی سے پالیا۔ (خدا) کا عشق میرے دل پر مانند مرہم کے ہے۔ کہ مجھ کو اس نے ہر بات سے بے فکر کر دیا۔ اور امن عطا کیا۔ فقر کی دولت عجیب دولت ہے۔ اور عشق کی لذت عجیب لذت ہے۔ جو تیغ عشق کے مارے ہوئے ہیں۔ اُن کے کفر اور دین سے کوئی آگاہ نہیں ہے۔ ان کے لئے تمام یکساں ہیں۔ کفر اور دین ذاتِ عشق کے نزدیک تمام یکساں ہے۔ مرہم اور زخم عشق کے نزدیک یکساں ہے۔ دولت فقر کا بندہ کمال ادب سے نسب اور حسب سے فارغ ہے۔ فقیر کو جہان میں اس قدر آزادی دی گئی ہے کہ وہ نسب اور حسب سے آزاد ہے۔ میں فقیر ہوں اور عاشق بھی۔

مجھ کو نہیں چاہئے کہ میں اس کا اظہار کروں نسب میں دم ماروں اور ان مُردوں کے نام کی گنتی کروں یہ زیبا نہیں ہے۔ جو شخص کہ ناز اپنے مرے ہوئے مردوں پر کرے وہ کتے یعنی سگ کی صفت رکھتا ہے۔

جیسے کہ کتا ہڈی پر ناز کرتا ہے۔ نہیں لائق ہے مجھے لاف اور گزاف یعنی جھوٹ اور سچ پر فخر کرنا اور جو خود علم و ہنر سے عاری ہے اسے اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنا زیب نہیں دیتا۔ سعدی شیرازی صاحبؒ جو استادِ سخن ہیں گلستان میں کیا خوب کہا ہے:

گردِ نامِ پدر چہ میگردی

خود پدر باش ہاں اگر مردی

باپ کے نام پر کیا لاف ترقی کرتا ہے۔ تو خود باپ بن اگر تو مرد ہے۔ دعویٰ کرنا بے صلاح اور بے تقویٰ کے۔ شرع میں جائز نہیں ہے۔ جس کے قول اور فعل نالائق ہوں وہ لائق کے درجے کو کب پہنچ سکتا ہے۔ وہ مدعی اپنی نااہلیت کی وجہ سے علم اور فضیلت سے محروم ہے وہ نہیں دیکھ سکتا ہے اپنے اندھے پن سے اور کچھ نہیں جانتا اپنی بے خبری سے ثابت کرنے کے لئے دعویٰ دو گواہوں کا، ہر کسی کے لئے ہونا ہی چاہئے۔ اگر دو گواہ نہ ہوں تو معنی میں دعویٰ اس کا باطل ہے۔ جس کو نجابت ذاتی ہے۔ اُس کے قول اور فعل بھی اُس کے ذات کے لئے گواہ ہیں۔ جب کہ ذات اُس کی پسندیدہ ہے۔ تو غالباً اس کے صفات بھی پسندیدہ ہوں گے اور جس کے صفات اچھے نہیں ہیں ضرور ہے کہ اس کی ذات کاذب ہے۔ آدمی میں پہلے یہی بات لازم ہے کہ انسان کا باطن اچھا ہو اور جو قابلیت باطن میں رکھتا ہو وہی انسان ہے۔ وہ شخص جس جگہ اور جہاں کہیں جائے گا اس کی عزت ہے۔ اگر نااہل و بے ہنر ہے تو اس کا بزرگ زادہ ہونا بھی کسی کام کا نہیں بلکہ اپنے ماں باپ کے نام کو بدنام کیا جس کو نسبی بزرگی نہ ہو اور اپنے ذاتی اعمال و کردار سے عرفان الٰہی حاصل کرے وہی مرد قابل ہے۔ اور اگر وہ بزرگ بہت زیادہ ہو۔ لیکن اُسے عرفان کی قابلیت نہ ہو۔ وہ اہل عرفان کے نزدیک ناچیز ہے۔ کسی بزرگ کی مثل مشہور ہے۔ کہ ایسے آدمی سے پتھر بہتر ہے کیونکہ نزدیک

اہلِ فضیلت اور ادب کے نہ نسب کو عزت ہے نہ حسب کو بلکہ اُن کے نزدیک قابلیت اور ہنر رکھنے والا عزت والا ہے۔ پس میں کیوں نسب کی نسبت کچھ کہوں اور نسب سے اپنی عزت ڈھونڈوں۔ نسب میرا عشق الٰہی اور مہر و وفا ہے۔ اور حسب میرا فقر صدق و صفائی ہے۔ کہ پہچانا میں نے اپنے کو مدد غیبی خدا سے، روز میثاق بھی میں خدا کے سامنے تھا۔ جب کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ تھا میں خزانہ پوشیدہ پس چاہا میں نے کہ اپنے کو ظاہر کروں پس کیا میں نے خلق کو پیدا۔ نور عرفانِ حق کا مجھے نصیب ہے۔ کہ ہوں میں اصل میں بھی اصیل اور نجیب اگر یہ بات مجھ میں نہ ہو تو میں انسان نہیں ہو سکتا۔ روز ازل میں ہی میں ایسا پیدا کیا گیا اسی لئے مجھ میں یہ بات موجود ہے۔ اگر یہ بات مجھ میں روز اوّل میں نہ ہوتی تو میں بندہ خدا نہ ہوتا ہرگز، جب اللہ نے پوچھا کہ میں تمہارا خدا ہوں میں نے یہی جواب دیا کہ بے شک تو ہمارا خدا ہے۔ جب میں سزاوار بندگی ہوا، جب ایسا بندہ اللہ کا ہوئے اس کے لئے دعویٰ کرنا نسب کا سزاوار ہے کیونکہ انسان دراصل وہی ہے کہ جس کو خدا سے عرفان حاصل ہے۔ انسان جو جہان میں پیدا کیا گیا ہے۔ غرض اُس کی یہی ہے کہ وہ معرفت ذات الٰہی کی پیدا کرے نہیں تو بغیر بندگی اور بغیر عرفان کے کیوں کر انسان بن سکتا ہے۔ جس شخص میں کہ انصاف کا حصہ ہے وہ سمجھ سکتا ہے سچ اور جھوٹ کو، کہ مجھ کو خدا سے مطلب ہے اور نسب وحسب سے پرہیز ہے۔ میرا نسب ذات انسان میں سے ہے۔ اور میرا جسم فرمان الٰہی کو بجا لانے کے لئے پیدا کیا گیا۔ اور میرا وطن جنت الماویٰ ہے جہاں سے آدم مجھے دُنیا میں لایا۔ اگر دنیا میں پوچھتے ہو کہ تمہارا کون سا وطن ہے۔ سچ کہتا ہوں میں اگر یہ سخن پوچھے میرا وطن سرزمین لاہور ہے، اور میری پیدائش بھی لاہور میں ہوئی میرے ماں باپ بھی لاہور کے ہیں۔ وہ اللہ کے فضل و کرم سے وفات پاچکے ہیں۔ جب میں دنیا میں پیدا ہوا تو ۱۰۰۸ ہجری تھا۔ جمادی الثانی کا مہینہ دن جمعرات کا اور وقت صبح کا اور گیاراں تاریخ تھی کہ میں پیدا ہوا عالم غیب سے اور دنیا میں ظاہر ہوا اور میرا نام شیخ محمود رکھا گیا۔ تاکہ اللہ پاک کے رسول کی طفیل سے میرے سب کام اچھے ہوں۔ چونکہ میرے والد

بزرگ کی میرے حال پر بہت شفقت تھی اس لئے کہ وہ مجھ پر ہمیشہ مہربانی کی نظر رکھتے تھے۔ ان کی یہ منشا تھی کہ میرا بچہ بہت عمر والا ہو اس لئے میرا دوسرا نام محمد پیر رکھا گیا۔ اب دنیا میں میرا زیادہ مشہور نام یہی ہے میرا لاہور والا پیر رسول خدا کا ارادت مند سید اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ میرے باپ نے میرا یہ نام اس لیے رکھا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل و جان سے مرید ہوں۔ میں یقین و ایقان کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرید ہوں کیونکہ میں ان کے دین کا ہی تو ماننے والا ہوں میں پیر لاہور ہوں اور اس بنا پر سعادت مند ہوں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادت مند ہوں۔ میں سید ہوں اور میرا تعلق آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ راہِ دین میں عیال رسول سے ہے۔ کیونکہ میں ہوں جامِ الست سے مست اور طریقت حسینی میں سرمست۔ کہ مجھ کو فضل اور ارشاد ترتیب حسن سے ہے۔

بیان ترتیب دینا اِس کتابِ مبارک کا اور شرح مضمون اس بزرگ صحیفہ کا، کہ جس کا نام حقیقت الفقراء رکھا گیا اس کتاب کو اللہ تعالیٰ مقبول کرے مجلسِ اہل صفا میں حُسن قبولیت کے ساتھ ہمیشہ!

جب حسین سے مجھے ارشاد ہے تو دل میرا بند دنیا سے آزاد ہے اس کتاب میں جو کچھ میں لکھتا ہوں حسین کے حالات ہیں۔ جس قدر کہ مجھ کو اُن کے حالات بزرگی سے آگاہی ہے۔ یا کہ واقفیت ہے۔ اس قدر میں لکھتا ہوں اس میں کوئی بھی کم و بیش نہیں ہے۔ اور جو کچھ کہ میں جانتا ہوں شرح اور بسط کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ اور جو کچھ کہ میں نہیں سُنا ہے۔ کسی سے، اس میں میں کوئی دم نہیں مارتا، تاکہ لوگ جو موجودہ ہیں۔ اور آئندہ کے پیدا ہونے والے اس کتاب مبارک کو دیکھیں اور حسین کے مقدس حالات سے واقفیت کلی حاصل کریں۔ کہ حسین خدا کی طرف سے فقر و فنا میں کامل تھا۔ اور عالم فنا سے عالم بقا کو پہنچا۔ حُسن عشق کا محرم راز حسین ہے۔ خدا کے ساتھ ناز اور نیاز کے اٹھانے والا حسین بے نیاز کے ساتھ عاشق صادق ہے۔ راہ صدق

میں خدا کا عاشق ہے ناز کے ساتھ نازنین معشوق ہے۔ بالیقین خدا کا معشوق ہے۔ علم کے پردوں میں اور خلوت گزینی میں کوئی معشوق مانند حسین کے نہیں ہے۔ فقر و فنا میں اللہ سے ملا ہوا کوئی شخص مانند حسین کے عاشق نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک ناز و نیاز کے درجے میں صاحب نسبت ہے وہ جب کہ حسین کے حالات اس میں لکھے گئے ہیں اور راز و نیاز حسین کے حالات ظاہر کئے گئے ہیں۔ اس سبب سے اس کتاب کا نام اہل صفا کے نزدیک مبارک ہوا حقیقت الفقراء جس سال میں میں نے اس کتاب کو لکھا ہے ۱۰۷۱ ہجری تھا سال تاریخ اس کی اس مصرعے سے نکلتی ہے۔ ''حال آیات کاملات حسین'' اس مصرعے سے جو سال برآمد ہوتا ہے وہ ۱۰۷۲ھ ہے۔ ماہ شوال اور جمعہ کا دن تھا۔ تاریخ تیرہویں ۱۳ تھی امید رکھتا ہوں اللہ پاک کی ذات سے کہ مجھ کو ہر آفت سے امن میں رکھے۔

حال: 39
آیات: 413
کاملات: 492
حسین: 128

1072ھ

حال آیات کاملات حسین سے 1072ھ سال برآمد ہوتا ہے اور یہی اس کا سال تالیف ہے۔

ذکر مناقب صاحبِ کمال!

شروع کرنا ذکر مناقب کمال صاحب فضیلتوں کے اور ظاہر کرنا مرتبوں کے احوال نیک خصلتوں اور شرح دینا قبروں کرامات بزرگوں سے وہ دستِ گلدستہ کبریا کا، رضا مندی الٰہی کے باغ کا سرو، پیوند دینے والا باغ فقر فنا کا، راستہ چلنے والا طریقہ صدق و صفا کا مرشد کامل فقراء کا۔ فقیر بے ریا، زاہد رند نما، عاشق پاک، خدامست، خدا آگاہ، تارک ماسوٰی اللہ چلنے والا راستہ گوشہ نشین کا، مالک مملکت یکتائی کا، شاہ سوار

میدان توحید کا ، توڑ دینے والا ہنگامہ تقلید کا ، یعنی بڑے راستوں سے بچانے والا مرد میدان تحقیق کا ، مہمان خوانِ توفیق کا ، کوتوال راستے شریعت کا ، آراستہ کرنے والا طریقت کے راستے کو ، ہدایت دینے والا سالکانِ راہ حقیقت کو ، چہرہ کھولنے والا معرفتِ الٰہی کا ، پردہ سنوارنے والا عرفانِ الٰہی کا ، گانا گانے والا یقین کا ، شمع روشن کرنے والا محلِ ملکوت کا ، سنوارنے والا ایوان جبروت کا ، چاند روشن آسمان لاہوت کا ، سلطان تخت "سبحان الملک الحی الذی لا ینام و لایموت" یعنی پاک بادشاہ جو زندہ ہے ہمیشہ کے لئے نہ نیند ہے نہ موت ہے۔ اُس تخت کا سلطان جاننے والا اور پہچانے والا بھیدوں علم الیقین کو ، دیکھنے والا باریکیاں عین الیقین کی ، پہچانے والا حقیقتیں حق الیقین کی ، بہت بڑی کرامت والا ، کھول دینے والا نیکیوں کے دروازے ، میدان عبادت الٰہی کا شاہ سوار ، سیر کرنے والا زیارت الٰہی کا ، چراغ فیضان الٰہی کے شیروں کا۔ دوڑنے والا جنگل کن فیکون کا ، سیر کرنے والا میدانِ لا مکان کا ، اُڑنے والا طاقت بشری سے باہر ، ساقی مجلس توکل اور تسلیم کا ، فراغت پایا ہوا انتظار امید اور خوف قیامت سے ، سرفراز دنوں جہان میں۔ بے نیاز ہر دو جہان میں مجلس کا سنوارنے والا یاد الٰہی سے ، اور آراستہ کرنے والا جلوہ نمائی کو خزانہ حسن است سے زنگ دھونے والا آئینہ عشق سرمستی کا ، جام وصال ربانی کا مست۔ پوجنے والا شراب خانہ جمال سبحانی کا ، بیٹھنے والا مجلس ملامت میں ، تعلقات دنیا کا دشمن۔ چمکتا ہوا ستارہ کرامت کا ، پیالہ پیا ہوا توحید کا ، کھول دینے والا اسرار بھید الٰہی کے ، وزیر کنت کنزا مخفیا۔ مشیر فاجبت ان اعرف کا۔ اللہ فرماتا ہے تھا میں خزانہ پوشیدہ ، پس چاہا میں نے کہ ظاہر کروں اپنے کو۔ اس آیت کا وزیر ، تانا بانا بننے والا بھیدوں الٰہی کا ، روشن چراغ محل آگاہی اور خبر داری کا ، روشن موتی اخلاص محبت الٰہی کا چمک دار ستارہ محبت الٰہی کا ، خاص دوست حضرت رب العالمین کا ، معشوق اور محبوب نازنین اللہ پاک کا ، عارف اللہ والی ولایت فقرائی کو پناہ دینے والا۔ سردار اقلیم ملک ولایت کا۔ آباد کرنے والا شہروں کو ہدایت سے۔ زندہ کرنے والا سنت کا۔ مٹا دینے والا بدعت کو یعنی پیشوا معرفت الٰہی کا۔ اللہ کا

سچا دوست۔ جس کے اوصاف غوث الاسلام والمسلمین قطب الحق والیقین۔ رئیس الابدال۔ امام الاوتاد۔ احسن الخلائق خیر العباد سرفراز دونوں جہان میں۔ اور بے نیاز جہان میں۔ مطلب میرا مقصود العین شاہ حسین سے ہے۔ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ وفائیض الفقراء وتاب اللہ نیرہ علیہ الرحمتہ والرضوان والتحیہ والغفران من اللہ الملک المنان۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ پاک کرے اللہ تعالیٰ بھیدوں اس کے کو اور اس کا فیض پہنچاوے فقیروں کو۔ اور روشن اس کی سزاوار۔ اس کے رحمتِ کاملہ نازل ہو۔ اور اللہ کی طرف سے اُسے مغفرت ہو۔ وہ اللہ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور بے پرواہے شکر ہے اللہ کا، کہ مجھ کو توفیق نصیب ہوئی کیا میں سچائی سے اوپر خدا کے تصدیق میں تمام دنیا کے تعلقات سے پاک ہوں، دل خالی کیا میں نے ہر وسوسہ سے۔

خدا کو میں نے پہچانا کہ وہ ایک ہی ہے۔ سوائے اس کے دو جہان میں کوئی دوسرا خدا نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقبولِ خدا ہیں اور اسی مقبولیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا رسول بنایا ہے۔ کہ جس نے ہدایت کا رستہ بتلایا اور اہلِ اسلام کو خدا کی طرف راغب کیا خدا کی جانب پر میرا اعتقاد کامل ہے۔ بغیر کسی نقصان کے خدا پر اور اس کے رسول پر۔ دل میرا یقین کے درجے کو پہنچ گیا۔ مرشد کامل کے ارشاد سے کہ وہ مربی ہے راہ خدا کا، جس نے خدا کا راستہ مجھے بتلایا۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے راستے کو بتلانے والا۔ وہ میرا ہادی ہے۔ صدق و یقین کے ساتھ۔ وہی میرا دین اور اسلام ہے اور میرا پاؤں بھی اسی صدق و یقین پر قائم ہے۔ باخدا تمام میرے ارادے اسی مرشدِ کامل کی ہدایت سے حاصل ہوئے۔ وہ دوست اللہ کا اس جہان میں ہوا جس کو خطاب دوہا حسین کا دیا گیا۔ یعنی اللہ کے راستے کو پورا پہنچا ہوا۔ وفا اور محبت میں پورا، دوست مقرب حضرت الٰہی کا مخلص خاص اللہ کا۔ دریائے عشق کا موتی جس کو ماں کی طرف سے دوہا پکارا گیا۔ ورنہ دراصل معتبر روائت یہی ہے۔ کہ باپ کی طرف سے اُس کو کل سرا یعنی فنا کی گلی میں ڈوبا ہوا پکارا جاتا تھا یعنی محبت الٰہی کا مست کلسرا ازروئے ثبوت کے قوم راجپوت کا لقب ہے۔ یہ قوم پہلے کافر تھی۔ خدا اور رسول سے

منور، میں لکھتا ہوں جو کچھ کہ مجھے یاد ہے۔ اس میں کل سرا نام ایک شخص تھا۔ جو سعادت اسلام سے مشرف ہوا۔ مسلمان ہوا صدق و یقین سے، کفر سے دین کے راستے کو لیا۔ شاہ فیروز بادشاہ وقت تھا۔ بادشاہ نے اسے خطاب دیا شیخ کا۔ تاکہ نیا مسلم راہ ایمان سے شیخ بنا رہے۔ مسلمانوں پر، اور ہر شخص اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھے اسی وجہ سے حسین کا نام بھی عام طور پر کل سرا، پکارا جاتا تھا۔ وہ ولی تھا۔ اور تمام دنیا کے کاموں سے بیزار اور فقر و فنا سے سروکار رکھتا تھا۔ کوئی کام اس کو نسب اور حسب سے نہ تھا۔ اس کا کام رات اور دن ذکر الٰہی تھا۔ سوائے خدا کی یاد کے اور کوئی ذکر نہ تھا۔

علم فقیری کا وہ باقندہ تھا۔ تا تار کو الگ کرنے والا۔ اور پھر اکٹھا یعنی جوڑنے والا۔ جب جہان میں وہ پیدا ہوا اور پردۂ عدم یعنی نابودگی سے ظاہر ہوا۔ تاریخ پیدائش اس کی ۹۴۵ ہجری تھی۔ ایک آواز آئی عرش مجید سے صبح صادق کا وقت تمام فقراء نے سنا کہ قیام اس فقر کا اس حسین کے وجود سے ہے۔ اور آراستگی فقر کی اسی کے وجود سے ہے۔ ہمیشہ وہ خدا آگاہ تھا۔ اور ہمیشہ سرمست جام شراب شوق الٰہی سے طالب خدا تھا عاشق خدا۔ اور جان فدا کرنے والا اللہ کے اوپر۔ تھا شوق الٰہی میں فقیر خدا کا۔ کامل فقر وفنا میں۔ چار حرف ہیں فقیر کے نام کے۔ جن کے بھید یعنی راز پوشیدہ ہیں۔ "ف" سے مراد فقر اور فنا اور فاقہ قبول کرنا۔ فرض حق جملہ ادا کرنا اور تمام تعلقات دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع ہونا تنہائی و فردانیت یعنی اللہ کے راستے میں رجوع ہونا۔ اور چھوڑ دینا فسق و فجور کو۔ اور "ق" سے مراد قناعت کرنا ہر چیز پر اور کمر باندھنا خلاف نفس پر اور ارادہ کرنا دل سے اللہ کی طرف اور بے تعلق ہو جانا دنیا کے تمام مطلبوں اور مقصدوں سے اور اللہ کے راستے میں قرار اور قیام رکھنا اور قرب الٰہی کو ڈھونڈنا یقین کامل کے ساتھ خدا سے مل جانا صدق دلی سے، یک دل اور یک رنگ ہو جانا۔ اور گردن تسلیم و رضا کا دینا یاد حق میں، یک رنگ ہو کر تمامی مطلبوں کو پالینا۔ "ر" سے مراد روز ریاضت اور رضا مندی الٰہی کے سوائے اپنے دل کو پھیر دینا۔ ہمیشہ سیدھے راستے پر چلنا۔ جو کہ مرشدان کامل سے ارشاد ہوا ہے اور نفس امارہ کو مارنا۔ راہ حق میں سیدھا چلنا۔ اور اللہ کو

ڈھونڈنا۔ جس میں یہ صفتیں موجود ہیں وہ فقیر ہے۔ راہِ اخلاص سے آیا خوش نصیب ہے۔ وہ کہ بغیر مکر و فریب کے وہ حسین ہے، ان صفتوں کے لائق اور درویش کو چاہئے۔ پانچ حرف بھید کے۔'د' سے مراد دردِ دل ہے اور 'ر' سے ریاضت کرنا (ردہ کے معنی دین سے برگشتگی اور ارتداد کے ہیں) بغیر کسی ردہ اور مکر کے رخصت کرنا سب چیز کو ماسوا اللہ کے۔ اور سوائے ذات الٰہی کے کسی چیز پر نظر نہ ڈالنا۔ 'و' سے مراد وحدت کا درجہ حاصل کرنا۔ اور اپنے وجود کو اپنے سے رخصت کر دینا۔ اور میدانِ فنا میں ہستی کو نابود کر دینا اور راہِ فنا سے واصل حق ہو جانا۔ اور فنا سے بقا 'باللہ' کے درجے کو پہنچ جانا۔ 'ی' سے اشارہ ایک ہی کو دیکھنا اور تمام اپنی امیدوں کو چھوڑ دینا۔ سوائے اللہ کے کسی دیگر سے مدد نہ مانگنا۔ ہر دم اللہ کی یاد میں دم مارنا۔ طریق صفا پر چلنا۔ ایک رنگ اور ایک دل رہنا۔

'ش' سے مراد ہر وقت شکر الٰہی کو بجا لانا۔ کسی بابت میں شکایتی لفظ زبان پر نہ لانا۔ ہمیشہ رضا مندی الٰہی میں رہنا۔ شرم کرنا اور خدا سے ڈرنا۔ فقیری اور درویشی کے یہی اسباب ہیں۔ پس خدا جس کسی کو یہ درجہ دیتا ہے، اُس کو حسین کی طرح اپنا بنا لیتا ہے اور اپنی جانب راغب کر لیتا ہے۔ یہ درجے جو بیان کئے گئے ہیں، حسین یہ تمام درجے طے کر چکے ہیں۔ بیشک حسینِ راہ فقر اور درویشی میں کامل فقیر تھا، علم سلوک اور درویشی میں وہ مرشد کامل تھا، میدانِ فقر میں سرمست اور درویشی میں صاحبِ کمال۔ اُس نے اپنے وجود کو فنا سے بقا کو پہنچا دیا اور وہ زندہ ہے اللہ کے ساتھ صدق و اخلاص محبت الٰہی میں وہ خاص اللہ کا بندہ تھا۔ دنیا کے خاص و عام اُس کے ساتھ ارادت مند تھے۔ اور تمام اس سے خوش تھے۔ فقر کا ملک اُسی سے آباد ہوا۔ اور فقراء کو ہدایت اُسی سے ہوئی۔ وہ رہنما تھا خدا کے طالبوں کا، وہ مرشد تھا حق آگاہوں کا، وہ واصلِ حق تھا فقیری میں اور مقید تھا رمز فقیری میں راستہ بتانے والا راہِ فقر میں اُس کے پیر کامل شیخ بہلول تھے۔

بیان کرنا ذکر حال نیک غوث الاغواث اور قُطب قطبوں کے شیخ بہلول پاک کرے اللہ بھید اُن کے

یہ فقیر خدا راہ فقر میں بہت بڑے درجے پر تھے۔ ان کا مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب تھا۔ فقر کے راستے میں انہوں نے بہت ریاضت کی اور تکلیف اُٹھائی ہے یہ اسلام کے غوث ہیں۔ اور شرع رسول کے قلعے آپ کے باعث مضبوط و مستحکم ہیں۔ رسول کی شرع فقر و فنا ہے اور وہ اس راستے میں یکتا ہیں۔ رسول کے دین میں انہوں نے جان ڈالی۔ اور اسلام کی آنکھ کو انہوں نے روشن کیا۔ اسلام اور دین کے راستے میں یہ چنے گئے ہیں۔

سالکوں کے لئے علم سلوک میں یہ رہنما ہیں اور طالبانِ الٰہی کے مقتدا ایسی پیشوا ہیں۔ راستے صدق و صفا کے، رہنما ہیں طریق فقر و فنا کے۔ علم یقین میں سالک کے لئے وہ محقق یعنی کھولنے والا بھیدوں کا اور ہادی ہیں سالکانِ طریقت کے۔ مقبول ہیں ہر دو جہان میں پیر شیخ بہلول شاہ حسین کے۔ آپ کا دل تمام باتوں سے پاک تھا۔ اور غرض دنیا کی آپ کے نزدیک نہ تھی۔ اسی زمانے میں وہ مانند شبلی رحمۃ اللہ علیہ، بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ بلکہ راہ فقر میں آداب پر نظر ڈالتے ہوئے، یہ مانند اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، جیسے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانثار خدا تھے۔ اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں راہ صدق پر کمر باندھی تھی۔ اور جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے شرع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قائم رکھا اور اپنے لڑکے کو دُرے لگائے اور عدل کو نہ چھوڑا۔ اور مانند عثمان رضی اللہ عنہ کے کہ جو شب بیدار اور نماز روزہ میں مشغول تھے۔ اور مانند علی رضی اللہ عنہ کے جنہوں نے جان و مال فدا فی سبیل اللہ کر رکھا تھا، جس طرح دروازہ خیبر کھولا فتح کیا اس طرح دروازہ عرفان کو بھی کھولا۔ بہلول نے ہوا و ہوس کو مار دیا، مہاجر ہوا مکے سے مدینے کے لیے ہجرت کی۔ یہاں تک کہ وحدت کے مقام میں اللہ کو مل گیا۔ دونوں جہان میں شیخ

بہلول عزیز خدا ہوا۔ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے خوش اور اُس کے اوپر خدا کی طرف سے ہزاروں درود ہو۔

سفر کرنا بہلول کا واسطے طواف کعبہ اور زیارت کرنا مزارات امام اور بزرگانِ دین کا اوپر اُن کے درود اور سلام اور فیضان الٰہی کا حاصل کرنا ہر ایک بزرگ سے اور بعد فیضان حاصل کرنے کے ہر ایک سے رخصت طلب کرنا اور اجازت ہونا آپ کو علی موسیٰ رضا سے اوپر اُن کے درود سلام واسطے تربیت حسنین کے

شیخ بہلول اللہ کا فقیر راہ فقر میں بے نظیر۔ وہ تلاش حق میں سچے دل سے سفر کو نکلا۔ فقر کے راہ میں وہ پورا تھا۔ تعلقات دنیا کو چھوڑا ہوا۔ فقر میں مضبوط کمر باندھا ہوا۔ ایک مدت تک سفر اختیار کیا۔ وطن چھوڑ کر سفر میں نعمت کو حاصل کیا۔ پہلے اخلاص کے ساتھ وہ شاہ نجف کے جنگل میں گیا۔ مولا مشکل کشا کے روضہ مبارک کی چار دیواری کے گرد ے گھوما پھرا۔ اور اس دروازے سے تمام نعمتیں حاصل کیں۔ وہ علی علیہ السلام جو سردار ہے۔ ولایت حق کا، وہ علی علیہ السلام جو باطل کرنے والا ہے برے کاموں کو اور زندہ کرنے والا ہے ہدایت حق کو، وہ مرتضیٰ ہے مجتبیٰ ہے راہ ہدایت کا، امیر ہے۔ شاہ مرداں راہ کا اور شیر خدا ہے۔ وہ خدا کی طرف سے رہنما ہے اسلام کا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے امام پاک ہے۔ کہ امام ہے[1] وہ بعد عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے۔ اور حق و راستی پر ہے وہ بے خلاف و گمان چوتھا خلیفہ ہے وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ جس کو اس پر اعتقاد نہیں ہے۔ وہ مشرک اور کافر ہے بے دین ہے۔ جو منافق ہے۔ وہ علی علیہ السلام کا دشمن ہے اور جو علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہے۔ بیشک وہ دروازہ ہے شہرِ علم کا اور وہ کنجی یعنی چابی ہے خزانہ علم کی۔ وہ دریا ہے

1۔ امام سے یہاں مصنف کی مراد خلیفہ ہے۔

سخاوت اور بخشش کا اور خدا کی طرف سے اس پر درود ہو۔ درود بے حد و حساب اللہ پاک کی طرف سے اس پر پہنچے۔

شیخ بہلول اسی دروازہ پر خاک نشین رہا۔ اور دو سال تک اس دروازہ کی جاروب کشی کرتا رہا۔ جب ان کو فیضان اس دروازے سے حاصل ہوا اور فقیر کامل بن چکے۔ دو سال تک حضرت علی کرم اللہ وجہ کے آستانہ عالیہ پر مقیم رہے اور مولا مشکل کشا کی رہنمائی سے فقر میں کمال حاصل کر لیا تو مصنف کے مطابق شیخ بہلول کو نجف اشرف سے اجازت ہوئی دشت کربلا جانے کی۔ اور وہ شاہ نجف سے کربلا تشریف لے گئے۔ جب کربلا پہنچے تو ہر بلا سے امان میں ہو گئے جب شیخ بہلول نے حضرت امام حسین علیہ کے مرقد پاک پر حاضری دی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کا کام بنا دیا یعنی انہیں اعلیٰ مرتبہ کا حامل بنا دیا۔ وہاں ان پر راز فقیری کو ظاہر کیا گیا۔ کیونکہ حسین علیہ کارساز کونین ہیں۔ دین و اسلام اور راز دار شرع وہی ہیں۔ دین اور اسلام کا انتظام انہی سے ہوا۔ وہ اللہ کا برحق بندہ اور سچا امام ہے۔ وہ تیسرے امام ہیں اپنے باپ کی طرح جان نشین پیغمبر ہیں۔ عفوت و سیادت کے نور چشم ہیں۔ شہادت اور عصمت کی عزت ہیں۔ موتی ہیں، دریائے ولایت کے اور لعل ہیں کان ہدایت کے۔ وزیر ہیں دیوان شریعت کے اور شمع ہیں خاندان حیدری رضی اللہ عنہم کے۔ دین حق حسین علیہ ابن علی علیہ کے سبب آفات سے محفوظ ہو گیا آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود و سلام ہو۔ اور اسلام نے انہی سے عزت حاصل کی۔ شیخ اس بہشتی روضہ کے اطراف میں پھرتے رہے، تین ماہ تک وہیں معتکف رہے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت لے کر کربلا معلی سے مکہ شریف کی طرف روانہ ہوئے وہاں جا کر حج بجا لایا۔ جب رسم حج سے فراغت حاصل ہوئی تو مدینہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر طواف کرنا تھا سردار دو عالم کی درگاہ کا صدق و یقین کے ساتھ۔ اور در مبارک کی چوکھٹ کو چومنا اور بوسے دینا تھا وہاں سے شیخ جنت البقیع میں تشریف لے گئے جو کہ مدینے میں گورستان ہے اور وہاں روضہ ہے امام حسن کا وہ حسن جو والی ہے ولایت دین کا اور جو

حامی ہے حمایتِ دین کا اپنے باپ کی طرح کہ وہ جانشین ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام کے اور آپ دوسرے امام ہیں آپ پر اللہ کا درود و سلام ہو۔ جب شیخ نے بوسہ دیا اُس خاکِ پاک کو اور طواف کیا مرقدِ پاک کا، ایک رات اور دن وہاں رہ کر مراقبہ کیا۔ اجازت ہوئی ان کو جانے کی امام چہارم یعنی (حضرت زین العابدین علیہ السلام) کے مزار پر، وہ امام جو امام حسین کی آنکھ کا نور ہے۔ درود ہو اللہ کا اور سلام اُن کے اُوپر۔ جب شیخ نے اُس مزار پاک کے اطراف میں طواف کیا دونوں جہاں کی نعمت حاصل ہوئی۔ تین رات اور تین دن وہیں تھے۔ امام چہارم کے مزار سے امام باقر کے مزار پر تشریف لے گئے۔ امام پنجم جو امام زین العابدین کے صاحبزادے ہیں خدا اُن پر درود نازل کرے۔ جب شیخ نے اپنا سر اُس خاک پر رکھا شیخ کا درجہ بہت بلند ہو گیا۔ وہاں سے آپ سچے ارادے کے ساتھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے اس خاکِ پاک کے چوکھٹ پر سر رکھ دیا۔ وہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو امام ہیں اور جو روشن چراغ ہیں، دین خدا کے۔ وہ چھٹے امام ہیں اللہ کا درود اور سلام ہو ان کے اوپر۔ جب زیارت امام سے شیخ بہول کو فراغت حاصل ہوئی تو دروازے دہلیز پاک جناب بتول رضی اللہ عنہا کے تشریف لے گئے۔ اور اپنا سر آستانہ بنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چوکھٹ پر رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر ہر دم اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود و سلام ہوتا ہے بعد ازاں شیخ بہلول حضرت امام حسین علیہ السلام کی والدہ محترمہ جو بیٹی ہیں جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۔کے روضہ مبارک کے اطراف میں آپ نیاز مندی اور شوق کے ساتھ طواف کرتے تھے۔ پھر شیخ صاف دل کے ساتھ اور اعتقاد کامل کے ساتھ وہاں دیگر اصحاب کے مزارات کا مخلصانہ طواف کرنے کے بعد حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قرآن کو جمع کیا اور جو جاننے والے بھیدوں ہر دو جہان کے ہیں۔ خدا کی جانب سے اُن کو ذی النورین کا خطاب ہوا۔ وہ دین کی قوت ہیں۔ اور شرع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ بیٹے عفان کے ہیں۔ کہ قرآن کے اوپر جنہوں نے اپنی جان کو قربان کیا۔

رات کو کبھی بستر کے اوپر نہیں سوتے تھے۔ اور یہ تیسرے خلیفہ ہیں۔ بعد عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب جس کو اس میں شبہ ہے وہ مرتد ہے اور لعین ہے۔ کہ عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب کے بعد جان نشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ خدا اُن سے خوش اللہ کا سلام و درود ان پر ہو۔ شیخ اُن کے مزار کے اطراف میں پھرے اور اسرار حق سے آگاہی ہوئی۔ وہاں سے درود پڑھ کر آپ واپس ہوئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزار پر تشریف لائے۔ اور مزار مبارک کے اطراف میں طواف کیا۔ مالک مُلک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ اُن سے اسلام کا پھول کھلا اور تمام دنیا میں آپ رضی اللہ عنہ کی صداقت کی تصدیق ہوئی۔ اصحاب میں سب سے زیادہ افضل اور اشرف ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ پہلے خلیفہ ہیں۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ امام ہیں اور مقبول خدا ہیں۔ جو شخص اس اعتقاد سے منکر ہے۔ وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کافر ہے۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی ایمان کی بنیاد کو باندھا۔ ابو بکر محرم و مختار تھے۔ غارِ حراء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور درود اور سلام ان کے اوپر۔ شیخ بہلول نے ان کے مزار کا طواف کیا اور بے فکر ہو گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب کے مزار پر تشریف لے گئے اور وہاں کا طواف کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب مخلص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں صدق و یقین کے ساتھ، دین اور شرعِ پیغمبر کے نگہبان ہیں۔ زیب محراب اور زینت منبر ہیں۔ مُلک اسلام کا آپ ہی سے آباد ہوا۔ خطبہ کا پڑھنا آپ ہی سے نکلا۔ یہ دوسرے خلیفہ ہیں جو شخص اس خلافت سے منکر ہے۔ وہ بے شک منافق اور کافر ہے۔ بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کے یہ دوسرے خلیفہ ہیں۔ انصاف اور عدل کے بادشاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سے رضا مند ہو۔ شیخ نے اُن کی تربت کے اطراف طواف کیا۔ بعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے مبارک پر تشریف لے گئے۔ اعتقاد کامل کے ساتھ روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طواف کیا گیا وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ اللہ کے سامنے دونوں جہان میں اپنی اُمت کا ضامن ہے۔ دونوں جہان میں جو کچھ کہ پیدا ہوا وہ انہیں کی طفیل سے پیدا ہوا۔ صلوٰۃ اور سلام بے تعداد اُوپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آپ کی آل پر۔ جب شیخ بہلول

نے اخلاص کے ساتھ رسولِ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ مبارک کا طواف کر چکے، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جب شیخ نے اللہ تعالیٰ کی طرف قبولیت کی علامات و نشانات کو پایا تو اپنی قبولیت کے لیے روضہ رسول پر اعتکاف بیٹھ گئے۔ یعنی چلہ بیٹھے۔ کیا خوش نصیب ہے بہلول کہ جن کا مُرشد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہو گیا۔ ایک مُدت تک جاروب کشی کی خدمت کو بجا لائے۔ تا کہ مرشدِ کامل سے جب تک رُخصت نہ ہو یہی خدمت پوری کرتا رہوں۔ نہایت وفا داری اور صدقِ کامل کے ساتھ اس خدمت کو بجا لایا۔ جب خدمت اُن کی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک قبول ہو چُکی، دل پاک پر آپ کے القا ہوا۔ یعنی ارشاد ہوا پیر اپنے کے روضے پر جاویں اور وہاں سے فیض پاویں اس خوشخبری کے ساتھ شیخ بہلول مدینہ سے بغداد پہنچے، وہاں پر سر ارادت کو آپ کی چوکھٹ پر رکھ دیا۔ پیر دو جہاں کے قطب ربانی غوث ثقلین، بادشاہ جن اور انس کے، شاہ جیلانی حامی سنت رسولِ امین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے، مٹا دینے والے بدعتوں کے۔ اور زندہ کرنے والے دین کے خدا کے مقصود اور رہنما دوستانِ محرم حق کے۔ اور محرمِ قرب ہمدمی حق کے دوست اللہ کے اول سے آخر تک۔ بھیدوں کو پائے ہوئے باطن اور ظاہر کے۔ مرشد خاصانِ الٰہی کے۔ اور دوست خاصانِ حق کے۔ تمام حاجتوں کو پورا کر دینے والے ان سے ان کا اللہ راضی۔ درود سلام اس کی روح پاک پر۔ شیخ بہلول پیر طریق کے مزار کے اوپر اعتکاف بیٹھے۔ یعنی چلہ بیٹھے۔ اور اپنے سر اور پیشانی کو گھستے رہے۔ اوپر جناب کی چوکھٹ کے۔ جاروب کشی کرتے رہے ایک سال اسی خدمت میں آپ رہے۔ بعد ایک سال کے آپ کو پیر کامل سے اجازت ہوئی۔ بعد اجازت حاصل کرنے کے آپ امام اعظم کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ ایسا امام جو سردار ہے دین کا، آراستہ کیا جس نے مذہب اور دین کو اس کی روح مبارک پر، اللہ کا درود اور سلام بے انتہا۔ شیخ نے خاک امام کے طواف کیئے۔ اطراف میں روضہ امام کے پھرتے رہے۔ اور عجیب عجیب باتیں آپ کو دکھائی دیں۔ پھر وہاں سے امام موسیٰ کاظم کے روضہ مبارک پر تشریف لے گئے۔ وہ موسیٰ کاظم جو دین اسلام کا امام ہے۔ وہ خدا کی طرف سے ساتواں امام ہے۔

درود و سلام بے تعداد ان پر نازل ہو۔ شیخ نے صدق دل سے امام کے روضہ کا طواف
کیا۔ پھر پیرانِ پیر کے روضہ مبارک پر تشریف لائے اور رخصت حاصل کی۔ پیر سے حکم
ہوا کہ مشہد مقدس کو جاؤ۔ اور وہاں امام کے مزار پر سے تم کو ارشاد ہوگا۔ بغداد سے آپ
امام کے مزار پر تشریف لے گئے۔ وہ امام جن کا نام علی موسیٰ رضا ہے۔ وہ امام دونوں
جہاں کے ہیں۔ خدا کے برحق ہیں۔ ہم نے ایمان لایا۔ وہ آٹھویں امام ہیں۔ جو مومنوں
کے ضامن ہیں۔ اللہ کے آگے۔ اور داخل کرنے والے مومنوں کو جنت الماویٰ میں۔
نور چشم ہیں مصطفیٰ ﷺ اور علی علیہ السلام کے۔ کھول دینے والے پردہ خفی اور جلی کے۔
مصطفیٰ ﷺ کی آنکھ ان سے روشن ہے۔ اور خندان مرتضیٰ ان کی ذات سے
آراستہ۔ وہ ہمیشہ سنت نبوی ﷺ کو زندہ کرتے رہے۔ اس باغ دنیا کی بہار انہی
کی ذات سے ہے۔ مشہد مقدس کی زیارت کرنا۔ یثرب اور بطحا کی زیارت کرنے کے
برابر ہے۔ اللہ کا درود ان کے اوپر۔ شیخ بہلول نے امام ضامن کے مزار مبارک کے
طواف کئے۔ اور ہر قسم کے رنج اور بلا سے محفوظ و مصئون ہو گئے۔ ایک مدت تک وہیں
ٹھہرے رہے اور آپ کی درگاہ مبارک پر جاروب کشی کرتے رہے۔ یقین کامل کے
ساتھ ایک سال چلہ یعنی اعتکاف کیے۔ مشہد شریف سے جو بھید باطنی تھے۔ وہ شیخ پر
کھل چکے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام کی طرف سے ارشاد ہوا کہ شیخ تم پہاڑ پر جاؤ
اور وہاں سے اتر کے ایک غار دکھائی دے گا۔ کہ وہاں سالکوں کے ٹھہرنے کے لئے جگہ
ہے۔ جو غار ہے اصحاب کہف کی۔ وہ مقام ہے نیکوں کا اور شب بیداروں کا۔ وہاں
اس غار میں ایک مجذوب ہو گا۔ جو سویا ہوا دکھائی دیتا ہے لیکن در اصل وہ ہوشیار ہے۔
وہ سالکوں کا مربی اور رہنما ہے۔ قادری سلسلے کا وہ پیشوا ہے۔ اور اس کا بھی سلسلہ
قادری ہے۔ رہبر کامل ہے وہ۔ راہ فقر میں شہنشاہوں کے مانند ہدایت کرتا ہے۔
مردان حق کو اس کی ہمت کا راستہ بالکل پاک ہے۔ رسول خدا ﷺ اور علی ان پر
سے آپ کے لئے یہ ارشاد ہوا ہے کہ شیخ اس مجذوب کے پاس جائے اور اس سے اپنا
مطلب پائے جو کچھ کہ مطلب ہے۔ وہ حاصل ہو گا جس کسی کے پاس جانے کی اس کو

نوبت نہ آئے گی تمام حاجتیں اُس کی وہیں پوری ہو جائیں گی۔ اس کے دیدار کے ساتھ شیخ کا جام امید پُر یعنی لبریز ہو جائے گا۔ پس حسب ارشاد امامؑ کے شیخ روانہ ہوئے۔ شیخ کو چاہئے کہ پنج شیر پہاڑ سے لاہور جاوے لاہور حسین نام ایک مقبول لڑکا ہے جو امام کا غلام ہے اسی لڑکے کو فقر و فنا کے راستے راہ خدا میں تربیت دی جائے۔ راہ فقر میں اُس لڑکے کو جو امامؑ کا غلام ہے۔ پوری تعلیم ہو کیونکہ وہ امام کی خدمت میں کمر باندھا ہوا ہے۔ اور رضائے الٰہی کا خواہاں ہے۔ جو شخص کہ امام کا غلام ہو جائے کیوں نہ وہ بھی ثانی امام ہو۔ شیخ بہلول یہ بشارت سن کر پنج شیر پہاڑ کو روانہ ہوئے۔ کوہ پنج شیر کی چڑھائی کرتے ہوئے غار کی جانب روانہ ہوئے۔ دیکھا کہ ایک مرد کامل غار میں بیٹھا ہوا ہے۔ اللہ کے سوائے تعلقات دنیا کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ سر جھکا ہوا ہے اور آنکھیں بند ہیں۔ اور عالمِ مراقبہ میں ہے۔ اور نور حق کے دیکھنے میں مست اور مسرور ہے۔ آنکھ کھولتا ہے اور پھر بند کر لیتا ہے۔ کھولنے اور بند کرنے میں ایک عجیب حالت طاری ہوتی ہے۔ اور چہرہ مبارک سے جلال الٰہی نمایاں ہوتا ہے جس چیز پر اُس کی نظر پڑتی ہے وہ چیز جل جاتی تھی جھاڑ اور سبزہ جو کچھ کہ اس کے آگے تھا جل جاتا تھا۔ جیسا کہ آگ سے کوئی چیز جل جاتی ہے۔ جب آنکھ بند کر لیتا تھا۔ سر اپنا زانو پر رکھتا تھا۔ اُس کی حالت پھر دگرگوں آنکھ کے کھولنے میں ہو جاتی تھی جب اپنا سر زانو پر رکھ لیتے پھر وہ چیز مانند سبز ہو جاتی تھی۔ اور وہ خشک جھاڑ سبزی تازہ ہو جاتے تھے۔ ہمیشہ مراقبے میں رہتے تھے اور آنکھ کھولتے تھے اور بند کر لیتے تھے۔ آنکھ کھولنے میں ایک نادر یعنی عجیب جمال دکھائی دیتا تھا اور بند کرنے میں ایک دوسری کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ جب شیخ وہاں پہنچے اور اس مجذوب پر نظر ڈالی۔ شیخ پر خوف طاری ہو گیا۔ اور آپ خاموش ہو گئے دور سے شیخ اس مجذوب کو دیکھتے تھے۔ کیونکہ روشنی ان کے دیدار و جمال کی کوہ طور جیسی دکھائی دیتی تھی کیونکہ جب وہ آنکھ کھولتے ہیں تو اس نظر کے ساتھ ہر ایک چیز جل جاتی تھی پھر جب آنکھ بند کر لیتے ہیں تو وہ چیزیں سرسبز ہو جاتی تھیں شیخ وہاں سے ڈر کے مارے خوف زدہ ہو کر قریب کے گاؤں کو چلے گئے۔ گاؤں میں جا

کر دریافت کیا حجام کے ہتھیاروں کو، اور ہتھیار لے کر غار کی طرف روانہ ہوئے جب غار میں آئے مجذوب کا سر دیکھا کہ زانو پر رکھا ہوا ہے اور عالم مراقبے میں ہے۔ فوراً آپ سامنے چلے گئے تاکہ جب آنکھ کھلے تو پہلے مجھ پر پڑے۔ جب شیخ سامنے کھڑے ہوئے اور مجذوب نے اپنی آنکھ کھولی دیکھا کہ شیخ سامنے کھڑا ہوا ہے۔ مجذوب کی کھلی آنکھ کو دیکھتے ہی شیخ پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی غیب سے جو کچھ کہ شیخ کے دل میں باتیں تھیں۔ وہ تمام نظر کے ساتھ شیخ بہلول پر ظاہر ہوگئیں۔ اور جو کچھ کہ مقصد حاصل ہونے کے تھے۔ ایک ہی نظر کے ساتھ تمام مقصد حاصل ہوگئے۔ اور دروازہ سر حق کا کھل گیا بہلول کے اوپر، شیخ بہلول کے اسی مجذوب کی نگاہ سے فیضان کلی حاصل ہوگیا۔ اور جلال و جمال حق سے آگاہی ہوئی۔ شیخ بہلول نے اپنی آنکھ کھولی اور جلال خدا کو پایا۔ اور اسرار حق کے مکتب میں تقرب حق کی تعلیم ہوئی۔ ایسا وجد اور سماں ہوا کہ آپ اپنی جان کو بھول گئے اپنی ہستی سے گزر کے ہستی حق میں پہنچ چکے۔ عالم ہستی سے عالم باطنی کو پہنچ گئے۔ مجذوب کا نام شیخ کو ہی معلوم ہے۔ دوسرے کسی کو معلوم نہیں کیونکہ مجذوب نے اپنا نام کسی دیگر سے نہیں کہا۔ اسی لئے میں نے بھی اس کتاب میں نام نہیں لکھا کیونکہ میں نے بھی مجذوب کا نام کسی سے نہیں سنا۔ الغرض کہ شیخ نے جو کچھ کہ دیکھنا تھا دیکھا اور جو کچھ کہ پانا تھا پا چکے اور نام شیخ نے پوچھ لیا۔ اور عرض کیا کہ میں آپ کے سر کے بالوں کی حجامت کرنا چاہتا ہوں۔ ان مونچھوں کو بھی جو حد سے زیادہ بڑھ گئی ہیں تراشوں تاکہ سنت نبوی ﷺ کے آداب کو بجا لاؤں بغل اور زیر ناف کے بالوں کو بھی اگر حکم ہو تو پاک کروں۔ اور اگر آپ کی مرضی مبارک ہو، ناخن بھی ہاتھوں اور پیروں کے اتار دوں۔ مرد حق نے کہا ارشاد کے ساتھ جو کرنا ہے کر۔ شور و غوغا مت کر۔ شیخ گئے حجامت کے لئے آمادہ ہوگئے اور کیا جو کچھ کہ کرنا تھا پس ہاتھ باندھ کر شیخ بہلول نے عرض کیا کہ اب مجھے رخصت دی جائے مرد حق نے شیخ بہلول کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور کچھ راز جو مخفی تھے کہہ سنائے۔ کہ تو سیدھا لاہور جا۔ اور حسین نام لڑکا ہے اس سے مل پس رخصت کیا مرد خدا نے اور بہلول لاہور کی

طرف سیدھے روانہ ہوئے۔

آنا شیخ بہلول کا حضرت شاہ حسین کی تربیت کے لئے بطرف لاہور

جب لاہور میں شیخ پہنچے اور سب طرف نظر ڈالی الہام الٰہی ہوا کہ حسین کی گلی کی طرف جاؤ، عالم غیب سے وہ راستہ آپ کو بتلایا گیا۔ ادھر سے حسین کو بھی ظاہر کیا گیا۔ کہ کوئی رہنما آ رہا ہے۔ حسین کی عمر بہت تھوڑی تھی یعنی دس سال کی عمر تھی قرآن پڑھتے تھے مکتب میں جو کہ آپ کے مکان کے نزدیک تھا۔ ابو بکر حافظ استاد تھے۔ کہ قرآن کا سبق آپ کو دیتے تھے سات سپارے آپ حفظ کر چکے تھے۔ شیخ بہلول مکتب میں آئے تا کہ ان کی اندھیری کو اُجالے سے بدل دیں۔ وہاں بہت سے لڑکے بیٹھے تھے۔ لیکن بغیر کسی سے پوچھنے کے محبت سے نظر حسین پر پڑی۔ بوبکرؓ استاد سے پوچھا، کہ اے حافظ کلام اللہ، سچ بتا کہ اس لڑکے کا نام کیا ہے۔ اور یہ کیا پڑھتا ہے۔ حافظ نے کہا یہ مبارک لڑکا سات جز قرآن کے ازبر کر چکا ہے۔ اور اب آٹھواں سپارہ شروع کرنے کی تیاری ہے اور اس کا نام حسین ہے بیٹا عثمان کا کہ خدا اس کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ شیخ بہلول نے جب حسین کی کیفیت سُنی، معلوم کیا کہ یہ وہی حسین ہے کہ جس کی تعلیم کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ حافظ بو بکر سے کہا کہ اس لڑکے کو بولو کہ میرے وضو کے لئے پانی لائے۔ اور پانی دریا سے لائے تا کہ اس کو اللہ پاک زیادہ ثواب عطا کرے۔ استاد نے حسین سے کہا کہ جاؤ جلدی پانی لاؤ دریا نزدیک تھا حسین پانی لانے کے لئے تشریف لے گئے۔ پانی کا کوزہ شیخ کے سامنے لا کر رکھ دیا شیخ آئے اور کوزہ پانی کا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور وضو کیا۔ منہ طرف قبلہ کر کے، اور دُعا مانگی جناب الٰہی سے کہ یا اللہ اس کو گروہ فقراء میں کر۔ مدت تک شیخ لاہور میں رہے۔ کیونکہ ان کو حکم تھا امام کا، کہ حسین کے سب کاموں کو سنوارا جائے۔ شیخ کو رات دن یہی خیال تھا۔ اور اس پر مانند عاشقوں کے ہمیشہ نظر رکھتا تھا۔ تا کہ اس کی نظر کامل سے اس پر اثر پہنچے۔ جب رمضان کا مہینہ آ گیا، شیخ نے چاہا کہ تراویح میں قرآن اس لڑکے سے سنے۔

ماہِ صیام میں تراویح کے لئے بہلول اسی مسجد میں آئے۔ جہاں یہ امامت کرتے تھے۔

ذکر ملاقات کرنا شاہ حسین کا دریا کے کنارے پر خضر علیہ السلام کے ساتھ

رات کو رمضان کی تراویح کیلئے حسین نماز میں امام گردانے گئے۔ سات سپارے انہوں نے اسی رات پڑھے اور شیخ بہلول سے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ مجھے جتنا یاد تھا میں نے اتنا سنا دیا۔ آگے مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ شیخ بہلول نے کہا کہ تم کیوں پیچھے ہٹے ہو۔ کیا قصور ہوا ہے جو نہیں پڑھ سکتے ہو نماز میں پھر کھڑے ہو جاؤ اور جو نہیں پڑھے ہو وہ پڑھو گے۔ جاؤ میرے وضو کے لئے دریا سے پانی لاؤ۔ جب تم دریا پر جاؤ گے اور پانی کوزہ میں بھرو گے تو تمہارے پاس عالم غیب سے ایک نورانی شخص آئے گا۔ جس کے جسم مبارک پر سبز لباس ہو گا۔ وہ تم کو علم الٰہی سے آگاہ کرے گا۔ اور ہدایت دے گا۔ اللہ کی طرف سے تم اپنے سر کو اس کے پاؤں میں ڈال دینا اور جو کچھ کہ وہ فرمائے گا بجا لانا۔ حسین دریا پر گئے اور پانی کوزہ میں بھرا۔ دریا سے نکل کر اپنے شیخ کی طرف چلنے کا ارادہ کیا۔ دیکھا کہ ایک ضعیف آدمی لباس سبز پہنے ہوئے۔ سفید داڑھی اور نورانی چہرے والا کشادہ پیشانی خندہ رو ظاہر ہوا۔ اور حسین سے کہا السلام علیکم اے لڑکے، اللہ نے تیری تعلیم کے لئے مجھے بھیجا ہے۔ اب مجھے واجب ہوا ہے تعلیم دینا۔ میں خضر پیغمبر[1] ہوں مجھے پہچان اور کوئی ڈر اور وسوسہ مت کر۔ اپنے دل کو جمع رکھ اور یقین رکھ اللہ نے مجھے تیرے لیے بھیجا ہے۔ اور حکم دیا کہ تجھے میں علم پڑھاؤں اور علم لدنی کی تعلیم دوں۔ جب تو علم لدنی مجھ سے پڑھ چکے گا تو کوئی چیز تجھ سے باقی نہیں رہے گی۔ فیضان الٰہی سے تو ماہر ہو جائے گا اور تجھ پر علم ظاہری اور باطنی کے پردے کھل جائیں گے۔ تھوڑا پانی میرے ہاتھ پر ڈال اس کوزہ میں سے تاکہ تیرے حلق میں وہ پانی ڈالوں تاکہ تجھ پر تمام علوم کا دروازہ کھل جاوے۔ جب حسین نے یہ بات خضر علیہ السلام سے سنی۔ اس وقت اپنے سر کو ان کے پاؤں پر رکھ دیا۔ اور کہا کہ میری

1- مصنف نے حضرت خضر کو پیغمبر کہا ہے لیکن آپ کا پیغمبر ہونا ثابت نہیں۔ (نظر ثانی کنندہ)

جان اور دل فدا ہے آپ پر یا حضرت، جلدی میرے منہ میں یعنی دہان میں وہ پانی ڈال دیا جائے۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اے لڑکے اپنا سر میرے پیروں پر سے اٹھا حسین نے عرض کیا کہ یہ سر فدا ہے آپ کے پاؤں پر سے، سر کیا بلکہ میری جان بھی فدا ہے۔ جب اللہ ہی نے آپ کو میرے لئے بھیج دیا ہے تو میں اپنا سر کیسے آپ کے پاؤں پر سے اٹھاؤں۔ خضر علیہ السلام نے بہت مہربانی اور کمال نرمی کے ساتھ حسین کے سر کو اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر سے اٹھا دیا اور کہا کہ پانی میرے ہاتھ پر ڈالو تا کہ وہ پانی میں تیرے دہن میں ڈالوں کہ حسین نے، اسی وقت وہ پانی خضر علیہ السلام کی ہتھیلی پر ڈالا تا کہ علومِ باطنی سے فیضان حاصل کرے خضر علیہ السلام نے وہ پانی حسین کے منہ میں ڈالدیا پانی کا ڈالنا ہی تھا کہ تمام رازوں کے تمام پردے کھل گئے اور فیضانِ خضر حاصل ہوتے ہی جو باتیں نا معلوم تھیں ان تمام کا اظہار ہو گیا خضر علیہ السلام نے کہا کہ جاؤ اے لڑکے میں نے تم کو خدا کو سونپا اپنے شیخ کے پاس جاؤ اور اس سے راستہ لو اور شیخ کو میرا سلام دو جب حسین تمام رازوں سے آگاہ ہو گیا روانہ ہوا، اپنے شیخ کی طرف پانی وضو کے لئے لایا شیخ بہلول نے کہا اے لڑکے اس بھید کو خبردار کسی دوسرے سے مت کہنا تا کہ تمہیں ان نعمتوں سے فائدے حاصل ہوں دیکھا اللہ کی قدرت کہ خضر علیہ السلام نے تجھے کیا قرآن پڑھا دیا۔ آج رات میں امامت کر اور اوّل سے آخر تک قرآن کو پڑھ پیشوا ہو جا ہم سب کا نیت صاف کے ساتھ تمام قرآن پڑھ بغیر کسی رکاوٹ کے۔

ذکر پڑھنا شاہ حسین کا تمام قرآن بغیر تعلیم ظاہری کے تعلیم سے خضر علیہ السلام کی اور شہرت ہونا دُنیا میں اللہ کی شاگردی کی

جب رات آئی نماز کے لئے کھڑے ہوئے پڑھنا ابتدا سے شروع کیا اور کہیں رکتے نہ تھے۔ ستائیس دن میں قرآن کو ختم کیا۔ بسم اللہ سے ناس تک تمام قرآن

بغیر کسی رکاوٹ کے پڑھ لیا۔ ہر ایک شخص کو حیرت ہوگئی کہ کیسے قرآن پڑھا سب سننے والے حیران کہ یہ مشکل کیسے آسان ہوئی ہر شخص تعجب سے کہتا تھا کہ حسین یہ کیا راز ہے یہ تو معجزہ ہو گیا، کیا دروازہ فیض حق کا آپ پر کھل گیا۔ سچ ہے جس کا اللہ رہبر ہوتا ہے اس پر ایسے ہی دوراز ے کھل جاتے ہیں جس کو اللہ کی طرف سے توفیق ہوتی ہے۔ اس کو ایسی ہی ہدایت ہوتی ہے کیونکہ جو نہیں پڑھی ہوئی چیز وہ بغیر تامل پڑھ لی گئی۔ پس اللہ ہی نے حسین کو نواز دیا۔ علم لدنی سے ان کو آگاہ کر دیا گیا۔ شیخ نے محبت سے حسین کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور اپنے نزدیک جگہ دی۔ اس پر سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ اور حق باطل کا فرق کر سکتے ہیں کہ حسین بے شک مطلوب حق ہے وہ خدا کی طرف سے اس مرتبے کو پہنچایا گیا اللہ نے اپنے فیض سے فقر و فنا کا درجہ دیا یہ اس کی کرامتیں ہیں کہ اللہ نے اس کو اس درجے کو پہنچایا کہ اتنی بڑی بزرگی اور اتنی تکریم دی۔ امام رضا علیہ السلام کے ارشاد سے شیخ بہلول کو یہ ندا پہنچی تھی۔ اس لئے وہ حسین کی تربیت کے لئے تشریف لائے اور اپنے فیض سے اس کا تصفیہ کیا۔ جس زمانے میں شیخ حسین کی طرف آئے اور حسین کی تلاش کی وہ نیک گھڑی اور نیک وقت تھا۔ سال ۹۵۵ ہجری تھی جو پیر سے ان کو ہدایت ہوئی یعنی جس تاریخ سے شیخ بہلول نے آکر ان کو رنگ دیا اور خدا کے راستے میں بڑی تلقین کی۔ سچ ہے جو اللہ کا خاص بندہ ہوتا ہے۔ وہ حسین سری بنا دیا جاتا ہے۔

ذکر رخصت کرنا شیخ بہلول کا شاہ حسین کو اور حوالے کرنا حضرت سید مخدوم پیر علی ہجویری کے اور ان کے روضہ منور پر عبادت و ریاضت الٰہی میں مشغول رہنا اور عشق حقیقی کو پانا دریائے راوی کے اوپر پانی کے اندر لاہور میں

شیخ نے جب حسین کو رخصت کرنا چاہا۔ اللہ کو سونپا اور اللہ کی حفاظت میں دیا اور لاہور چھوڑ نا چاہا جاتے وقت میں یہ ارشاد کیا کہ اپنے پیر کے ساتھ جو فقر کی صورت

ہے۔ اور عشق الٰہی کی رمز ہے۔ وہ محبوب سبحانی ہے۔ اور مطلوب خدا ہے پیر ہے پیرانِ عشق ولایت کا، بادشاہ ہے ملک فقر و فنا کا۔ زندہ کرنے والا ہے دین کا اور مٹانے والا ہے بدعتوں کو، آراستہ کرنے والا ہے شرع شریف کو اور حامی سنت ہے۔ جس مرید نے اس سے تلقین پائی وہ دراصل ہوا یقین کے درجے کو۔ کیونکہ وہ غوث ہے جن اور انس کا۔ اور وہ قطب ہے خدا پرستوں کا اور وہ پاک ہے گناہوں سے۔ وہ قطب بھی ہے اور غوث بھی ہے۔ اللہ کے نزدیک والا ہے۔ اور مقتدا ہے دونوں جہان میں وہ پیر میرا بھی ہے اور تیرا بھی ہے۔ وہ تجھے کمال کے درجے کو پہنچائے گا وہ ہر بے کس کا پیر ہے۔ اس کی اطاعت کی جائے۔ میں اب اس شہر سے روانہ ہوتا ہوں تو آزردہ خاطر مت ہو۔ احتیاط کے طور پر میں نے تجھے سونپ دیا۔ پیر علی ہجویری کے پاس۔ اس سے توفیق لم یزل حاصل کرے۔ وہ پیر کامل ہے ہجویر کا۔ اور اس نے سوائے خدا کے کسی کو نہیں دیکھا دوئی کو مٹا دیا۔ دونوں جہان میں برگزیدہ ہو گیا۔ ہجویری حضرت مخدوم ہے۔ کوئی شخص اس کی درگاہ سے محروم واپس نہیں گیا۔ جس نے اس کی درگاہ پر سر رکھا اس کو راستہ مل گیا۔ اور جو مراد کہ اس کے دل میں تھی پوری ہو گئی وہ مخدوم شیخ پیر علی ہجویری ہے۔ جس سے تجھے سعادت ازلی ملے گی، جس کو آسمان نے گرا دیا وہ اس کا دستگیر ہو جاتا ہے۔ جس کا دستگیر وہ ہوا۔ اس کے تمام کام بن آئے جو مجبور ہے کسی کام میں وہ اس کی امیدوں کو پورا کر دیتا ہے۔ وہ فیاض ہے مانند ابر برسنے والے کے۔ وہ دریا ہے جود و بخشش کا۔ وہ محتاجوں کی حاجتوں کو رفع کرنے والا ہے۔ وہ محتاجوں کی مشکلوں کو پورا کرنے والا ہے۔ فرشتوں کے ملک کا ستارہ ہے وہ لامکان پر اڑنے والا ہے۔ وہ بلبل ہے باغِ لامکاں کا، وہ پھول ہے باغِ بے نشان کا۔ سوسن ہے باغِ فقر و فنا کا۔ لالہ ہے باغ صدق و صفا کا، خوشبو اس کی سے نسیم ولایت کی بو آتی ہے۔ اور اس کے تقویٰ کا پھول شگفتہ ہوا جو کوئی کہ اس کی ولایت سے مست ہوا اس کے دین اور عقبیٰ کے کام بن گئے اس کا قدم محلِ رضا مندی کا ایک ستون ہے۔ کہ اُس سے دین حق نے زینت پائی۔ وہ جہان کی مراد کو پورا کر دینے والا ہے بیشک اس کے دروازے کی خاک سرمہ

ہے ہماری آنکھوں کا۔ امید کی آنکھیں اس سے روشن ہیں آفتاب اور چاند اس سے روشن ہیں وہ اللہ کے ساتھ ہمنشین ہے اور مجلس وصال میں وہ سب سے آگے ہے وہ دراصل حق ہے۔ اس کے اوپر درود و سلام۔ وہ پیر ولایت لاہور ہے اور اس کا روضہ مبارک مظہر نور ہے۔ اس کے نور سے تیرا دل روشن ہو جائے گا۔ اور اس کے فیض سے تیرے دل کا باغ کھل جائے گا۔ اس پیر کی تو خدمت کر۔ کہ تیرا کام تمام آراستہ ہو جائے۔ جتنے بگڑے ہوئے کام ہیں سب انجام کو پہنچیں۔ وہ مربی حق ہے وہ درگاہ حق کو پہنچائے گا۔ اس لئے میں نے تجھے اللہ کے سپرد کیا۔ کہ اللہ پاک تجھے اس پیر کے سپرد کرے۔ اس کی خدمت دل و جان سے کرے۔ کہ وہ مخدوم ہے۔ صاحبان صدق و صفا کا۔ اگرچہ میں تیرا پیر ہوں لیکن میں نے اللہ سے چاہا ہے کہ فقیری میں میں نے جیسے کمر باندھا ہے وہ بھی تیرا دستگیر ہو۔ میرے ہاتھ سے اس مخدوم کا دامن تو تھام لے کہ پھر تجھے کوئی دوسرا ایسا مخدوم نہیں ملے گا۔ میں نے اپنی رضا مندی سے تجھ کو اس کے حوالے کیا۔ تا کہ اس کے پیالے سے تو مست ہو جائے۔ جب شیخ نے حسین کو یہ نصیحتیں کیں جیسا کہ باپ بیٹے کو نصیحت کرتا ہے یہ کہہ کر شیخ اپنے وطن کو روانہ ہوئے۔ وطن شیخ کا سات میل لاہور سے مشرق کی طرف تھا شیخ اپنے وطن کو پہنچ گئے اور حسین نے ان تمام نصیحتوں کو قبول کر لیا۔ راہ اعتقاد صدق اور یقین سے۔ اس تلقین کو قبول فرمایا۔ اپنے پیر کے حکم کے مطابق تمام باتوں کو چھوڑ دیا۔ ماسوائے ذکر اللہ کے۔ دل فارغ کے ساتھ ذکر خداوند تعالیٰ میں مشغول ہو گئے۔ اتنے سرگرم ہو گئے ذکر خدا میں کہ آپ کو اپنے سر اور پاؤں کی بھی خبر نہ تھی۔ محبت الٰہی سے کوچہ فقر میں سر و پا کی بھی خبر نہ تھی۔ بے خبر تھے جہاں سے۔ اور اہل جہاں سے۔ زہد اور پرہیزگاری میں خوش تھے۔ دن اور رات زہد اور تقویٰ میں تھے۔ آتش عشق الٰہی میں جل رہے تھے۔ ہمیشہ لب دریا رہ کر عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ ظاہر میں لباس متقیاں کا تھا۔ روز و شب نماز الٰہی میں تھے اور تمام تمام شب کھڑے رہنے میں گزر جاتی تھی۔ چھبیس سال ایسی ہی ریاضت کی کہ سر کو جانماز سے نہ اٹھایا، کھڑے رہتے تھے۔ سامنے خدا

کے با آداب، نصف حصہ پانی میں تمام رات، سردی میں بھی اور گرمی میں بھی۔ بارش اور اولوں میں بھی، اولوں کی سختی کھا کر بھی وہیں صبر کیا، تمام رات پانی میں کھڑے رہ کر قرآن صبح تک ختم کرتے تھے۔ ہر رات کو یہی حالت تھی۔ قرآن شریف ختم کر کے جماعت کی نماز میں شریک ہو جاتے تھے۔ کبھی آپ نے جماعت کی نماز کو نہ ترک کیا تھا۔ اور بعد اس کے پیر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے منبر کا طواف کیا جاتا تھا۔ صبح سے آدھے دن تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ قرآن شریف والناس تک ختم کیا جاتا تھا۔ جب باراں برس ایسے گزر گئے۔ آپ پر کشف ہوا عین الیقین کا، ایک روز آپ چار دیواری پیر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور دن جمعہ کا تھا اور مہینہ رمضان کا تھا کہ یکا یک مزار مبارک پیر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نور ظاہر ہو کر حسین کی آنکھوں میں دکھائی دیا۔ ایک ایسا خوشنما اور پاکیزہ نور تھا جس کا مظہر پاک رحمان سے تھا۔ جب حسین نے اس نور پاک کو دیکھا سرمست ہو گئے اور بے خودی کا عالم آپ پر طاری ہو گیا۔ دونوں آنکھیں اس نور کے اوپر لگی ہوئی تھیں اور دل قابو میں نہ تھا۔ جب حسین مست ہو گئے اس نور کو دیکھ کر بے خود ہو کر اپنی جگہ سے کود پڑے۔ ارادت خاص سے اسی نور کے سامنے گر پڑے اور عرض کیا اے مقبول خدا عرفان کی آنکھ تو نے اپنا سایہ میرے اوپر ڈالا اور میرے کو اُس دولت عظمیٰ یعنی دولتِ دین سے سرفراز کیا۔ آپ سچ فرمائیں کہ آپ کون ہیں۔ اس تجلی کے ساتھ کہ آفتاب بھی آپ کے تجلی مبارک کے سامنے شرما رہا ہے آخر آپ کا نام مبارک کیا ہے مجھے آگاہ کیا جائے ارشاد ہوا میرا نام ابو الحسن شیخ پیر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہے تو نے باراں سال میری خدمت کی ہے۔ اس لئے تیرا مرتبہ بلند کیا گیا۔ خدا کے نزدیک تو مقبول گردانا گیا اور خدا سے تو واصل ہو چکا۔ اور اس واصل ہونے کی وجہ سے تیری ولایت کامل ہو چکی اب تیری ولایت کا آفتاب ہمیشہ روشن رہے گا اور تیرے دل میں ایک نور پیدا ہو گا کہ اس نور سے تو عالم کو روشن کر دے گا۔ اور جو کچھ کہ تو اللہ کی جناب میں عرض کرے گا اس کو اللہ قبول کرے گا۔ تو مست ہو گیا شربت جام صفا سے۔ اور مست ہو گیا تو محبت الٰہی سے اب تو اللہ کے ساتھ واصل ہو

گیا۔ اور عشق الٰہی نے تیرے دل میں اپنی جگہ لی۔ صدق و اعتقاد سے تو قوی ہو گیا اور آئندہ اس سے بھی زیادہ قبول ہو جائیگا۔

قرب الٰہی تجھ کو آخر درجہ تک پہنچائے گا تیرے پیشانی پر آثار نمودار ہیں دل خوش رکھ اور آباد رہو۔ یہ کلام کہہ کر شیخ پیر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک کو آپ کے سر پر رکھا اور دولت فقر میں آپ کو مخدوم کر دیا۔ حسین نے اپنا سر مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں مبارک پر رکھا۔ آپ نے شاہ حسین کے سر کو اپنے ہاتھ سے پاؤں پر سے اٹھایا اور کہا کہ یہ سر آسمان تک بلند ہو اور نور الٰہی سے ان کے دل میں روشنی ڈالدی اور رخصت کیا۔ حسین کے دل میں نور الٰہی کی روشنی پیدا ہوئی اور غیبی اسراروں کا کشف ہو گیا فقر کے جھاڑ کو پھل لگ گئے۔ اور ابر فیض الٰہی کا اس پر برس گیا دل کو حسین کے اطمینان ہو گیا زہد اور ریاضت پر آپ نے کمر باندھی۔ سوائے خداوند تعالیٰ کے تمام دنیاوی غرضوں اور تعلقوں کو ترک کر دیا۔ پیر کامل مخدوم پیر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے پوری تسلی ہو گئی اور آپ خدمت مخدوم میں مصروف رہے۔ ہر روز صبح آپ کے مقبرے مبارک پر آیا کرتے تھے اور اس سے فیضان الٰہی حاصل کرتے تھے اور مزار مبارک پر بیٹھ کر قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے دن کے وقت قرآن شریف مخدوم کے مزار مبارک پر ختم کرتے تھے اور رات کے وقت برلب دریا قرآن شریف ختم کرتے تھے رات اور دن میں دو دفعہ قرآن شریف ختم کرتے تھے دن کو روضہ مخدوم پر حاضر رہتے تھے اور رات اس معصوم کی دریا پر گذر جاتی تھی جب روضہ مخدوم مبارک پر قرآن شریف ختم کرتے تھے بعد ختم کرنے قرآن شریف کے اسکی نذر مخدوم کے روح مبارک کو پہنچائی جاتی تھی۔ مخدوم پیر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص دہلیز پر کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی پڑھی جاتی تھی پھر گھر کی طرف تشریف لیجاتے تھے اور کسی دیگر سے یہ مخفی بھید ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ جب طبیعت پس ماندہ ہو جاتی تھی قدرے خواب کرتے تھے عصر اور مغرب کی نماز کے درمیان تھوڑا سا خواب فرماتے تھے بعد قیلولہ کے نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ پھر مدرسے کے اندر علوم کے سننے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ شوق

سے علم تحصیل کیا جاتا تھا اور تفسیر قرآن پڑھی جاتی تھی کیونکہ آپ حافظ قرآن تھے۔ ہر ایک بات سے آپ کو آگاہی تھی اور ہر علم کے ماہر تھے لیکن علم ظاہر کا پڑھنا بھی ضروری ہے اس لئے تفسیر دیکھی جاتی تھی۔ آپ کو تو تمام علوم زمین اور آسمان کے پڑھا دیئے گئے تھے۔ کیونکہ خضر علیہ السلام آپ کے استاد تھے اور برلب دریا خضر علیہ السلام سے علم لدنی کی تعلیم ہوئی تھی۔ تمام علوم کی ماہیت آپ کو ہو چکی تھی اور آپ کے دل پر سب علوم کا نقش تھا۔ آپ کو کسی دیگر شخص سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے طلب کرو تم علم کو اگر ملک چین میں بھی ہو۔ اس لئے ظاہری علم کو پڑھتے تھے جب رات ہو جاتی تھی راہ نیاز سے نماز الٰہی میں مصروف ہو جاتے تھے اور بعد میں درس اور بحث علم میں مشغول ہو جاتے تھے۔ بعد ادائیگی نماز مغرب روزہ افطار فرماتے تھے یعنی قدرے کھانا کھاتے تھے بعد افطار کے نماز عشاء تک نفل نماز پڑھی جاتی تھی بعد میں نماز عشا کے فرض ادا فرماتے تھے ایسا ہی آپ کی عبادت اور ریاضت کا حال تھا۔ نماز عشا سے فراغت ہوتے ہی برلب دریائے راوی پہنچ جاتے تھے۔ ہر رات برلب دریائے راوی عبادت سبحان میں قائم رہتے تھے کتنے برس آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب محبت حق سے خوب مست ہو گئے۔ اور کبھی ناگہاں آپ کی طبیعت مبارک ناساز یا علیل ہو گئی تو بھی نماز اور روزہ نہیں چھوڑتے تھے اور کوئی وقت آپ کا وظیفوں اور نماز سے ناغہ نہ تھا۔ عبادت الٰہی میں آپ کا شوق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اس کی حد و انتہا نہیں حتیٰ کہ پاؤں مبارک تھک جاتے تھے۔ اپنے نفس کو مار دیا اور اپنی روح کو رازِ الٰہی سے آباد کیا خزاں کو بہار آ گئی اور گلستان روح کو پھل لگ گئے۔ نسیم عشق الٰہی نے حسین کے دل کے ہر ایک غنچہ کو کھلا دیا۔ ریاضت الٰہی سے اُس کے دل پاک میں عرفان کا بھید سما گیا۔ راہ بندگی سے گذر کر خواجگی کے درجے کو پہنچ گیا۔ اور اللہ سے مل گیا۔ ربوبیت سے مل کر عبودیت کا درجہ جاتا رہا۔ عالم فنا سے عالم بقا کو پہنچ گئے اور عالم فنا سے عالم بقا کو پہنچ کر اپنی ہستی کو مٹا دیا۔ راہ نیستی میں جب گذر کیا جو بھید کھلنے کے تھے کھل گئے۔ دوئی سے یکتائی ہوگئی بندہ فنا ہے۔ معبود کے اندر اور

بعد فنا کے پھر بقا ہے، معبود کے اندر جب بندہ اور معبود ہمراز ہو گئے تو پھر تمیز نہ رہی۔ عبد و معبود کی۔ جب عبد معبود مطلق سے مل گیا تو پھر عبدیت باقی نہ رہی۔ جب وحدت سے صفائی کا راستہ مل گیا۔ بندہ اپنے کو بھی خدا دیکھتا ہے جب منصور فنا سے آزردہ ہو گئے اپنے کو انہوں نے اناالحق کہا۔ پس جب کہ عابد نے اپنے وجود کو فنا کر دیا اور بقائے وجود الٰہی سے مل گیا۔ تو عبدیت کا نقشہ اُڑ گیا اور سب معبود ہو گئے۔ درمیان سے حجاب کے پردے اڑ گئے تو میں اور تو پنا جاتا رہا۔ بھید توحید الٰہی کا کھل چکا۔ اور صفت موحدی سے موصوف ہو گیا۔

جب حسین نے خدا سے ہدایت پائی اور فقر میں ان کو یہ عنایت ملی کہ توحید حق میں ہمدم ہو گئے ہمدم ہو کر موحد ہو گئے اور محقق ہو گئے پس کثرت سے منہ کو پھیر دیا اور حقیقت وحدت میں راستہ لیا۔ جب آپ کو دروازہ حقیقت مل گیا اور تمام بھیدوں سے آگاہی ہوگئی ناسوت سے گزر کر عالم ملکوت کو پہنچے، عالم ملکوت سے عالم جبروت میں مقام کیا۔ اور جبروت میں بھی آرام نہ کیا۔ اور بے تکلف لاہوت کے مقام کو پہنچے قدم رکھا آپ نے خلوت راز میں پائی جگہ نیاز سے نازکی۔ پہلے نیاز مند تھے۔ پھر نازنین ناز ہو گئے۔ پہلے محب تھے بعد میں محبوب ہو گئے۔ پہلے طالب تھے پھر مطلوب ہو گئے۔ بیشک حسین بےشک مطلوب ہے خدا کا محبوب ہے۔ کہ خداوند عالم نے ان کو فقر کے درجے میں پورا کیا اور علم غیب سے آگاہ کیا۔

ذکر شاہ حسین مقصود العینی

قید اصلاح ظاہری سے اور قائم کرنا کوچہ ملامت کا واسطے چھپانے ان بھیدوں کے جو خدا کی درگاہ سے ان کو نصیب ہوئے۔ اسی طرح پر آگاہی اور کشف الٰہی میں اور علم خدا کے حاصل کرنے میں آپ مصروف تھے۔ ظاہری علم کی تعلیم کے لئے شیخ سعد اللہ سے تعلیم پاتے تھے۔ شیخ عامل اور عالم تھا، فقیہ تھا، یگانہ اور کامل تھا، فاضل تھا علم اور فضل کا بانی محقق تھا، راز خدادانی کا حسین ان سے تفسیر مدارک پڑھتے تھے،

پڑھتے ان سے ہمیشہ سبق اور سبقت لے گئے۔ علم ظاہری سے باطنی کی طرف، آپ کے سبق میں ایک آیت آئی جس کے یہ معنی تھے۔ وہ آیت کلام اللہ کی تھی جو توحید کا رستہ بتلا رہی تھی۔ کہ سوائے اس کے نہیں ہے زندگی جہان کی۔ کہ ہوئے لہو اور لعب مانند لڑکوں کے۔ لڑکوں کا کام کھیل اور کود کا ہے۔ پس اس دنیا کے اوپر کوئی اعتبار نہیں۔ حسین نے اپنے استاد کے اوپر سوال کیا کہ یہ بھید حال پر ہے یا قال پر۔ جب اللہ نے یہ آیت مبارک زندگی دنیا کی بابت میں کہا۔ زندگانی عالم فانی کی لہو ولعب ہے۔ یہ فرما دیں کہ آیا لہو لعب سے کیا مراد ہے۔ تا کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے۔ شیخ سعد اللہ نے کہا کہ تو کیا پوچھتا ہے، جب کہ تو نے اس کے معنی نہیں سمجھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اہل علم کے نزدیک کھیل اور کود سے کیا مطلب ہے۔ اور اس سے کیا مقصد نکلتا ہے۔ جب حسین نے اپنے استاد سے یہ بات سنی تو ہاتھ بجاتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ اور رقص مستانہ شروع کر دیا۔ کہا کہ میں سمجھ گیا کہ اس دنیا میں کھیل اور کود اس کو کہتے ہیں اور لہو و لعب کے سوا کچھ بھی روا نہیں ہے۔ فاضل نے کہا یہ باتیں جائز نہیں ہیں۔ عقلمندوں کے نزدیک۔ حسین نے عرض کیا کہ ہشیار وہی ہے۔ ہر دو جہان میں کہ دنیا و دین کے کاموں سے فراموشی اختیار کر لے اور اپنی ہستی کو یاد الٰہی میں مٹا دے۔ استاد نے کہا یہ کب اچھا ہے۔ اے حسین کہ سبق پڑھتے پڑھتے رقص کی جانب مشغول ہونا۔ حسین نے کہا کہ جائز ہے۔ رقص کا کرنا اس شخص کو کہ جس نے اپنے نفس کو مار دیا اور اپنی ہستی کو مٹا دیا۔ ناچ کرنا دیدہ عقلمندوں میں اس غرور اور تکبر اور خود بینی سے جو اہل علم کو عمل نہ ہو۔ بہتر ہے۔ ناچ کرنا بازار میں۔ اپنی عقل کی آنکھ کو کھول کر دیکھ کہ تو نے خود بھی تفسیر میں بیان کیا کہ دنیا کھیل ہے۔ پس جبکہ دنیا کھیل کی جگہ ہے۔ پھر اس میں کھیل کرنے کے واسطے کیا ممانعت ہے میں نے اس آیت کی مطابقت کی کیونکہ کار ساز عالم نے دنیا کھیل اور کود کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور آیت قرآن پکار کر کہہ رہی ہے کہ دنیا کھیل کی جگہ ہے اور جو لوگ کہ اس میں موجود ہیں وہ کھیل اور کود میں مشغول ہیں اور اللہ نے ہمارے کو کھیل اور کود کے لئے پیدا کیا۔ اس لئے آیت قرآنی کے

موافق دنیا کو کھیل تصور کر کے میں اٹھ کھڑا ہوا پس یہ کھیل میرا لائق سزا نہیں ہے اور یہ فعلِ خدا کا کرایا ہوا ہے۔ اگر ہم لہو دنیا سے کراہت کریں تو یہ خدا کے فعل سے کراہت کرنا ہے اور جس نے فعل خدا کو مکروہ تصور کیا۔ اس نے خدا کے ساتھ تکبر کیا۔ وہ خدا کے انعاموں کے اور عنایت کے لائق نہیں ہے۔ پس میں پناہ مانگتا ہوں اللہ سے۔ کہ اس کام میں جو کہ میں نے کام کیا ہے میں خدا سے بیزار نہیں ہونا چاہتا۔ پھر حسین نے کہا کہ میرے کو ایک حدیث یاد ہے جو کہ میں زبان پر نہیں لاتا لیکن شرع کو ظاہر کرنے کے لئے بولنا ہی چاہئے جب کہ خدا کی ذات پوشیدہ خزانہ تھے۔ اور اللہ نے چاہا کہ دنیا میں اپنے حسن کو ظاہر کروں اور بھید دوست رکھتا ہوں میں کہ کھولدوں پردہ خدائی کا اور پیدا کروں دنیا کو تو پیدا کر دیا اس نے عین عالم خوشی میں دنیا کو۔ تا کہ دنیا اس کو پہچانے اور اس کی خدائی کو مان لے۔ اس لئے ممکنات کو پیدا کیا اور نام اس کا دنیا رکھا۔ اور عمارت دنیا کی کھیل اور کود پر ہی باندھی گئی اور دنیا خود کھیل کی جگہ ہے۔ چنانچہ لڑکے جب خوش ہوتے ہیں تو کھیل شروع کر دیتے ہیں۔ جب کہ یہ دنیا عدم سے ظاہر ہوئی تو اللہ پاک کا وجود بھی ظاہر ہوا۔ جب اللہ پاک کا وجود ظاہر ہوا تو ہم اور تم تماموں نے اقرار کر لیا اس سے ثابت ہوا کہ اللہ پاک کو لہو ولعب منظور ہوا۔ جب اللہ لہو ولعب میں جلوہ نما ہے۔ تو لہو ولعب ہر دوسرا میں جائز ہے۔ لہو ولعب میں ہی اس کے حسن کی ذات پوشیدہ ہے۔ ایسا ہی اللہ پاک نے دنیا کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا تا کہ ظاہر ہو دنیا کے اوپر اس کی ہستی کی دلیل۔ اللہ پاک کی ہستی کی دلیل اسی کھیل سے ظاہر ہے اور اسی لئے قرآن شریف میں لہو ولعب کا ذکر فرمایا۔ اسی خوشی کی حالت میں اس دنیا کو اپنی دلیل کے ساتھ ظاہر کیا جو کچھ اسباب دنیا خدا کی جانب سے ظاہر ہوئے وہ مطلع آفتاب نور خدا ہے۔ پھر کیوں نہ میں دلیری کروں۔ اور کیوں نہ اس کار خیر میں نظر ڈالوں۔ مجھے چاہئے کہ کھیل اور کود کو اختیار کروں۔ جب حسین نے اس حدیث پوشیدہ کو بیان کیا تو استاد فاضل نے کہا اور سنا کہ بیشک یہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور خاموش ہو گیا اور سوائے خاموشی کے کوئی دوسرا علاج نہ دیکھا۔ اس کہنے کے اوپر استاد فاضل کو پوری تسلی

ہوئی اور معنی آیت سے بھی پوری پوری خبرداری ہوگئی۔ شیخ فاضل آپ کی کلام سے بہت حیران ہوئے۔ اور پھر ناچ کے متعلق ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ جب حسین سے یہ اسرار حل ہوئے تو آگے بیان کرنے کی استاد کو بالکل طاقت نہ رہی اس کے دل سے وسوسے تمام جاتے رہے۔ اور یقین کامل ہو گیا۔ از روئے قیاس کے اور معلوم کیا کہ حسین پوشیدہ یعنی علم باطنی میں کمالات کو پہنچ چکا ہے۔ اور علم ظاہری کے پردے میں علم باطنی کو چھپا رہا ہے تاکہ کسی دوسرے کو یہ بھید ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ علم باطنی کا پورا عالم ہے۔ اس کا علم لدنی عالم کے علم سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ پس حسین مدرسے سے پیر بجاتے ہوئے باہر نکل گئے۔

ذکر کرامت شاہ حسین مقصود العینی مدرسے سے نکلتے وقت

مدرسے کے آگے ایک کنواں تھا کہ لوگ کنویں کا پانی پیتے تھے۔ جلد تفسیر مدارک کو اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ اس کو اپنے ہاتھ سے اس کنویں میں ڈال دیا۔ اہل تدریس نے جب یہ حال دیکھا بہت پریشان ہوئے اور حسین کو سخن بے جا کہنے لگے۔ حسین نے فرمایا کہ؟ اے دوستو مجھے تم کیا کہتے ہو، کیوں مجھے ایسے سخن کہتے ہو، میرے پر ملامت نہ کی جائے اور مجھ پر کسی قسم کی تہمت نہ لگائی جائے۔ مجھے نہ تو مدرسے کی ضرورت ہے اور نہ اس کتاب کی ضرورت ہے اس سبب سے میں نے اس کتاب کو پانی میں ڈال دیا۔ اگر تم چاہتے ہو اس کتاب تفسیر مدارک کو لینا تو میں اسے اللہ کے واسطے نکال دیتا ہوں۔ کتاب کو اسی وقت پانی میں سے نکال دیا اور ایک ورق بھی اس کتاب کا نہ بھیگا تھا۔ تمام دیکھنے والے حیران ہو گئے اور ایک دوسرے کو دیکھنے لگ گئے۔ تعجب سے کہتے تھے کہ اس کتاب کا ایک ورق بھی پانی سے تر نہ ہوا۔ یہ کیا سبب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حسین خدا کا ولی ہے اور اس نے یہ کمال اللہ کی جانب سے حاصل کیا ہے۔ اللہ نے اسے اپنے فضل سے نواز دیا ہے۔ جب یہ کتاب پانی میں خشک نکل آئی۔

ذکر چھوڑ دینا مدرسے کا اور ملامت کی گلی میں آنا

پس جب معلوم ہوا حسین کا حال اور آپ کی کرامت کی شہرت عام طور پر زمانے حال میں پھیل گئی۔ لاہور میں ہر ایک آدمی کی زبان پر یہ لفظ تھا کہ حسین کرامت والا ہے۔ حسین جہاں سے اور اہل جہاں سے ایک طرف ہو گئے اور اغیار کی محبتوں سے بھی ایک طرف ہو گئے اور دل اور جان کو محبت الٰہی میں باندھ دیا اور دنیا کی ملامتوں کو قبول کر لیا۔ جب اللہ کی محبت میں مصروف ہو گئے تو پاؤں بجاتے ہوئے مدرسے سے نکلے اور ریش (ڈاڑھی) و سر کو منڈوا دیا۔ اور جام شراب کو ہتھیلی میں لے لیا۔ ساقی اور رباب اور کباب اور شراب ساتھ لے لیا۔ دنیا کے حجاب کو اٹھا دیا پرہیز و زہد اور تقویٰ اور نماز کو چھوڑ دیا اور ملامت کے بازار میں شراب و رباب کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ زہد کا خرقہ یعنی جامہ سر سے کھینچ لیا۔ اس وقت ۹۸۱ ہجری تھا۔ جب کہ آپ نے شراب پینا شروع کی اور شراب سے مست ہو کر ایک دوسرا عالم طاری ہو گیا۔ اس وقت آپ کی ۳۶ برس کی عمر تھی عبادت خانے سے مے خانے کی طرف آ گئے اور دنیا کی عقل کے نزدیک دیوانے خیال کئے گئے اللہ کے شیدا ہو گئے۔ شراب خالص کے ساتھ، جو شراب کہ وہ پیتے تھے اس میں ایک لطف حاصل ہوتا تھا۔ اس سے غرض پینے کی نہ تھی۔ کہ عیش و عشرت کی جائے یا کہ نفس کو آرام دیا جائے۔ یا کہ ہاضمہ اچھا رہے بلکہ ان کا دراصل مطلب یہ تھا مخلوق خدا نفرت کی نگاہوں سے دیکھے اور لوگوں کی آنکھوں میں کم عزتی حاصل ہو۔ اور یہ پینا حسین کا اللہ کی رضامندی سے ہوا۔ وہ اپنے آپ نہیں شروع کئے بلکہ خداوند کریم کی مرضی ایسی ہوئی۔ مے کشی ان کا پیشہ نہیں تھا۔ اللہ کی طرف سے یہ پیشہ دیا گیا تا کہ لباس فقر میں رہ کر لوگوں میں بدنام رہے۔ اور کوئی اس راز مخفی کو سمجھنے نہ پائے۔ اس کے فقر کا راز چھپا رہے اس لئے وہ رندی اور لاابالی میں بھی فاش ہو گئے۔ اور راتوں کو بھی ان کی یہی حالت تھی جب ایک پہر رات گزر جاتی تھی آپ ہنستے رہتے تھے۔ پھر دوسرے پہر رات میں بھی ہنستے رہتے

تھے۔ اتنا زور سے ہنستے تھے کہ لوگ ان کے قہقہے کی آواز سنتے تھے۔ تیسرے پہر رات میں وہ نہایت ہی دردناکی سے روتے تھے۔ جیسا کہ کسی پر بڑی مصیبت آ گئی ہے۔ سوزِ دل کے ساتھ روتے تھے اور آہِ سرد کھینچتے تھے۔ اور آنسو آپ کے جاری رہتے تھے۔ روتے وقت میں افسوس افسوس کرتے تھے اور اشتیاق قرب الٰہی میں نعرے مارتے تھے۔ ہزاروں آہیں کھینچی جاتی تھیں۔ رات کے آخری حصے میں خوش ہو جاتے تھے اور صبح ہوتے تک قرآن شریف پڑھا جاتا تھا۔ چوتھا حصہ شب میں قرآن شریف ختم کیا جاتا تھا۔ کلامِ الٰہی پڑھنے سے جب فراغت ہو جاتی تھی تو جام، ساقی اور شراب کا دور چلتا تھا۔ قوال چنگ اور رود و شراب سامنے رہتی تھی۔ اور اہل مجلس کو شریک کر کے پیتے تھے۔ اپنے دوستوں کے ساتھ تمام دن خوشی میں گزار دیتے تھے۔ آدھی رات کے بعد شراب اور باجا وغیرہ تمام بند کیا جاتا تھا۔ ہنسنا اور رونا شروع ہو جاتا تھا۔ اور پھر قرآن شریف پڑھنا شروع کرتے تھے۔ جب کئی دن ایسے ہی گزر گئے تو آپ کی حالت کا طریقہ دوسرے رنگ پر ہو گیا۔ دن بھر تمام شوقِ وصال میں گزر جاتا تھا۔ ایسی ہی آپ کی حالت کئی روز تک رہی۔ جب اللہ کی طرف سے آپ کی بے قراری کو اطمینان ہوا تو آپ محو ہو گئے جلوہ حق میں، اور پردہ جلال الٰہی کا شق ہو گیا اور مے وحدت وصال خدا سے مست ہو گئے۔ تمام دن اور رات بعد میں دوستوں کے ساتھ شطرنج کھیلنا شروع کیا۔ ہمیشہ شراب اور باجے کے ساتھ، جہان کے تمام غم و فکر سے آپ کو بے فکری تھی۔ اس ظاہری حالت میں بھی، آپ کو قربِ الٰہی کا درجہ حاصل تھا۔ کیونکہ آپ تو بے تکلف دنیا کو چھوڑ کر دین کی طرف رجوع ہو گئے تھے۔ اور دین سے گزر کر اللہ کے ساتھ مل چکے تھے۔ پھر جام وصل سے بے ہوش ہو کر ہنسی اور رونا ظاہر فرماتے تھے۔ اس مجلس نشاط میں خوشی کے ختم ہونے پر بھی ختم قرآن کیا جاتا تھا۔ وہ نیک دل اللہ کا بندہ اپنی عادتوں کو نہیں چھوڑتا تھا۔ پوشیدہ لوگوں کی آنکھوں سے ختم قرآن شریف کیا کرتے تھے۔ پریشانی سے آپ کو دل جمعی تھی۔ اور خداوند عالم کے راز کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ ظاہر میں رندی اور لاابالی کے ساتھ موافق تھے لیکن باطن میں خدا کے ساتھ ہمراز

تھے ان کے اور خدا کے درمیان میں جو بھید تھے ان بھیدوں سے کسی کو آگاہی نہ تھی۔
نہیں تو بات ممکن نہیں ہے کہ کوئی سالک طریق زہد کو چھوڑ کر ان بربادیوں کی طرف چلا
جائے لیکن خدا نے جب اس کو فقر میں عزت دی اور ملامت کے کوچہ میں داخل ہونے
کے لئے حکم دیا۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ زہد سے فقر کا درجہ حاصل کرنے کے لئے
اس قدر مصیبتیں اور ریاضتیں اٹھانی پڑتی ہیں اور بعد میں ملامت کے کوچہ میں جا کر زہد
اور عبادت کو چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ اور عیش و عشرت کے سامان میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ اور
مجلس شادی اور سرود اور شراب میں جانا پڑتا ہے نیک نامی کو مٹا دینا پڑتا ہے اور بدنامی
کو مول لینا پڑتا ہے۔ ملامت کے کوچے میں جا کر دنیا کے خزانوں اور عیش اور عشرت
سے کوئی خبر نہیں رہتی۔ جب دیکھتے ہیں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی دوسرا نہیں ہے تو
وحدت میں دم مارتے ہیں۔ جب وحدت میں دم مارا تو ہر چیز اس کے لئے جائز ہے۔
پس حسین ہمیشہ مستانہ رہتے تھے اور طرز او طریق سب رندانہ تھی۔

ذکر سننا شیخ بہلول کا کہ شاہ حسین مقصود العینی نے ظاہری قید سے نکل کر ملامت کے کوچہ میں قرار پایا ہے اور شیخ کا وہاں پر آنا اور دیکھنا اس طریق کو جو رند پنا آپ نے اختیار کیا ہے۔ اور تحقیق کرنا۔ آپ کی حالت کو اور شکر خدا بجا لانا اور پھر وطن کو واپس جانا اور وفات کرنا شیخ بہلول کا جہان فانی سے

شیخ بہلول کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ شاہ حسین لباس ظاہری سے باہر آ چکے
ہیں۔ شیخ وطن سے لاہور آئے اور آپ کی حالت کو دیکھا اور حسین کے ہاتھ واپنے ہاتھ
میں پکڑا اور اپنی آنکھیں بند کر کے شاہ حسین کے باطن پر نظر ڈالی۔ دریافت کے لئے،
کہ آیا شاہ حسین کی کیا حالت ہے۔ دیکھا کہ آپ بالکل مست ہیں، شوق الہی
میں۔ اس وقت شاہ حسین کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اور آنکھوں کو مہ بانی

سے کہا الحمدللہ کہ میں کچھ سمجھا تھا، لیکن بڑی خوشی و خوشنودی کا موقع ہے۔ کہ آپ اپنے درجے پر قائم ہیں۔ میں نے آپ کو اللہ کے سپرد کیا اور اللہ آپ کو آباد رکھے۔ اب میں اپنے وطن روانہ ہوتا ہوں۔ شیخ بہلول خوشی کی حالت میں اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعد میں شیخ بہلول دو برس زندہ رہ کر واصل حق ہو گئے۔ کیا رحلت اس دنیا فانی سے اور پہنچ گئے ملک بقا کو۔ دوست ہو گئے اللہ کے۔ جب جناب شیخ بہلول دنیا فانی سے ملک عدم کو تشریف لے گئے۔ ۹۸۲ ہجری تھا یا کہ ۹۸۳ ہجری تھا۔ یہ بیت جو کہ نیچے لکھے گئے ہیں۔ اس سے تاریخ وفات پا سکتے ہو۔ ہوا واصل اور اللہ کا مقبول۔ پایا قرب اللہ کا اور اللہ پاک ملا، شیخ بہلول۔ آپ کا سال وفات ہے۔ اور تاریخ نکلنے کی بیت یہ ہے۔

شد بحق واصل از قبول رسول
یافت قرب ابد بحق بہلول

اس شعر کے ان دو مصرعوں سے دو تاریخیں برآمد ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک مصرعہ تاریخ وصال کا سال ہے جو 983ھ بنتا ہے۔

شد بحق = 414، واصل = 127، از قبول = 146، رسول = 296، کل میزان = 983

یافت = 491، قرب = 302، ابد بحق = 117، بہلول = 73، کل میزان = 983

(نظر ثانی کنندہ)

طریق اور حالت شاہ حسین کی بعد وفات کرنے شیخ بہلول کے ظاہر میں رندی پنا اور باطن میں خدا سے ملا ہوا

اس کے بعد حسین لاہور میں رہے۔ شراب کے پینے میں لاوندی میں مشہور شراب خالص سے مستانہ وار جہان میں رندی کے ساتھ مست رہتے تھے شراب کے نشہ میں اور رباب کے ساتھ پاؤں بجاتے تھے ظاہر میں ملامتیوں میں تھے، اور باطن

میں سلامتیوں میں۔ اللہ کی نزدیکی تھی راہِ نیاز سے۔ مسندِ نشین تھے، خلوت راز کے۔ اگرچہ اوباش تھے ظاہر میں، لیکن در پردہ اللہ ہی کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ خدا کے بھیدوں میں پوشیدہ تھے اور ان بھیدوں کو سمجھائے ہوئے تھے۔ عالم باطنی میں خدا سے کام تھا اور ظاہر میں ان کی ادا اور تھی۔ ظاہر میں فسق و فجور تھا اور باطن میں صافی مذہب تھا۔ شراب پیتے تھے لوگوں کے دکھانے کے واسطے راز الٰہی ظاہر نہ ہو جائے۔ بعض لوگ جو آپ کو دیکھتے تھے وہ آپ کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ انسانوں کا حال ایک طور پر نہیں ہے۔ بعضوں کی نظر ظاہر پر ہے بعض کی باطن پر جو لوگ کہ ظاہر دیکھتے ہیں ان کو شراب کا پینا پسند نہیں ہے اور وہ اہل یقین کی حالت کو نہیں معلوم کر سکتے۔ ایسا ہی دنیا کے لوگ حسین کی حالت کو نہیں معلوم کر سکتے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حسین کفر کا کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ بے تمیز ہیں اور اہل مجاز ہیں اور حقیقت کے راز سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور ان کی زبان غلطی کے اوپر ہے۔ اگر ہوش کی آنکھ کھولیں تو راز کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہے تلقین شاہ حسین کی، ڈھونڈو تم اللہ کو ہر دو جہان میں، جو شخص اللہ کو ڈھونڈنے والا ہے ہر دو جہان میں، وہ مقبول خدا ہوا، دونوں جہان میں، کیونکہ جو اللہ کو ڈھونڈنے والا ہوتا ہے اگر برائی بھی کرے تو نیک ہے۔ اگر ملحد کے معنی پوچھتا ہے تو آگاہ ہو جا کہ ملحد اس کو کہتے ہیں۔ طریق صفا میں کہ وہ پہلے ہی فنا سے فنا ہو جائے۔ یعنی زندگی ہمیشگی کے واسطے دم مارے۔ اجل سے اول ہی اپنے کو ہلاک کر لے۔ زندہ مانند مردوں کے خاک میں مل جائے۔ مرجا راہِ فقر میں، کہ وہی تیرا توشہ ہے راہِ فقر میں، اپنے وجود کو فنا کر دے تاکہ بقائے خدا کے ساتھ تیرے وجود کو بقا ہو، تو خود ملحد ہے۔ پوشیدہ بھیدوں کی تجھ کو خبر ہے۔ اے غافل پس حسین راہ خدا میں فنا ہو چکا ہے اور خدا سے بقا کا درجہ مل چکا ہے خدا سے ہمیشہ کی زندگی اس کو نصیب ہوئی ایسا ملحد کون ہے جیسا کہ حسین ہے۔ جو راہِ فنا میں اللہ کو ڈھونڈ رہا ہے۔ اگرچہ پینے والا شراب کا ہے۔ لیکن غوث ہے غوثوں کا اور قطب ہے قطبوں کا، فانی ہے بقائے حق میں اور باقی ہے بقائے حق میں جو لوگ اس کو بافندہ بولتے ہیں انہوں نے حقیقت کے راستے کو نہیں جانا۔

نہیں پہچانا۔ ان ناشناسوں نے نسبت اس کی خدا کے ساتھ اس کی نسبت ایسی ہے کہ وہ ایک دم بھی خدا سے جدا نہیں اگر وہ خدا سے جدا ہوتا تو کب سرِّ الٰہی کو پہنچتا اور کیونکر محرم اسرار ہوتا کہ وہ فنا فی اللہ سے بقا باللہ کو پہنچ گیا ہے۔ اور علم غیب سے آگاہ ہو گیا ہے۔ وہ آگاہ ہو گیا ہے بھید کن فیکون سے اور محرم ہو گیا ہے بے چون و چرا کا ازل سے آخر تک کون و مکان میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ علم الیقین سے تمام غیب کی باتوں کو جانتا ہے۔ علم الیقین کو اس نے اپنی تختیٔ دل پر لکھا ہے اور عین الیقین کی آنکھ کو کھولا ہوا ہے جو کچھ صورتِ امکان میں پوشیدہ باتیں ہیں وہ باتیں عین الیقین کی قوت سے آپ پر عیاں ہیں اور جمالِ حق میں مصروف اور عین الیقین کی طاقت سے تمام راز کشف ہو چکے ہیں۔ فنا سے نفس بقا کو پہنچ چکا ہے اور اپنی آنکھ کو جمال الٰہی پر کھولا ہوا ہے۔ جمالِ الٰہی سے مل کر شراب کی سرخوشی سے مست ہو رہا ہے۔ اور سنتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوپر اس کو فخر ہے چشم فقر سے جمال خدا کو دیکھنے کا، شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں راہِ فقر وسلوک کے اندر کوئی سنت اُس سے ترک نہیں ہوئی۔ راہِ فقر میں سچے اعتقاد والا ہے اور حقیقت میں محقق ہے علم تحقیق کا تجرد میں مجرد کی تقلید کیا ہوا ہے اور طریقت میں یکتا اور توحید میں ممتاز ہے۔ اپنے دل کی صفائی سے باطن کو روشن کیا اور دیکھا ہے معرفت نور الٰہی کو۔ سچا تھا بلندی فطرت میں، صوفی صاف دل تھا راہ وحدت میں، اللہ کے ساتھ مل گیا ہے توحید کے اندر اور بے نیاز تھا تعلقات دنیا سے اہل توحید کا یقین کے راستے میں اور خدا کو دیکھنے والا دیدۂ یقین سے۔ اس کی آنکھ ہموار تھی کفر اور اسلام تسبیح اوز نار کے دیکھنے کے لئے اس کی گنتی میں کسی چیز کی کمی اور زیادتی نہ تھی۔ سوائے ایک کے اس کے ہاں شیر اور شربت اور پانی اور شراب ایک ہی خیال کیا جاتا تھا۔ اور سب کا ایک ہی درجہ رکھا گیا تھا۔ فقیری اور تونگری اس کے نزدیک ایک ہی تھی۔ تقویٰ اور فسق یعنی پرہیزگاری اور بدکاری اس کے لیے ایک ہی تھی، زہد اور رندی پنا ایک ہی جیسا تھا۔ زہر اور تریاق کو ایک ہی جانتا تھا۔ جفت اور طاق کو ایک ہی جانتا تھا۔ جنت اور دوزخ کو ایک ہی سمجھتا تھا۔ روشنی اور اندھیری ایک

ہی خیال کرتے تھے۔ دشمن اور دوست خوبصورت اور بدصورت کو چشم وحدت سے ایک ہی تصور کرتے تھے۔ اپنا اور بیگانہ ایک ہی تھا۔ نادان اور دانا ایک ہی سری کا خیال کیا جاتا تھا۔ مرہم اور زخم کو ایک ہی نظر سے دیکھتے تھے کانٹا اور پھول ایک ہی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ دن اور رات ایک ہی تصور کی جاتی تھی۔ خوشی اور تکلیف بھی ایک ہی تصور کی جاتی تھی۔ آپ کے نزدیک پلیدی اور پاکی ایک ہی تھی۔ کیمیا اور خاک کی عزت بھی ایک ہی تھی۔ نقصان اور فائدہ بھی ایک ہی خیال کیا جاتا تھا۔ بود اور نابود ایک ہی جیسا تھا۔ دریائے لا الہ سے تیر کر الا اللہ کے کنارے پر قیام تھا۔ لا اور الا اللہ سے عین کمال کے درجے پر جلوہ گر ہو کر ایک ہی حال میں ہو گئے جس طرف کہ آپ نے آنکھ کھولی ایک ہی خدا کو دیکھا ہر چیز میں۔

اس لئے آپ پر شرع شریف میں مباح ہو گیا کہ فسق اور صلاح کو کام میں لا سکیں۔ جب کہ اپنے بھید کو مخلوق سے آپ چھپاتے تھے۔ فاسق بن گئے۔ دوسرے لوگوں کی آنکھوں میں، نہیں تو اللہ کے نزدیک وہ بہت پرہیز گار اور پاک ذات ہوا ہے۔ صفائی طریق سے اہل صفا کی طریق کے موافق وہ سجادہ رسول پاک ﷺ پر مستقیم تھا۔ اور جو ظاہر میں اُس کو دیکھتے ہیں وہ توحید کے درجے کو نہیں جانتے اور ہوا اور ہوس میں مبتلا ہیں اور سر اور ڈاڑھی (ریش) کا منڈوانا اور شراب کا پینا جائز رکھا۔ اور جب یہ صفتیں اس میں نہ ہوں وہ گمراہ ہے۔ وہ الٹا کنوئیں میں گر پڑا۔ وہ خدا دوست حسین ایسے لباس میں اللہ کیساتھ اور یقین کامل کے ساتھ ایک تھا۔ اس کا باطن ظاہر سے جدا تھا۔ علم یقین میں وہ حد کو پہنچ چکا تھا۔ جس نے اس کی پیروی کی اور اس پر برابر عمل نہ کیا اس کو اس فقر سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ شرع میں فقرا کو جائز نہیں ہے۔ شراب کا پینا اور سرود کا بجانا اور ڈاڑھی کا منڈوانا، شرع منع کرتی ہے۔ لیکن اگر کوئی ان کے بارے میں تحقیق کرنے لگ جائے تو اسے خدا کی طرف سے اس میں بہت عجیب باتیں نظر آتی ہیں ان کو جو کہ فقر میں کامل ہیں اور جلوہ جلال اور جمال الٰہی کے دیوانے جیسے کہ مادھو معشوق حسینی کہ ہو گیا اخلاص کامل کے ساتھ فدا حسین۔

ذکر احوال نیک خبر دینے والا اللہ کے دوست میاں مادھو اور عاشق ہونا شاہ حسین مقصود العینی کا جمال مادھو پر کیونکہ اللہ خود خوبصورت ہے۔ اور وہ دوست رکھتا ہے خوبصورتوں کو اور مادھو کا بھی عاشق ہونا دل اور جان سے حسین کے اوپر اور مرید ہونا اور ارادت کامل کے ساتھ اور تربیت پانا راہِ الٰہی میں

مادھو بہت حسین اور عجیب ناز والا تھا اور برہمن کا لڑکا تھا۔ ایسا نازنین لڑکا اور ناز پرست کہ چشمِ مست سے اس کے ناز اور غمزہ نمایاں ہوتا تھا۔ وہ ہندو ذات اور کافر مذہب تھا شوخ وشنگ اور سنگین دل تھا۔ اور ستم کرنے والا تھا۔ دل ربائی میں ممتاز تھا۔ اور سر سے پاؤں تک ناز ہی ناز تھا۔ راستے میں حسین شراب پئے ہوئے مست کھڑے تھے۔ اور دوستانِ حسین بھی ساتھ تھے۔ جب مادھو کی طرف آں جناب کی نظر پڑی۔ آپ نے اپنے دلِ دردمند سے ایک آہ کھینچی اور کہا اے دوستو خبردار ہو جاؤ۔ کہ اس لڑکے نے میرے دل کو بے قابو کر دیا اور ایک نگاہ کے ساتھ میرے دل کو بے تاب بنا دیا۔ ایک ہی نگاہ میں میرے دل کو لے کر چلا گیا۔ دل سے جان اور جان سے تن علیحدہ کر دیا۔ اب میں کیا کروں۔ اس لڑکے کے عشق کی نسبت کیا چارہ جوئی کروں، اے دوستو اس کے غم میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ جب تک اس کو نہ دیکھ لوں بیتاب ہوں۔ دوست احباب جب اس راز سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ آخر کیا بھید ہے۔ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ یہ لڑکا کون ہے۔ یہ لڑکا شوخ وشنگ ہے اور آفت جان ہونے کے علاوہ کافر ہے۔ ایمان کو جلا دینے والا ہے۔ آپ نے کہا کہ میں جانتا ہوں۔ کہ بیشک یہ کافر ہے اور خانہ ایمان کو جلا دینے والا ہے لیکن کیا کروں کہ اس کی زلف گرہ گیر نے میرے دل کے درمیان زنار ڈال دیا ہے۔ کون ہے جو اُس کو اس بات کی خبر کرے اور اس کے گھر کا پتہ دیوے۔ حسین کو ان تمام حالات سے آگاہی تھی لیکن

بطریق مجاز پوچھا۔ ایک دوست نے خبر دی کہ اس لڑکے کی ماں اور باپ اور عورت اس جگہ میں ہیں۔ خود برہمن کی نژاد ہے۔ اپنے آبا کی طرف سے۔ اُسی وقت حسین دوڑ کر کشتی پر سوار ہونے کے لئے طرف پانی راوی دریا پر گئے۔ جو کہ لاہور کے نزدیک بہہ رہا ہے۔ یہ نازنین یعنی مادھو وہاں پر مشہور ہے۔ اس دن سے آپ کو لازم ہو گیا کہ آپ صبح اور شام وہاں پہنچتے تھے۔ شوقِ دیدار مادھو کے لئے حسین عاشق زار تھے۔ مادھو کے چہرے کے دیکھنے کے لیے دن اور رات اس کے کوچہ میں کھڑے رہتے تھے۔ اُس کے غم میں ہمیشہ زار و زار روتے خواب و ہوش اور صبر سے بے قرار تمام کاموں کو آپ نے مادھو کے پیچھے چھوڑ دیا اور یوں مادھو کے عشق میں لاہور میں بدنام ہو گئے۔ مادھو کے حصول کی کوشش میں آپ کی طاقت اور آرام دل اور جان باقی نہ رہی رات اور دن مادھو کے عشق میں سوزاں تھے۔ جلتے تھے رات اور دن آگ کے عشق میں تپ عشق میں بے آرام تھے۔ لیکن مادھو شاہ حسین کے قابو میں نہیں آتے تھے۔ کیونکہ سردار نازنین تھا ستم گروں کا اور فقیروں کی قدر سے ناواقف تھا۔ صرف اتنا معلوم تھا کہ حسین کی نظر میرے پر ہے لیکن ناز کی وجہ سے آپ کبھی نظر بھر کے حسین کو نہیں دیکھتا تھا۔ ایک رات میں اتفاق سے وہ نازنین مادھو اپنی عورت کے ساتھ سوئے ہوئے تھے۔ حسین اُن کے گھر کی اطراف میں چکر لگا رہے تھے۔ عالم مستی میں خانہ مادھو کے گرد گھوم رہے تھے۔ اور جو بات بھی مادھو اپنے گھر میں کر رہے تھے۔ اس کی خبر حسین باہر سے دیتے جاتے تھے۔ خود بخود ان کے پوشیدہ حال کو ظاہر کرتے جاتے تھے۔ یک بیک جتنی باتیں مادھو سے ظاہر ہوتی تھیں۔ حسین ان باتوں کو ظاہر فرما دیتے تھے۔ مادھو کا زمانہ غفلت کا تھا۔ اس لئے آپ کی حالتوں سے ناواقف تھا۔ اس لیے وہ حسین پر مہربان نہ تھا۔ اور آپ سے وصال بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس وقت مادھو کی سولہ ۱۶ برس عمر تھی۔ کہ حسین کے دل کو ان سے چھین لیا۔ حسین مادھو کے عشق میں سرگرداں اور پریشان تھے۔ تڑپتے تھے مادھو کے لئے اپنے دل میں اور مادھو کی محبت کا داغ ان کے دل کو جلا رہا تھا۔ آخر کار شاہ حسین کی محبت کا مادھو کے دل میں بھی اثر پیدا ہو گیا۔ اب مادھو کو بھی ان کے عشق میں

بے قراری ہوگئی۔ جیسا کہ اس سے پہلے شاہ حسین بے قرار تھے۔ اب مادھو رات اور دن حسین کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ہر روز صبح سے شام تک حسین کے پیش نظر رہتے تھے۔ جیسے کہ زخم کے اوپر مرہم صحت دینے والا ہوتا ہے۔ محبت کے درجے کو حدِ کمال پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ اپنے ننگ و ناموس کو بھی ترک کر دیا۔ دل اور جان کو حسین کی محبت میں باندھ دیا۔ اور حسین کی محبت کو بہت غنیمت جانا۔ جفا کے عوض میں وفا پیدا ہو گئی۔ ایک دم بھی آپ کی صحبت سے جدا نہ ہوتے تھے۔ جب تک کہ حسین کو نہ دیکھ لیتے آپ کے دل کو قرار نہ ہوتا تھا۔ صدق دل سے اخلاص کامل کو پہنچ کر عاشق کا درجہ حاصل کر لیا مادھو پہلے معشوق تھے پھر عاشق ہو گئے۔ اور اپنی عقیدت و ارادت سے حسین کے موافق ہو گئے۔ سچ ہے کہ پہلے معشوقوں کی عادت جور و جفا ہی ہے۔ جب عشق حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے تو جفا وستم کو وفا سے بدل دیتے ہیں۔ ناز نینانِ زمانہ کا یہی دستور ہے کہ محبت یار میں اپنے ناز کو نیاز سے بدل دیتے ہیں۔ اور آخر کار ناز کا نیاز ہی ہو جاتا ہے۔ جس نے کہ محبت کی راہ عشق میں وہ مطلب اور مقصد کو پہنچ گیا اور جس نے مطلب کو پالیا اس نے سب کچھ پالیا۔ عشق کا معمول ہے کہ بعد محنت کے راحت دیتا ہے۔ اور حسن کا دستور ہے کہ بعد جور و ستم کے مقیدان عشق پر کرم کرتا ہے۔ معشوقوں کا کرم عاشقوں کے حق میں عین درد دل کی دوا ہے جب تک کہ تو عشق پیدا نہیں کریگا۔ معشوق کے مقام تک کیسے جا سکتا ہے۔ اگر تو نے عشق میں کمال پیدا کیا تو معشوق تک پہنچ جائے گا۔

ذکر آگاہ ہونا قوم برہمنوں کا میاں محبوب الحق مادھو کے حالات سے اور ارادہ کرنا شاہ حسین کے مارنے کا اور قتل کے لئے ہر ایک رات کو آنا۔ ان کی خوابگاہ پر۔ اور وہاں نام ونشان کسی چیز کا نہ پانا۔ اور پھر حیف و افسوس کے ساتھ واپس چلے جانا

الغرض حسین کے ساتھ مادھو بھی صدق دل سے ایک دل اور ایک روح ہو

گئے۔ یہاں تک کہ یک جان دو قالب ہو گئے۔ کہ آپ کا ناز نیاز سے بدل گیا۔ اور حسین کے ساتھ دل جان سے دمساز ہو گئے۔ رات اور دن حسین کے ساتھ شراب پیتے تھے۔ جیسے کہ جام شراب لب سے لگ جاتا ہے۔ ایسا ہی مادھو حسین کے لب سے لگے ہوئے تھے۔ جب حسین کے منہ کی شراب آپ کو مل گئی۔ درمیان میں کوئی حجاب باقی نہیں رہا بے حجاب ہو کر حسین کے بستر پر ہی آرام فرماتے تھے۔ اپنی قوم سے دو سال تک ایسا ہی پوشیدہ رہے۔ اور رات اور دن حسین کے ساتھ مست وصال۔ قوم کو جب یہ حالت معلوم ہوئی کہ لڑکے کو حسین نے گمراہ کر دیا ہے۔ کہ وہ جا کر حسین کے بستر میں سو جاتا ہے اور شراب بھی حسین کے ساتھ ہی پیتا ہے۔ اور مانند عاشقوں کے اور معشوقوں کے ان کا سارا وقت بسر ہوتا ہے پس ان خصلتوں اور اس طور پر اگر زمانہ گزر گیا تو کیا عجب ہے کہ وہ مادھو کو مسلمان کر لیوے۔ اگر مسلمان ہو گیا تو بڑی بے شرمی اور بہت بے عزتی ہو گی۔ کیونکہ اس نے اپنی شرم کو کھو دیا ہے۔ اور زنار کو بھی توڑ دیا ہے۔ جب اس نے زنار کو توڑ دیا ہے۔ تو قوم بھی کیا کر سکتی ہے۔ اور اس لئے وہ قوم سے بیگانہ ہو گیا ہے۔ اور اسی شرم سے اس نے گھر بھی چھوڑ دیا ہے۔ اور حسین کی طرح ہر چیز سے آزاد ہو گیا ہے۔ ننگ و ناموس کو برباد کر دیا ہے۔ اب تماموں کی رائے یہی ہے کہ حسین کو مارنے کی تجویز کرنی چاہئے۔ بڑے افسوس کی جگہ ہے کہ وہ حسین کے ساتھ فقیر ہو گیا۔ جلد سبھوں نے کمر باندھ لیا۔ حسین کے مارنے کے لئے۔ جب رات ان کو ایک جگہ سوتے ہوئے دیکھیں تو حسین کو جان سے مار دینا چاہئے۔ اس بات کا کوئی افسوس نہ کرے۔ غرض کہ وہ ہر رات وویسا ہی اتفاق کر کے حسین کے مارنے کے لئے آتے تھے۔ لیکن خواب گاہ حسین پر کوئی پتہ نہ ملتا تھا۔ دوڑ کر بستر پر جاتے تھے۔ اور وہاں کوئی نام و نشان نہیں ملتا تھا۔ تمام رات انتظار میں ہی گزر جاتی تھی۔ لیکن ان کا ارادہ ناکام ہی رہتا تھا۔ جب صبح ہو جاتی تھی وہ چپ چاپ واپس چلے جاتے تھے۔ لیکن دریافت سے ان کو معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ ہر دو عاشق معشوق بستر پر ہی تھے۔ لیکن ان اندھوں کو جن کا باطن اندھا ہے وہاں کب مل سکتے ہیں۔ ایسا ہی حسین کے ساتھ میں

کتنے ہی روز تک اُن کا ارادہ رہا۔ اور وہ جماعت ان کی بدخواہاں رہی۔ یہاں تک کہ مادھو نے اپنا سر صدق سے حسین کے پاؤں پر رکھ دیا۔ اور صد شوق سے مسلمان ہو گیا۔ اور تمام اپنے عزیزوں اور خویشوں سے اسے پوشیدہ رکھا۔ جب تک کہ آپ ظاہر میں مسلمان نہ ہوئے تھے۔ تب تک آپ ہندووں کی رسم پر تھے۔ جب حسین کے ساتھ نازو نیاز ہو گیا۔ ایک دوسری بات پیدا ہو گئی۔ اور اپنے خویش اور اقربا کو اپنے دل سے بھلا دیا۔ گویا گلزار کو تازہ بہار ہو گئی۔ اور اس بہار کی آمد کے سبب سے ہر ایک شاخ خشک تازہ ہو گئی اور سبز ہو گئی۔ ہوا کے اعتدال پر چلنے کے سبب سے۔

ذکر بسنت پنچمی اور ہولی بازی کا مادھو نے اس دن آنا اور کھیلنا آگے حسین کے اور اختیار کرنا حسین کا بھی ہولی کھیلنے کو مادھو کے ساتھ اور وہ رسم بسنت بازی کا قائم رہنا اُن کے دوستوں میں زمانے کے اندر

ایک دن آیا بسنت پنچمی کا کہ تمام جہان کو جس میں خوشی تھی۔ اس روز ہندو ہولی کھیلتے ہیں۔ قوال اور شراب اور طوایف ساتھ رہتی ہیں۔ تمام ایک دم بے شرمی کے ساتھ کھیل کھیلتے ہیں اور معشوقوں کے ساتھ شرابیں پی جاتی ہیں۔ اور کھانے کھائے جاتے ہیں۔ عیش و عشرت کا بازار گرم رہتا ہے۔ ناچ اور سرود، شراب نقل، رباب اور صندل زعفران مشک گلاب سب استعمال کیا جاتا ہے۔ دف، طنبور، نای چنگ زیب و زینت کے لئے بجائے جاتے ہیں۔ یہ تمام سازوں کے ساتھ وہ خوش ہو کر گلی اور کوچہ پھرتے ہیں۔ پس آخر کو مادھو نے بھی اپنے پورے اخلاص اور محبت کے ساتھ اس روز کہ وہ بہار کا دن تھا۔ اور شربِ شراب کا زمانہ تھا۔ کھیلتے ہوئے مادھو نے خوبی اور ناز کے ساتھ تمام ساز عشرت کے ساتھ نہایت دلبری طنازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حسین کے اوپر رنگ ڈال دیا۔ حتیٰ کہ آپ کا سر اور جسم بھی رنگین ہو گیا۔ جب مادھو نے حسین کے اوپر رنگ ڈال دیا اور ارادہ کیا کہ رقص کرنا چاہئے تو حسین بھی ان کے شوق میں

رقص کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ناز و نیاز سے مادھو کے ساتھ بسنت کھیلنے لگے۔ تمام دوست بھی حسین کے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کھیل میں مشغول ہو گئے۔ تمام دوست حسین کے بسنت باز ہو گئے اوراس دن عیش اور عشرت کا سامان ہوتا ہی رہا۔ حسین تمام دن بسنت بازی میں مشغول رہے۔ آپ نے ہر ایک سال کے لئے اس کو جائز کر دیا اور اپنی سنت قرار دی تا کہ لوگ ہمیشہ ہر سال اس سنت کو میرے بعد قائم رکھیں۔ اور بسنت کے واسطے اس کے مزار پر آئیں کھیلتے ہوئے تمام شہر کے عوام اور خواص لوگ اخلاص کے ساتھ مزار پر آئیں اور کھیلیں۔ ایک رات اور ایک دن وہاں بسر کیا جائے۔ سرود اور شراب اور رقص بھی دوستوں کے ساتھ ہوتا رہے۔ قیامت تک عیش و عشرت کے ساتھ دوستوں کو چاہیے کہ اس رسم کو پورا کرتے رہا کریں۔ حسین کا آستانہ دوستوں کے لئے عیش و عشرت کی جگہ ہے۔

ذکر ان دوستوں کا جو ہمیشہ راہِ اخلاص سے حسین کے ساتھ رہ کر اپنے وقت کو پورا کرتے تھے جنت دے اللہ ان کو اور تماموں کو۔

دوستانِ حسین میں سے جو صاحب اخلاص تھے۔ وہ چند دوست ہوئے ہیں۔ جو آپ کی عالم حیات میں ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ دوست اچھے خلق والے تھے اور آپ کے زمانے میں آپ کا ساتھ دینے والے تھے۔ بے پروا تھے اور فکر دنیا سے بے نیاز تمام ناچنے والے اور اہل وجد اور گانا سننے والے وہ تمام آپ کے ساتھ تھے۔ اور مادھو آپ کا محبوب جان تھا۔ شیخ سدو آپ کے بڑے دوست تھے۔ از راہ دوستی ایک رنگ تھے۔ ہر دو شعبان اور ہر دو ابراہیم آپ کی دوستی میں سر تسلیم کو جھکائے ہوئے تھے۔ ملاں محمد اور آبو اور دیوان جیو آپ کے مخلص خاص تھے۔ شیخ یعقوب سچا آدمی تھا۔ اور پہلے وہ کیمیا گر تھا۔ بہار خاں منڈا آپ کی وفا میں اور محبت میں کامل تھا۔ باقی، ساقی، عتیق اللہ اور قاضی شاہ آپ کے محب خاص تھے۔ بابو دیدہی آپ کا دوست تھا۔ فتح سامی آپ کا خاص دوست تھا۔ اور حاجی جو آپ کے مخلص ساتھی ان کو حسین کی

طرف سے ان کو بابا کا خطاب ملا تھا۔ اور عبد السلام دانشمند نے فقر کو پسند کیا تھا۔ اور فقر میں خوش تھا اور ایک دوست ان کے شہاب الدین تھے۔ اور ایک کالو صالح اور یٰسین۔ قوال آپ کے پاس اچھا گانے والے رہتے تھے۔ اور رباب اچھا بجانے والے خوش ساز یہ تمام دوست گاہ بیگاہ شاہ حسین کے ہمراہ رہتے تھے اور محبت اور وفا میں ساتھ دیتے تھے۔ ہر جگہ اور خلوت میں اس کے ساتھ ہم صحبت رہتے تھے۔ یہ عزیز لوگ بعد وفات حسین کے ان کے مزار پہ گانے گاتے تھے۔ اب ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ سب چلے گئے اس دنیائے فانی سے۔ منہ طرف بقا کے رکھے اللہ کا فضل اور رحمت ان پر نازل ہو۔ بے حد وحساب رحمت نازل ہو اس زمانے میں صرف شیخ سدو رہ گئے ہیں۔ ان تمام ناموں سے یہ ایک ہی زندہ ہیں۔ عمدہ دوستوں میں سے ہیں شیخ سدو اور فقیری میں قدم رکھے ہوئے ہیں۔ اور جماعت فقرا سے بھی ان کو بڑی محبت ہے۔ اور دوستی ہے۔ وہ جان و دل سے فقرا میں رہتے ہیں۔ ہر شخص سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور سب کے لئے مدد دیتے ہیں۔ خدا کے راستے میں فقیر کامل ہیں۔ راہِ عشق میں۔ مانند حسین کے سچے راہِ فقر میں اور جیسے کہ حالتِ زندگی میں حسین کے ساتھ تھے۔ ویسا ہی بعد حسین اب بھی ان کی سنت پر قائم ہیں۔ پاؤں توفیق کا ہمیشہ برقرار ہے۔ اور اللہ ان کا دوست ہے۔

ذکر کرامت شاہ حسین مقصد العینی کا محبوب الحق میاں مادھو کے ساتھ کہ اُن کو لاہور سے ایک دم میں دریائے گنگا پر لے جانا۔ غسل کرانے کے لئے۔ اُس دلیل کے دیکھنے سے مسلمان ہونا میاں مادھو کا صدق و یقین سے۔

جس زمانے میں مادھو کو حضرت شاہ حسین سے پوری محبت تھی۔ اور حضرت حسین کے مخلص خاص بن چکے تھے، کہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قدیم سے یہ دستور تھا کہ ہندو لوگ غسل کے لئے سال میں دو دفعہ دریائے گنگا پر اشنان کرنے

جایا کرتے تھے اور اس وقت غسل گنگا پر کرنے کا موسم آ گیا تھا۔ تمام لوگ عیش و عشرت کے ساتھ ہولی کھیلنے سے فراغت پا چکے تھے تمام ہندوں نے کمر باندھا گنگا پر جا کر غسل کرنے کے لئے قوم مادھو نے بھی ارادہ کیا گنگا جانے کا۔ مادھو حسین کے پاس آئے ناز کرتے ہوئے اور رخصت چاہا غسل کرنے کے لئے عرض کی کہ آپ کو معلوم ہے کہ گنگا پر غسل کرنے کا یہی موقعہ ہے۔ میری قوم اور قبیلہ تمام لوگ شہر سے باہر چلے جا رہے ہیں تا کہ گنگا پہنچ کر غسل کرنے کے بعد گناہوں سے پاک ہو جائیں۔ میں اگر چہ محبت اور وفا کی وجہ سے ایک لحظہ اور ایک دم بھی آپ سے جدا نہیں ہو سکتا لیکن یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ قوم سے میں بے شرم ہو جاؤں حسین نے فرمایا کہ اے پیارے اگر تمہیں اس غسل کی ضرورت ہے تو اس شہر میں میرے پاس ہی رہو۔ میری صحبت سے جلدی الگ مت ہو۔ جب غسل کا دن آ جائیگا میں تجھے فورا پہنچا دوں گا۔ جب وہ دن آئے گا تو فوراً مجھے معلوم کرانا تا کہ میں تیرے کو گنگا پہنچا دوں اور خوشی کے ساتھ تو غسل کرے اور کسی کو خبر بھی نہ ہوگی جب میں تجھے یہاں سے لے جاؤں گا۔ تا کہ تو اس آب پاک سے غسل کرے اور یہ بھید کسی دوسرے سے نہ کہے۔ تو میرے پاس اطمینان سے رہو۔ اور اپنے دل میں وسوسہ شیطانی مت پیدا کر۔ اگر تو مجھے اجازت دیتا ہے تو میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں۔ خاطر جمع رکھ وسوسوں سے۔ میں تجھے تمام نجاست سے پاک کر دوں گا۔ جب مادھو نے یہ بات حسین سے سنی۔ ان کے حکم کے موافق رہ گئے اور تمام لوگ گنگا کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور مادھو نے اپنی قوم کی ہمراہی نہیں کی۔ جب گنگا پر غسل کرنے کا دن آیا اور تھوڑا سا وقت باقی تھا۔ مادھو نے حسین سے عرض کی کہ ہاں اب وقت آ گیا۔ آج ہی کا دن گنگا پر غسل کرنے کا ہے۔ اور میں آپ کے پاس اس وقت بیٹھا ہوا ہوں۔ اب مجھے گنگا پر پہنچا دیجئے۔ تا کہ میں غسل کروں۔ آج گنگا پر۔ جب حسین نے یہ بات مادھو سے سنی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میرے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھ دے اور اپنی آنکھ کو بند کر لے۔ اپنی آنکھ کو مت کھولنا جب تک کہ میں تجھے نہ کہوں۔ مادھو نے شاہ حسین کے فرمانے کے موافق عمل کیا کیونکہ اور کوئی علاج نہ

تھا۔ سوائے اس حکم کے سننے کے اپنے پاؤں کو حسین کے پاؤں پر رکھ دیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے کاندھوں کو پکڑ لیا۔ حسین نے اپنے قدموں کو اپنی جگہ سے اٹھا دیا اور ایک دم اسی مقام پر پہنچ گئے مادھو سے کہا کہ اب آنکھ کھولو۔ جب مادھو نے اپنی آنکھ کھولی تو اپنے کو گنگا پر پایا۔ قدرت الٰہی سے متعجب ہو گیا۔ اور اس بات کو دیکھ کر بے خود ہو گیا۔ اور حسین سے عرض کی۔ کہ اے اللہ کے دوست اس میں کیا بھید تھا مجھے کہو۔ حسین نے کہا اے میری جان اس بھید کا ظاہر کرنا درست نہیں ہے۔ اس بھید کے دریافت میں دم مت مارنا کیونکہ یہ بھید ظاہر کرنے کا نہیں ہے۔ یہ مصلحت نہیں ہے۔ اس بھید کے ظاہر کرنے میں تو اپنا غسل کر اور بس جا جلدی گنگا کے اوپر اور اپنی قوم کو جا کر دیکھ اور غسل کر۔ پھر میرے پاس آ جا۔ تا کہ میں تجھے لاہور پہنچاؤں۔ مادھو گنگا کی طرف چلے گئے۔ اور پانی سے غسل کیا پس جو کچھ کہ غسل کرنے کی رسم تھی۔ اس کو پورا کیا جس نے مادھو کو دیکھا پوچھنا شروع کیا کہ تم تو لاہور میں تھے۔ پھر اتنی جلدی کیسے آ گئے مادھو نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا کہ آج کے دن تمہارے پاس آ جاؤں نیک گھڑی میں ارادہ کیا اور یہاں پہنچ گیا تا کہ فیض گنگا سے میں بھی فیض یاب ہو جاؤں اور اس میں غسل کرنے سے خوش ہو جاؤں۔ میں غسل کر چکا ہوں۔ اور پھر لاہور کی جانب روانہ ہو جاؤں گا مجھے امید ہے کہ اپنے ہمراہوں سے آگے چلا جاؤں گا کیونکہ میں نے لاہور کے دوستوں سے وعدہ کیا ہے کہ میں آج ہی آ جاؤں گا اور وہ میری انتظار میں ہیں۔ پس قوم اپنی کو گنگا پر چھوڑ دیا اور حسین کے پاس دوڑ کر آ گیا جب حسین کے پاس حاضر ہوئے تو کہا پھر بتلایئے۔ قدرت قادر کو اب جلد پھر مجھے لاہور پہنچا دیجئے پس حسین نے بدستور سابق مادھو کو لاہور پہنچایا۔ جیسے پہلے گنگا پر لائے تھے جب لاہور میں آ گئے مادھو سے فرمایا کہ یہ راز مخفی کسی دیگر سے نہ کہا جائے۔ اسی کرامت نے مادھو کو یہ خیال دلایا کہ کفر چھوڑ کر ایمان لائے، اور توجہ کی طرف حسین کے یقین کامل کے ساتھ، ماں باپ عورت اور عزیزوں کو ترک کر دیا اور محبت حسین میں مست ہو گیا۔ حسین کی طفیل سے دین دار بن گیا۔ گروہ کفار سے الگ ہو گیا۔ خدا سے دولت ایمان پائی۔ مرید ہو گیا

حسین کا دل و جان سے حسین جیسا ہادی پایا۔ زہے قسمت کہ راہ کفر سے منہ کو پھیر لیا۔ کلمہ طیبہ کو راہِ یقینی سے پڑھ کر کفر سے دین میں آ ملا۔ خود کو دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صدق سے لایا اور صدق دل سے دین حق کو قبول کر لیا۔ اللہ کی وحدت نیت پر صدق سے ایمان لایا شرط توحید الٰہی کو بجا لایا۔ جب مادھو مسلمان ہوئے اس وقت آپ کی عمر اٹھاراں برس کی تھی۔ ۱۰۰۱ ہجری تھا جب کہ تاریخ اس بیت سے نکلتی ہے۔ ''عقل زیں شوق برفشاند دو دست .... گفت تاریخ ''مست حُب الست''[1] بعد مشرف ہونے دین و اسلام کے مادھو اور لال حسین کا نام مل گیا۔ یعنی ہر دو نام بلکہ ایک ہی نام پکارا گیا۔ اس کو اللہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ کیونکہ حسین مادھو کو بہت دوست رکھتے تھے۔ اس لئے مادھو کو اللہ نے یہ سرفرازی دی اور راہ فقر میں بھی برگزیدہ ہو گیا۔ حسین نے طریق کی نسبت مادھو کو بہت سے ارشادات اور تلقین سے سرفراز کیا۔ حسین کے ارشادات اور تلقین سے مادھو کا ایمان کامل ہو گیا۔ اور راہ فقر میں انہوں نے کمر باندھ لی حسین ان کو خلوت کے لیے بابو پور لے گئے۔ اور اپنے نزدیک خلوت میں بٹھایا اور نہایت مہربانی اور شفقت سے اپنے ہاتھ سے شراب کا جام بھر کر مادھو کو دیا اور پیشانی اور منہ کا بوسہ لیا اور ان کو محو کر دیا صورت غیری سے۔ تا کہ جتنی قدورت دل میں ہے اس کی صفائی ہو جائے۔ راستی اور سچائی سے اس اعتقاد کی گلی میں لے کر گئے اور توحید الٰہی کا مزا چکھایا اور مے خالص کو پلا کر خدا سے ملا دیا اور کامل کر دیا۔ دیکھ مرشد پاک کو کہ شراب اور بوسے کے اندر اللہ کو ملا دیا۔ کیسا وسیلہ زبردست ہے۔ سچ ہے کہ جس کو اللہ نوازتا ہے اس کو ایسا ہی مرشد کامل عطا کرتا ہے۔ کہ نہ مادھو نے ریاض کیا اور نہ کچھ مصیبتیں اٹھائیں۔ ایک دم میں قرب الٰہی سے سرفراز ہو گئے۔

1- مست حُب الست سے ۵۰۰+۱۰+۴۹۱ = ۱۰۰۱ ہجری سال تاریخ برآمد ہوتا ہے۔

(نظر ثانی کنندہ)

ذکر لے جانا شاہ حسین مقصود العین کا محبوب الحق میاں مادھو کو خلوت خانہ یعنی بابو پورہ باغبانپورہ میں اور چند جام شربت کے دینا اور تربیت فقر میں ان کو آگاہی دنیا۔ اور بتلانا احوال پیالہ کشی اور بوسہ بازی میاں حسین اور میاں مادھو کی ایک دوسرے کے ساتھ اور ہونا دونوں کا عاشق ومعشوق اور پھر صورت شیروں میں آ جانا۔ تا کہ اعتقاد ہو جائے بابو پور والوں کو۔ یعنی صورت شیر کی بدل لینا۔

مادھو کے فقر کا قصہ پھر بیان کیا جاتا ہے۔ جب کہ مادھو ایمان سے مشرف ہو گئے اور دین اسلام پر قائم ہو گئے۔ اس وقت حکم ہوا اللہ کا کہ مادھو بھی اہل صفا میں سے ہے۔ عنایت حق سے مادھو کو جو ہدایت حسین کی طرف سے ہوئی ہے، وہ عین مرضی خدا ہے۔ حسین نے مادھو سے کہا کہ اے اللہ والے آج میں اور تو دونوں بابو پور کی سیر کریں گے۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔ اور دونوں مل کر شراب پئیں گے۔ میری مرضی ہے کہ آج کے روز خلوت میں تیرے ساتھ شراب پیوں اور اس خلوت میں دیگر کوئی نہ ہو۔ میں اور تو دونوں ہوں مادھو نے ناز کے ساتھ کہا کہ آپ کو اتنا شراب پینے کا کیا شوق ہے۔ حسین نے فرمایا۔ کہ اگر میں شراب نہ پیوں تو مر جاؤں گا کہ شراب میری زندگانی کی کنجی یعنی چابی ہے۔ اور میری عیش وخوشی کا سامان شراب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تیرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لوں۔ اور تجھے اپنی گود میں دیکھوں مستی کے عالم میں۔ مادھو نے کہا آپ سچ کہتے ہیں اور آپ اپنے مقصد کو ڈھونڈتے ہیں لیکن میں بدنام ہونا اسی کام کے اندر نہیں چاہتا ہوں۔ مجھے خلوت میں پوشیدہ اگر دوسرے لوگ دیکھیں گے۔ اس مستی کے عالم میں، تو خیال برا پیدا کریں گے آپ ہی خود فرمائیے کہ خلق مجھے خراب نظروں سے دیکھے گی اور ملامت کرے گی کہ مادھو نے اپنے ننگ وناموس کو برباد کر دیا۔ کیا آپ نے شراب پلانے کے لئے مجھے مسلمان کیا

ہے۔ ایک امرد سادہ، مستوں کے ساتھ شراب میں ملوث رہے۔ اور ان کے ساتھ ایک جان رہے۔ تو خود آپ جانتے ہیں کہ وہ کیوں نہ بدنام ہو جائے گا۔ پس مجھے دنیا میں آپ اس قدر بدنام نہ کیجئے۔ حسین نے فرمایا اے شوخ طناز کیوں مجھے اس خنجر ناز سے مارتا ہے۔ جب تو میرے ساتھ خلوت میں بیٹھے گا۔ کسی کی ہمت کیا ہوگی۔ اور کس کی جرأت ہوگئی کہ وہ ہمارے ہاں خلوت میں آسکے کہ وہ آ کر ہمارے کو تہمت قائم کرے اور ہمارے دامن طہارت پر بدنامی کا دھبہ لگائے۔ کسی کی جرات نہیں کہ وہ مجھ کو تیرے ساتھ بدنام کرے۔ مادھو کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ حسین کا اصل مقصد کیا ہے۔ حسین کا اصل مقصد راہِ راست بتلانے کا تھا۔ وہ نہ سمجھتا تھا۔ اصل مقصود حسین کو، کہ وہ مادھو کی بہتری کے خواہاں ہیں وہ نہ سمجھتے تھے اصل مطلب حسین کو کہ وہ اس کی نیک بختی کے ستارے کو روشن کر رہے ہیں۔ اس بات کی مادھو کو خبر نہ تھی کہ وہ اس کے روشن ستارے کو کیسے روشنی دیں گے۔ مادھو کو ہرگز یہ خبر نہ تھی۔ کہ مجھ کو اللہ سے کیسے ملا دیں گے۔ اس سبب سے مادھو اس وقت میں اپنے دل میں اندیشہ خام کر رہے تھے۔ اور مادھو نے پھر دوبارہ حسین سے عرض کی کہ میں کیوں تیرے ساتھ چھپ کر شراب پیوں کہ میں سادہ مزاج ہوں اور آپ مے خوار ہیں۔ پھر میں کیوں دوسروں کے سامنے مے خوار اور خراب ہو جاؤں۔ لیکن چونکہ مادھو کی سرفرازی کا وقت آ چکا تھا۔ اور قریب تھا وہ وقت کہ قرب خدا مادھو کو نصیب ہو حسین نے فرمایا اے محبوب کہ میں تیرے کو اس وقت جوش کے ساتھ ایک لحظے کے لئے مدہوش کر دوں آ چل آ وفا کے ساتھ تا کہ تجھے وصل الٰہی کا جام پلا دیا جائے۔ اے خوش نصیب اس وقت چل آ طرف جنگل کے، تا کہ میں تجھے شراب خالص پلا دوں۔ میرے حال پر رحم کر اور میرا ساتھ دے۔ اب میرے کہنے کو مان لے۔ پھر تجھے اختیار ہے۔ مادھو نے عرض کی اے خداوند عالم کے پیارے آپ آگے چلو اور میں آپ کے پیچھے آتا ہوں۔ میری رائے یہی ہے کہ آپ آگے آگے چلیں اور میں پیچھے آؤں حسین بابو پور سے آگے بڑھے اور فاصلے پر جا کر مادھو کا راستہ دیکھنے لگے جنگل میں ایک ویران مکان تھا جس میں کوئی نہ تھا۔ وہ جگہ خلوت کے لئے قرار دی

گئی۔ اور اپنے دوست کے لئے نقل اور شراب مہیا کی گئی۔ لیکن خلوت میں آپ کو آرام نہ تھا۔ مادھو کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ وہ مکان و منزل تھا۔ شاہ حسین گھڑی گھڑی اوپر جاتے تھے اور مادھو کو دیکھتے تھے۔ ایک لحظہ صبر و قرار نہ تھا۔ آپ کی ہر دو آنکھیں انتظار یار میں منتظر تھیں۔ آپ ابھی انتظار میں ہی تھے۔ کہ یکایک مادھو نمودار ہوئے۔ جب حسین نے دیکھا کہ مادھو قریب میں آ گئے ہیں۔ حسین ادب کے ساتھ مادھو کے استقبال کے لئے مکان سے نیچے اُتر پڑے اور مادھو کا ہاتھ پکڑ کر اس خلوت میں لے آئے کچھ لوگ وہاں جمع ہوئے تھے۔ حسین نے حکم دیا کہ تمام لوگ یہاں سے چلے جاؤ کوئی نہ رہے میں رہوں اور میرا یار رہے۔ آج کی رات ہم یہیں بسر کریں گے۔ بہتر ہے کہ سب لوگ چلے جائیں کوئی نہ رہے۔ اور کوئی نہ دیکھے ہمارے حالات کو۔ تمام لوگ الگ ہو گئے صرف یہ ہر دو عاشق و معشوق رہ گئے۔ بابو پورہ کا یعنی باغبانپورہ کا رئیس کلاں شاہ حسین کا مطیع تھا۔ اُس نے حکم دیا کہ یہ گاؤں حسین کے نام سے بسایا ہوا ہے۔ یہ تماموں میں شہرت دی جائے اور اس کا نام بابو تھا۔ بعد میں پور بڑھا دیا گیا۔ وہ حسین کا خادم تھا۔ اور وہ کبھی کبھی حسین کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ اس رات کی اُسکو خبر نہ تھی۔ کہ مادھو اور حسین ایک گھر میں خلوت نشین ہیں۔ لوگوں نے خبر دی کہ ایک فقیر ایک لڑکے کو اپنے ہمراہ لے کر شراب پی رہا ہے۔ وہ رئیس وقتِ شب بے خبری کے عالم میں وہاں پہنچا تا کہ دیکھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مادھو اور حسین کو دیکھا کہ خلوت میں پوشیدہ بیٹھے ہیں۔ بابو نے وسوسہ کے طور پر نگاہ کیا کہ اس مکان میں ایک مست نے شراب سامنے رکھ کر ایک لڑکے سادہ رو کو اپنی گود میں لیا ہوا ہے۔ دیکھوں اور امتحان کروں کہ دراصل کیا معاملہ ہے۔ اس مکان کے دروازے میں ایک سوراخ تھا۔ اس سوراخ میں سے اس نے نظر ڈالی پوشیدہ طور پر اور ان ہر دو دوستوں کو دیکھا کہ خلوت میں بیٹھے ہوئے ہیں دل کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور مادھو پر نظر ڈال رہے ہیں۔ مادھو کے ہاتھ سے شراب کا جام آپ لے رہے ہیں اور مادھو کی پیشانی کو چومتے تھے۔ اور مادھو بھی تخی شاہ حسین کی پیشانی کو چومتا تھا۔ مادھو چار زانو بیٹھے ہوئے تھے۔

رخ رنگین کے ساتھ مادھو نے پھر جام لب لبریز شاہ حسین کو دیا۔ اور کھڑے ہو کر تکریم کے ساتھ سلام کیا۔ حسین بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر مادھو کو تسلیم بجا لائے۔ ہر دو دوست ایسا ہی ناز اور نیاز کر رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کو بوسہ دے رہے تھے۔ مانند دودھ اور شکر کے۔ ناز کے ساتھ مادھو شراب کا جام دیتے تھے۔ اور شاہ حسین نیاز کے ساتھ مادھو کو سلام کرتے تھے۔ جب شاہ حسین شراب کا جام مادھو کو دیتے تھے تو مادھو ناز کے ساتھ شاہ حسین کو سلام کرتا تھا۔ بہت دیر تک ناز و نیاز کا بازار ایسا ہی گرم رہا۔ اور وہ دونوں دوست ایک ہو گئے۔ بابو نے جب ان دونوں کی حالت دیکھی تو حیران ہو گیا۔ اور اپنے دوستوں کے آگے اس بھید کو ظاہر کیا۔ بابو کے دوستوں میں سے ایک غالب جنگ نام دوست تھا۔ بابو نے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے مجھے معلوم نہیں ہوا۔ غالب جنگ نے کہا کہ تجھے لازم نہ تھا کہ تو دوستی کا حق جتائے اور حسین کی خلوت پر نظر ڈالے۔ یہ تو جاسوسی ہوئی اور دوستوں کا عیب، تو نے عیب جوئی کی۔ یہ شیوہ دوستوں کا نہیں ہے۔ یار کو چاہئے کہ سوائے نیکی کے اپنے دوستوں کا دوسرا ذکر نہ کرے۔ یار برائی دیکھنے والا، اور عیب جو نہ ہونا چاہئے۔ دوستوں کا نام ہونا چاہئے نیکی کے ساتھ۔ یہ تمام عیب ڈھونڈنا کب روا ہے۔ کیوں ان باتوں کو تو نے فاش کیا۔ یہ دو مرد مردانِ حق ہیں۔ تیری نظر حق بینی پر نہیں ہے۔ بلکہ یہ عیب بینی ہے۔ اور عیب جوئی ہے۔ یہ دو مرد شراب پیتے ہیں اس میں کچھ اور ہی بھید ہے۔ ان کا بوسہ لینا اور دینا خالی نہیں ہے یہ بوسہ نہیں دے رہے ہیں۔ وہ اس کو نعمت دے رہے ہیں۔ اس بوسے میں حسین نے تربیت رکھی ہے۔ مادھو کو خدا کا راستہ دکھانے کی تاکہ وہ مادھو کو اپنے ہی جیسا فقر و فنا کے میدان میں کھینچ لے۔ اس کو عاشق اللہ بنا رہے ہیں۔ ظاہر میں یہ کھیل معلوم ہو رہا ہے باطن میں فیضان الٰہی تقسیم ہو رہا ہے۔ بابو نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شراب اور بوسے میں کیسا ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ وہ تو بوسہ لیتے ہیں۔ اور بوسہ دیتے ہیں۔ یہ کیسی تربیت ہے۔ جب غالب جنگ نے یہ بات بابو سے سنی تو اس کے دل سے وہ وسوسوں کا زنگ دھونا چاہا۔ کہا اے بابو یہ تو کیا بکتا ہے۔ اور کیا کہتا ہے۔ میں تجھے یہ تمام بھید ظاہر کرتا

ہوں۔ جب مادھو اپنے ہاتھ سے جام شراب دیتے ہیں۔ ان کے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور مستی کا عالم نمایاں ہوتا ہے۔ اس عالم مستی میں وہ مادھو کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہیں وہ اس لئے کہ ان کی ولایت کی دم کی طاقت مادھو کے دل میں اثر کر جائے۔ اور اس کا غنچہ دل کرامت الٰہی سے خنداں ہو جائے۔ تا کہ یہ نسیمِ کرامت گلشن جانِ حسین سے غنچہ دل کو خنداں کر دے۔ جب مادھو کے دل نے اس نسیم کو قبول کر لیا۔ تو شوق سے سر تسلیم کو جھکا دیا۔ جب مادھو پیالہ پی لیتے ہیں۔ شراب حسین سے ان کے دل میں ایک دوسری قسم کا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ان کا دل اس مے سے مانند چراغ روشن ہو جاتا ہے۔ تب مادھو حسین کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہیں اور اس عینِ عالم نشہ میں جس کو عالم مستی کہنا چاہئے حسین کو سلام کرتے ہیں۔ جب مادھو کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مادھو کا غنچہ دل کھل جاتا ہے۔ اور اس عین عالم مستی میں سرِ حق ان پر کھل جاتا ہے۔ تو وہی سبب ہے۔ سلام کے لئے سر جھکانے کا پس یہ دوست آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ راہِ حق کے جویا بھی ہیں اور بوسہ وہ نہیں ہے۔ جس میں ہوا اور ہوس کا دخل ہو۔ ان کا کام شہوت انگیزی نہیں ہے۔ بلکہ تقویٰ، عصمت اور پرہیز سے بھرا ہوا ہے۔ یہ جو ایک دوسرے کو دیکھتے ہے۔ کہ ایک دوسرے کے معشوق اور شیدا ہیں۔ یہ ہمارے جیسے ظاہر نہیں ہیں۔ یہ عشق الٰہی کے معشوق ہیں۔ اور ایک دوسرے کے احسان مند۔ وہ جو شراب پیتے ہیں۔ اور بوسہ لیتے ہیں عالم مدہوشی میں بھی اس کی پیشانی اور لب کا بوسہ لیتے ہیں۔ اور دونوں آنکھوں کا اور ابروؤں کا۔ یہ تمام کوشش دوست کے دیدار کے لئے تکمیل کی جا رہی ہے۔ ان دونوں کا بھید بے کم و بیش یہی ہے۔ جو میں نے تجھ سے کہا ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اگر تجھے اعتبار نہیں ہے تو پھر جا کر دیکھ وہ مرد خدا راہِ صدق و صفا میں کیسے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بابو اپنی جگہ سے کود کر کھڑا ہو گیا۔ اُلٹے پاؤں پھر جا کر دیکھا۔ کہ وہ دلیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس گھر میں مانند شیروں کے۔ اس کی نظر اس پر کھلی ہوئی ہے۔ اور اس کی نظر اس پر کھلی ہوئی ہے۔ گویا دونوں طرف سے نظریں کھلی ہوئی ہیں۔ اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں۔ جب بابو

نے اس صحبت کو دیکھا۔ فوراً اس کے دل میں وحشت طاری ہوگئی۔ وحشت نے اس کے دل کے پر قبضہ کرلیا۔ اور وہیں زمین پر گر پڑا۔ جب دوستوں نے اس کا حال دیکھا۔ اور اس کو اٹھالیا۔ اس جگہ سے، آنکھ کھولی بابو نے اور کہا کہ میں ایک عجیب حال دیکھتا ہوں کہ کہنے کو بھی وحشت معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس مکان میں دو شیر وحشت ناک صورت کے ایک دوسرے کے مقابلے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب یہ سخن غالب جنگ نے سنی کہا خبردار شور مت کر اور یہ بھید کسی دیگر سے مت کہو۔ ظاہر کرنا بھید کا اچھا نہیں خبردار دم مت مار۔ خاموش ہو جا۔ مردان الٰہی کے بھید کو کسی پر ظاہر مت کر۔ یہ جو تو نے دیکھا ہے۔ اس کو کھیل مت تصور کر۔ یہ وہ بھید ہے جو ناگفتنی ہے۔ اگر ذرا بھی کسی کے سامنے کہے گا تو نقصان ہوگا۔ بلکہ تیری جان جاتی رہے گی۔ اس روز سے بابو عقلمند نے عبرت حاصل کیا اور فقیروں کا معتقد ہو گیا۔ مادھو اور حسین کا دل و جان سے معتقد ہو گیا۔ کیونکہ اُس نے حسین کا امتحان کیا۔ اس دن سے رات اور دن نہایت اعتقاد کے ساتھ حسین کی خدمت حاضر رہتا تھا۔ اس دن سے ان سارے خیالات کو اپنے دل سے باہر کر دیا۔ اور تمام وسوسوں کو اپنے دل سے بھلا دیا۔ جان لیا کہ واقعی حسین شیر ہیں۔ راہِ الٰہی کے سچ ہے یہ شیر ہیں راہ خدا کے، اور شیر مرد ہیں راہِ خدا کے، آسان نہیں دنیا میں شیر ہو جانا۔ اللہ کے راستے میں عجب شیر ہیں کہ غصہ اور غم نہ رکھ کر دوسرے شیر کو نعمت الٰہی سے سرفراز کر دیوے۔ کہ جب مادھو پر حسین نے نظر ڈالی ماسوائے سے الگ کر کے راہ فقر میں شیر بنا دیا۔ اپنے دل کے بھید سب مادھو کے دل میں ڈال دیئے۔ نہ مادھو نے ریاضت کی نہ زہد نہ تقویٰ نہ عبادت۔ نعمت اور دولت دینی کو بغیر دقت کے سمیٹ لیا۔ اور اللہ کے نزدیک ہو گیا۔ آسان طریقے سے حسین نے مادھو کو خدا تک پہنچا دیا اور خدا کو ملا دیا۔ چند قطرے شراب کے اس کے حلق میں اترے ان قطروں نے صبح نورانی کا نقشہ بنا دیا۔ اور مادھو کی شام نور صبح کے ساتھ بدل ہوگئی۔ چند بوسے جو مادھو کی لب کے لئے گئے۔ انہوں نے مانند روز روشن کی، اس کے دل کی تاریکی یعنی اندھیری کو روشن کر دیا۔ ہادی ہو تو حسین سری کا ہو اور مرشد کامل ہو تو حسین جیسا ہو۔

کہ بوسہ اور شراب مرید کے اوپر کشف صحاب کر دیا۔ بغیر ریاضت کے اور بغیر کسی عبادت کے مرید کا کام بن گیا۔ اور مرید نے سرفرازی حاصل کر لی۔ جس کو اللہ سرفراز کرنا چاہتا ہے اور اس کو منزل مقصود تک پہنچانا چاہتا ہے تو اس کو ایسا ہی ہادی عنایت کرتا ہے۔ کہ بغیر کسی محنت اور رنج کے وہ ایک بہت بڑی نعمت کا مستحق ہو گیا۔ پس ایسا ہادی سوائے حسین کے اور کوئی نہیں ہے۔ جس نے اس کے دروازے پر سر رکھا۔ اس کا سر آسمان کو پہنچ گیا۔ اُس نے دولت ابدی کو حاصل کر لیا اور سعادت ابدی کا حق دار ہو گیا۔ کیونکہ ہر دو جہان میں اصل مقصد حسین ہے۔ کہ اُس کے دم پاک اور صدق صفائی سے مادھو اللہ کے راستے میں فقیر ہو گیا۔ جس وقت مادھو واصلان حق ہو گیا۔ حسین نے ان کو رخصت کیا۔ اور کہا کہ اس بھید کو خلق سے پوشیدہ رکھ۔ اور لباس کو ظاہر نہ کر کسی دیگر پر کام کو مصلحت کے ساتھ فقر میں انجام دے تا کہ تیری روح کو طریق فقر میں تقویت حاصل ہو۔ غیبتوں کا لباس پہنا رہو اور فقر سے کام لے ہر کام میں۔ وجود یعنی جسم جو ہے۔ صرف لباس سے ڈھانپنے کے لئے ہے دنیا میں جسم کو لباس سے آراستہ رکھا جائے۔ لیکن جان و دل خدا کے آگے ہونا چاہئے۔ ظاہرا میں لباس دنیا داروں کا رکھ لیکن باطن میں مانند فقیروں کے کام کر۔ جو کچھ کہ تجھے ضرورت ہو۔ اور احتیاج ہو کسی کے آگے سوال مت کر۔ نوکری کا پیشہ اختیار کر۔ اور اس سے اپنی حاجت رفع کر۔ مانند فقیروں کے گوشہ نشین مت ہو۔ سفر اور جستجو کر۔ تیرے جسم پر اگر لباس فقیری نہ ہو تو پروانہیں۔ دل کو وسوسوں سے اور اندیشوں سے خالی کر ڈال۔ تیراں (۱۳) برس تک تو ایسا ہی دنیا میں رہو لیکن فقر کو پیش نظر رکھ۔ اڑتیس (۳۸) برس جب تجھ کو پورے ہو جائیں۔ تو فقر و فنا کا راستہ اختیار کر۔ پھر تمام کاموں کو چھوڑ دے۔ نوکری کو چھوڑ اور فقر میں خدا کے ساتھ دم ساز ہو جا۔ اور گوشہ نشینی اختیار کر۔ گوشہ نشینی اختیار کرنا دنیا سے مطلب یہی ہے کہ دنیا سے بے پروا ہی حاصل کرنا۔ اور اس وقت تو اعتکاف میرے مزار پر بیٹھ اور تیرا مزار بھی میرے ہی مزار کے بازو میں ہو گا۔ جب یہ تمام باتیں مادھو نے شاہ حسین سے سُنیں۔ اِن تمام باتوں کو تسلیم کر لیا۔

ذکر نوکر ہونا محبوبُ الحق میاں مادھو کا حکم سے شاہ حسین مقصود العینی کے راجہ مان سنگھ کے پاس اور جانا اس کے ہمراہ لاہور سے بنگالے کی طرف اور وہاں سے پھر دکن کی طرف اور جنگ دکنیوں کا اور آپ کی کرامت کا ظاہر ہونا دکھنیوں کے اوپر جن کو کہ فتح ہونے کے قریب تھی۔ لیکن آپ کی کرامت اور امداد کی وجہ سے راجہ کا فتح پانا اور واپس آنا میاں مادھو کا تین سال کے بعد حضرت شاہ حسین کے نزدیک اور وصال ہونے تک آپ کی خدمت میں رہنا

مادھو نے جب صدق و یقین سے اپنے پیر سے یہ تلقین پالی۔ راہ حق کے بتلانے کے لئے حسین اُن کے پیر تھے۔ اس لئے ضرور ہوا۔ کہ پیر کی اطاعت مادھو پر لازمی ہوگئی۔ مادھو شاہ حسین سے اجازت لے کر راجہ مان سنگھ کے ہاں نوکر ہوئے۔ راجہ کے ساتھ چست کمر باندھا۔ اور لاہور سے سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ بنگالہ تشریف لے گئے۔ راجہ کے ساتھ فرمان شاہی سے۔ بنگالے سے پھر دکن کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ فرمانِ شاہی ہوا تھا کہ دکن پر جنگ کرنا ہے۔ راجہ جب اب شاہی حکم سے دکن کو روانہ ہوگیا مادھو بھی ان کے ہمراہ چلے اس مہم کو پورا کرنے کے لئے۔ جب کہ راجہ کو بھی کسی ظن و گمان کے بغیر فقراء کے ساتھ دل و جان سے محبت تھی۔ اس لئے مادھو کو نہایت عزت اور آبرو کے ساتھ دیکھتے تھے۔ اور آپ کو بہت دوست رکھتے تھے۔ ایک روز راجہ سوار ہوا اور اس سواری میں مادھو کو اپنے ساتھ لیا راجہ اور تابعان راجہ یعنی اس کے غلام آپس میں اکٹھے تھے۔ ایسا ہی ہمیشہ کے لئے، بغیر کسی روک ٹوک کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ جب وہ دکن گئے ہیں جنگ کے ارادہ کے لئے دشمن کے ساتھ، ہر راہ میں ناچار تھا۔ کہ آگے اور پیچھے سے کوئی خبر ملے۔ رہتے تھے ہر ایک سے آگاہ اور ہوشیار تا کہ دیکھیں انجام کار کیا ہوتا ہے۔ حاصل کلام وہ دکن کو گئے۔ جب دکن کا راستہ طے

کر کے پہنچے اور دکن کے لوگوں کو آ گاہی ہوئی۔ اس طرف سے فوج دشمن نے جس کا کہ سردار ملک عنبر تھا۔ اس طرف کا راجہ مختار تھا۔ اور سپہ سالار تھا۔ پس تمام دکنی جمع ہو کر جنگ کے لئے آمادہ ہوئے۔ صلح کے شیشے کو جنگ میں پھوڑ دیا گیا۔ اور طبل جنگ بجایا گیا۔ ہر دو جانب سے صفیں جنگ کی باندھیں گئیں۔ روبرو ایک دوسری فوج کے۔ خنجر، تیر، تیغ، گرز اور برچھی کھینچی گئی۔ اس وقت ایسی جنگ ہوئی کہ لڑکے نے اپنے باپ کا بھی خیال نہ کیا۔ باپ کو بیٹے کے مر جانے کا کوئی غم نہ تھا۔ اور بیٹے کو باپ کے مر جانے کا کوئی غم نہ تھا۔ بلکہ خوشی کا سامان تھا۔ نہ باپ کو مہربانی تھی بیٹے کی حالت پر اور نہ بیٹے سے حیا تھی باپ کے مارنے پر۔ پس تیار ہو گئے تیغے ہاتھوں میں لیے ہوئے حتیٰ کہ برادر برادر کو مارتا تھا۔ اس جنگ دردناک یعنی وحشت انگیز میں دونوں طرف سے گرز گران سرکوبی کر رہے تھے۔ تیر کمان سے چھٹ کر دلوں پر کام کرتا تھا۔ زہریلا خنجر پہلوانوں کی گردنوں کو کاٹتا تھا۔ ہر دو جانب سے برچھیاں چل رہی تھیں۔ اور دلوں کو پرو رہی تھیں۔ اہل دکن بالکل غالب ہو گئے۔ راجہ کے لشکر کو اسی میدانِ جنگ میں کوئی تاب و طاقت نہ رہی، کہ دوسری مرتبہ اپنا حملہ دشمنوں کو دکھلا سکیں گویا کہ راجہ کی فوج کا ہاتھ بندھ گیا تھا۔ کوئی صورت امان کی راجہ کی قوم کو نظر نہ آئی تھی۔ راجہ نہایت پریشان اس معاملے میں چاہا کہ دشمن سے پناہ مانگی جائے۔ اُس بے قراری اور اضطرابی کے عالم میں راجہ نے مادھو کی طرف عاجزی سے دیکھا۔ اور عاجزی سے کہا کہ اے فقیر و درویش اس وقت سخت مشکل درپیش آ گئی ہے۔ کوئی ایسا علاج کیا جائے کہ میں اس میدانِ جنگ سے آوارہ نہ ہو جاؤں۔ مادھو نے تبسم فرما کے راہِ نیاز کے ساتھ فرمایا کوئی غم نہیں۔ آپ اتنی جلدی نہ کیجئے۔ خدا کی طرف سے مہربانی ہے تیرے کو، اور فتح آسمانی تیرے نصیب میں ہے۔ جب تک کہ میں اس لشکر میں ہوں۔ دشمن تجھ پر کبھی غالب نہیں ہو سکے گا۔ جب مادھو نے یہ سخن فرمایا۔ راجہ کے دل میں ایک قسم کی دلیری پیدا ہو گئی۔ مادھو نے اللہ کی جانب میں دعا کی اور راجہ کی فوج کی فتح کے لئے دعا مانگی گئی۔ اور اس وقت آپ نے اپنے پیر شاہ حسین کو یاد کیا۔ آپ کا یاد کرنا ہی تھا۔ کہ لاہور میں

شاہ حسین کو خبر ہوگئی۔ آپ (حسین) دروازہ مکان کا بند کر کے اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ یکا یک آپ بے قرار ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دوستوں سے کہا اے دوستو میں ابھی باہر سے ہو کر واپس آ جاتا ہوں۔ کوئی باہر نہ جائے اس مکان سے۔ اس مکان میں خوش و خرم بیٹھے رہیے۔ میں ابھی واپس آ جاتا ہوں۔ مجھے میرے مادھو نے یاد کیا ہے۔ اس کی یاد نے میرے دل کو شاد کر دیا۔ شراب ساقی اور صراحی جام اور قوال نقل طعام مجلس دوستوں میں میرے واپس آنے تک تیار رہے۔ سب کچھ میرے لئے تیار رہے۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں واپس آ جاتا ہوں۔ آپ نے اپنے قدم کو گھر سے باہر نکالا اور کسی آشنا اور بیگانے پر یہ راز ظاہر نہ کیا گیا۔ ایک لحظے میں اپنے وطن سے دیار ملک دکن میں پہنچ گئے اور مادھو سے کہا اے پیارے دیکھو قدرت اللہ کی اور اس کے بھیدوں کو۔ راجہ سے کہدو کوئی فکر نہ کی جائے۔ جنگ کے اندر سر خدا کھل جاتا ہے۔ مادھو نے راجہ سے کہا کہ اب خدا کی قدرت کو آپ دیکھئے۔ اور ہوا کی طرف نظر ڈالئے۔ راجہ نے جب ہوا کی طرف نظر ڈالی۔ دیکھا غیب سے ایک لشکر ہوا میں ہے کہ وہ ہوا سے دشمنوں کو اوپر سے مار رہے ہیں۔ اور وہ لشکر قلندران خدا کا تھا۔ راجہ دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک دم دکنی بھاگنا شروع کیا۔ دکنیوں پر دہشت غالب ہوگئی۔ اور وہ پسپا ہو گئے۔ اور راجہ کی قوم کا دباؤ زیادہ پڑ گیا۔ راجہ نے حکم دیا کہ خوشی کا نقارہ بجایا جائے یہ آسانی فتح ہم کو نصیب ہوئی۔ اس روز سے راجہ مادھو کا پورا معتقد ہو گیا۔ مادھو اور حسین خوش ہو کر وہاں تھوڑی دیر پڑے رہے۔ اور آپس میں دونوں کی گفتگو ہوتی رہی۔ وہ گفتگو راز کی تھی۔ جس میں ناز و نیاز شامل تھا۔ حسین نے چاہا کہ اب میں لاہور جانا چاہتا ہوں اور مادھو نے کہا کہ میرا ابھی ارادہ وطن کو جانے کا ہے۔ مادھو نے ناز کے ساتھ حسین کو رخصت کیا اور حسین دکن سے لاہور آ گئے۔ ان کے دوست اس مکان میں ان کی یاد لئے بیٹھے ہوئے تھے اور اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ حسین کے ہمراہ شراب پی جائے۔ حسین دروازے پر آن پہنچے۔ جو کچھ وہاں ماجرا ہوا تھا وہ تمام اپنے دوستوں کو سنا دیا۔ دوستوں نے جب یہ کیفیت سنی کمال خوشی سے

ساتھ رقص شروع کیا۔ زمانے کے فکروں کو ایک طرف کر دیا اور سماع کی طرف رجوع ہو گئے۔ اللہ کا شکریہ بجا لائے۔ اب میں ذکر کرتا ہوں راجہ کی فتح کا۔

راجہ مادھو کے پاس آیا اور اپنا سر مادھو کے پاؤں پر رکھ دیا۔ اور ادب سے کہا اے خدا اندیش تو ایسا کامل فقیر ہے، مجھے نہیں معلوم تھا، کہ تو ایسا کامل ہے۔ اور خدا کے ساتھ واصل ہے۔ بیشک تو راہ ولایت میں کامل اولیا ہے اور خاصانِ خدا میں سے ہے۔ کہ تیری دُعا کنجی ہوئی فتح اور نصرت کی۔ اب میرا سر تیرے پاؤں پر ہے۔ میں تیرا مالک نہیں ہوں اور تو میرا نوکر نہیں ہے۔ بلکہ تو میرا پیر ہے اور میں تیرا مرید ہوں۔ بلکہ بندہ ہوں، بغیر داموں کے خرید کیا ہوا۔ جو کچھ تو حکم دے میں بجا لاتا ہوں۔ اس سے مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔ مادھو نے اپنے ہاتھ کو ان کے سر کو لگایا۔ اور کہا کہ سر کو اٹھائیے۔ اور ایسی گفتگو نہ کیجئے کہ میں آپ سے کیا مانگوں، میرا خدا غنی ہے میں خدا سے مانگتا ہوں جو کچھ مانگنا ہے۔ کہ سوائے اس کے کوئی دوسرا نہیں ہے۔ جب کہ تو اب میرے راز سے واقف ہو گیا ہے۔ تو اب میرا تمہارے نزدیک رہنا مناسب نہیں ہے۔ اب میں شاہ حسین کے نزدیک جاتا ہوں۔ اگر ان سے اجازت ہوئی تو پھر میں تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ راجہ نے اس بات کو قبول کیا اور رخصت کر دیا۔ مادھو وہ دور دراز کا سفر طے کرتے ہوئے حسین کے پاس لاہور میں حاضر ہوئے۔ صدق اور اخلاص سے حسین کے مخلص و خادم و مرید و غلام بنے ہوئے تھے۔ رات اور دن آپ کی خدمت میں کمر باندھے ہوئے تھے۔ ان کے ارادے کے بغیر دم نہیں مارتے تھے۔ کیونکہ ہر دو جہان میں جان و دل سے مادھو کے محبّ حسین تھے۔

ذکر احوال شاہ حسین مقصود العین اور جائے تجویز کرنا اپنے مقبرے کے لئے شاہ حسین کا طرف پانی راوی کے، جو لاہور کے نزدیک بہہ رہی ہے۔ قریب میں محبوب الحق میاں مادھو کے، اور خبر دینا دوستوں کو انجام کار کی نسبت میاں مادھو کے

جو کوئی کہ معرفت کے اندر بات کرے۔ وہ راز حسین کو پڑھے۔ کہ حسین خدا کی طرف سے فقر و فنا میں کامل ہو گیا۔ راہِ صدق و صفا میں وفا کے ساتھ، صادق تھا راہِ فقر میں اور مضبوط تھا فقر کے اندر ایک تار کے آواز کے اوپر، وہ مستی کے عالم میں کوچہ و بازار میں ناچتے تھے۔ طریقہ فقر کا جیسا کہ حسین کو حاصل تھا، کسی دوسرے کو نہیں ہے۔ ناچ کے وقت میں اکثر آپ اپنی آستین کو جھٹکتے تھے اور جب آپ پر حالت طاری ہو جاتی تھی تو آپ کو اللہ کا وصال ہو جاتا تھا۔ جلال الٰہی کے پردے شق ہو جاتے تھے۔ اور اُن پردوں سے گزر کر جمال الٰہی کا مشاہدہ کرتے تھے۔ فنا سے گزر کر بقا کو پہنچتے تھے۔ اور محو ہو جاتے تھے۔ جمالِ الٰہی کے مشاہدے میں۔ رات اور دن سیر ہوتی تھی جنگل کی اور اکثر ان کی سیر بابو پور میں ہوتی تھی کہ جہاں ان کا مدفن ہے یعنی مزار ہے۔ لیکن دل مادھو سے لگا ہوا تھا اور مادھو کے عشق میں مست تھے۔ پانی کے اس طرف بھی لاہور سے جاتے تھے سیر کے لئے رات اور دن جماعت اصحاب کے ساتھ شراب اور چنگ کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لئے کہ اُدھر مادھو کا گھر تھا اور وہاں شراب بھی مصفا ملتی تھی۔ مادھو کے مکان کے نزدیک میں ایک زمین تھی۔ جو بہت سرسبز تھی اور مادھو کے مکان کے مقابلے میں تھی۔ اس زمین کو حسین نے اختیار کیا تا کہ ان کا مزار وہیں بنایا جائے۔ اُس سرسبز رشک بہشت میں پھول چمبیلی اور لالہ اور موتیا کی خوشبو سے مہک رہی تھی۔ وہاں پر آپ نے اپنا مقبرہ تجویز کیا۔ وہ جگہ مانند جنت الماوٰی کے تھی۔ اس جگہ کنواں بھی بنایا گیا۔ اور درخت بھی نصب کئے گئے۔ تا کہ ارادہ الٰہی سے بعد وفات کے آپ کا مدفن وہیں ہو جائے۔ زمانہ حیات میں اکثر آپ خبر دیتے تھے اور نشان بھی

دیا کہ میرا مزار یہیں ہونا چاہیئے کہ اس خوش سرسبز زمین میں جہاں کہ ہم اب شراب پیتے ہیں۔ بعد مرنے کے یہ میرا مدفن گاہ تصور کیا جائے اس قبر میں تیراں سال تک میں رہوں گا۔ فرشِ وصال پر۔ تیراں سال کے بعد پانی کے صدمے سے وہ جگہ اُکھڑ جائے گی دریائے راوی کی طغیانی میری گور کو اُکھیڑ دے گی۔ دوست میری لاش کو قبر میں سے نکال کر بے تامل باہر نکالیں گے۔ اور بابو پور میں لے کر آئیں گے اور وہاں مجھے دفنائیں گے تا کہ میں آرام کے ساتھ قیامت تک وہیں آرام کروں۔ فضل قادر پاک سے، میرا بستر راحت، بابو پور کی خاک ہو گی۔ جب میں دنیا فانی سے رحلت کر جاؤں گا۔ مادھو پھر نوکر ہو جائے گا اور بعد ایک سال کے وہ سفر کرے گا۔ باراں سال تک وہ سفر ایسا ہو گا کہ کوئی تعلق اس کا نہیں ہو گا۔ جب چودھواں سال آئے گا مادھو سفر سے خوش حال واپس آئیں گے۔ کیونکہ وہی ہے سنت فقر کا زندہ بنانے والا، اور وہی ہے میرا جان نشین فقر کے اندر، میرے مزار کے اوپر پینتیس برس تک خدمت کرے گا۔ بعد واصل حق ہو کر میرے پہلو میں اُس کی قبر کھودی جائے گی۔ تا کہ میرے نزدیک سے وہ دور نہ ہو جائے۔ الغرض حسین سب کے روبرو یہ ذکر کرتے تھے۔ اور اس راز پوشیدہ کا اظہار فرماتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے عالمِ حیات میں فرمایا۔ ویسا ہی آپ کی وفات کے بعد ہوا۔ وہ مقصود العینی پیشوا تھے۔ راہِ خدا کے، مرشد تھا رہنما تھا راہِ خدا کا۔ سالک بے ریا، ملامت دنیا کو قبول کرنے والا۔ صوفی با صفا مذہب کا ظاہر میں طریقِ مجاز میں تھا۔ ظاہراً شراب خور مست اور شاہد باز، لیکن باطن میں حقیقت حق سے ملا ہوا۔ اور عارف پاک راہِ فقر میں کامل مرد۔ اللہ اس کے وہ اللہ کے ساتھ۔ جو کچھ کہ گناہ کرتا یا بندگی وہ اللہ کے نزدیک یکساں تھیں۔ بلکہ بندگی اس کی مقبول تھی اور گناہ اس کے معاف۔ کیونکہ تاج وحدت کا، اس کے سر پر تھا۔ اس لئے اللہ نے قلم عنایت سے اس کا نام لکھ دیا۔ اس کی بندگی قبول کی گئی۔ اور اس کے گناہ معاف کئے گئے۔ کہ گناہ اس کے تمام بندگی تھے۔ اگرچہ ظاہراً دیکھنے میں گناہ دکھائی دیتے تھے۔ لیکن دراصل وہ گناہ نہیں تھے۔ کیونکہ جس شخص کو قرب الٰہی حاصل ہو وہ گناہ کی طرف کیوں جائے گا۔ گناہ

کی طرف اس کی خواہش کبھی نہ ہوگی۔ اگر کوئی گناہ بھی سرزد ہوگیا۔ وہ عین عبادت میں خیال کیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا ارادہ گناہ کرنے کا نہیں ہے۔ لیکن وہ عین مصلحت الٰہی ہے۔ اور یہ بھید ان کو معلوم ہوتا ہے۔ جو کہ صاحب باطن ہوتے ہیں۔ یہ بھید انہی پر کھلے گا جو عارفِ خدا ہیں۔ جب وہ اللہ کے ساتھ واصل ہو جائے یہ تمام کام اس کے لیے زیبا ہیں۔ اور روا ہیں۔ فسق ناچ داڑھی کا صاف کرنا اور شراب کا پینا اور دف اور طنبور کا بجانا اور چنگ و رباب کا بجانا۔ اس کے لئے نہ زیبا ہے جو کہ راہ فقر میں واصل خدا ہے۔ اور دل اس کا توحید کی رسی سے بندھا ہوا ہو۔ پس اس کے نزدیک گلاب اور پانی ایک ہی ہے۔ سرکہ، شربت اور شراب ایک ہی ہے۔ جب کہ حسین کی یہی حالت تھی۔ اور اکثر اپنے کو ایسا ہی اور اس رنگ میں رکھتے تھے۔ اگرچہ ظاہر میں شراب خوار تھے، لیکن عالمِ باطن میں اللہ کے ساتھ تھے۔ سچ ہے۔ جو اللہ کی طرف کا رستہ ڈھونڈنے والا ہوتا ہے ابر اور پانی اُسی کے حُکم میں ہوتا ہے۔ حسین ایسا ہی مرد خدا تھا۔ اور یہ فقر کی شان اسی کے لئے زیبا ہے۔ ایک تھوڑی سی اُس کی کرامت میں بیان کرتا ہوں تاکہ منکرانِ حسین کو عزت اور قدر معلوم ہو جائے۔ کہ حسین طریق صدق و صفا میں راست تھا، اور مقربانِ الٰہی میں سے تھا۔ جہاں اُس کو قرب حق حاصل تھا۔ اور ولایت اور عرفان کی عزت حاصل تھی۔

ذِکر کرامت شاہ حسین مقصود العین

بہار خاں منڈا کے ساتھ رئیس گاؤں منڈیاں والا موسم خشک سال میں اور مرید ہو جانا اُسکا ایک روز اتفاق سے شاہ حسین بے نیاز تعلق کونین نے چاہا کہ جنگل کی سیر کریں۔ اور جماعت فقراء کے ساتھ روانہ ہوویں فقراء نے حسین سے کہا آپس میں اتفاق کے ساتھ آج کے روز ہم تمام جنگل کو چلیں گے۔ آج ہم تمام فقراؤں کو روغنی نان کھلائیں۔ کہ جس میں شکر وغیرہ ملی ہوئی ہو۔ حسین نے اس وقت تبسم کیا اور اس بات کو قبول کیا۔ اچھا تم ایسا ہی چاہتے ہو تو تم کو کھلائے جائیں گے۔ پس وہاں سے

روانہ ہوئے خوشی کے ساتھ، اور دو تین کوس شہر سے باہر گئے ایک شہر ہے وہاں مشہور آب راوی سے لاہور اس طرف گویا راوی کے پار کی طرف وہ قدیم شہر ہے سو برس کا آباد کیا ہوا۔ جس کا نام منڈیانوالہ ہے۔ وہاں اکثر خوبصورت لڑکیاں بھی تھیں اور لڑکے بھی۔ کنواری لڑکیاں حسن و ناز کے ساتھ اور لڑکے نازنین شکر لب وہاں موجود تھے۔ گئے حسین سیر کرتے ہوئے اپنے تمام دوستوں کے جب وہاں پہنچے تمام فقیر وہاں کے بھی دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ اور گلی گلی میں پکارا ہو گیا کہ فقراء آئے ہوئے ہیں۔ اُن دنوں خلقتِ خدا کو بارش کی بہت ضرورت تھی۔ موسم خشک سالی کا تھا۔ اس گاؤں کے لوگوں نے اس درمیان میں خبر پائی اور آگاہی ہوئی سب کو کہ فقیرانِ خدا آئے ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ حسین بھی اُن کے ہمراہ تشریف لائے ہیں تمام نے مشورہ کیا کہ فقیر شہر کے اندر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور ان میں ایک حسینؒ نام فقیر بھی بڑا مشہور و معروف ہے۔ لاہور کا رہنے والا۔ آج چل کر اس کو دیکھیں کہ آیا وہ فقیری میں کیسا ہے اور کس درجے تک ہے۔ اگر پانی اس نے برسا دیا تو ہم اُس کو فقیر سمجھیں گے اور پھر سچ جان لیں گے کہ وہ فقیرِ خدا ہے۔ اور معرفت الٰہی میں تحقیق کو پہنچا ہوا ہے۔ اگرچہ مخلوق کی آنکھ میں وہ شراب خوار ہے۔ لیکن اللہ کے نزدیک وہ نیکوکار ہے۔ اگر اس نے بارش نہ برسائی تو ہم اُس کو خراب کریں گے۔ اور وہ امتحان میں پورا نہ اترے گا۔ تو اس کا دعویٰ فقیری میں بالکل جھوٹا ہے۔ تمام جماعتوں میں دوستوں کے اُس کو رسوا کریں گے۔ اگرچہ کہ وہ لباس فقیری میں ہیں لیکن کیا فائدہ جب کہ اُس نے بارش نہ برسائی فقیری میں دم مارنا اور راہِ خدا پر چلنا بہت مشکل ہے۔ یہ تو بے پرواہی سے شراب پیتے ہیں۔ راہِ فقر میں زہد اور تقویٰ ہونا چاہئے۔ یہ کہاں آیا ہے کہ فقیر شراب نوشی کریں۔ فقر کا راستہ تو اطاعت اور تقویٰ ہے۔ بلکہ شراب پینا جائز نہیں ہے۔ تعجب معلوم ہوتا ہے کہ فقیر ہو کر شراب پئے اور اہل کمال کا دعویٰ کرے۔ بلکہ دعویٰ اس کا عین باطل ہے۔ ہاں اگر حسین نے پانی برسا دیا اور سب کو امن ہو گیا تو البتہ ہم سمجھیں گے کہ یہ فقیر کامل ہے۔ نہیں تو ہم اسکو خراب کریں گے۔ اور اس کو ذلت کے ساتھ

آزار دیں گے۔ تا کہ اُس کو عبرت ہو جائے کہ بغیر تقویٰ اور بغیر بندگی الٰہی کے پھر فقیری میں دعویٰ نہ کرے۔ جب اُن تمام لوگوں منڈیانوالہ والوں میں یہ مشورہ ہوا کہ سب مل کر یہ تدبیر کریں۔ اس وقت ہم میں بڑا کون ہے۔ اس کو آگے بڑھائیں تا کہ اس کے سبب سے یہ کام حل ہو جائے۔ ان میں ایک بہار خاں نام رئیس تھا جو کہ فقیروں کا معتقد تھا۔ اس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اچھا میں چلتا ہوں ان سب کو پہلے باندھ لیو اور حسین کو بھی باندھ لو۔ جب وہ ایسی ذلت دیکھیں گے تو ضرور ہے کہ وہ اللہ کی جناب میں دعا کریں گے اور اگر اس دعا سے پانی نہ برسا تو ان کا منہ کالا کر دینا چاہئے اور ان کے منہ پر سیاہی مل دینی چاہئے۔ گاؤں کے لوگ فوراً دوڑ پڑے حسین اور ان کے ہمراہیوں کو پکڑ لیا۔ سب کو پکڑ کر بند کر دیا۔ کوئی ادھر دوڑتا تھا بازار کی طرف اور کوئی اُدھر دوڑتا تھا اور آزار کے ساتھ ان کو گرفتار کر کے لے آئے تھے۔ جب حسین نے یہ حال دیکھا اور جہاں یہ تمام بند تھے وہاں پہنچے تو آپ نے تبسم فرمایا۔ اور کہا اے خدا والو کیوں خوب روئیاں گھی والی کھائیں جو شکر میں بنائی گئی تھیں۔ فقراء نے جواب دیا اے اللہ والے یہ سب ذلت تیری ہی طرف سے ہے۔ تو نے ہی ہمیں گرفتار کرایا۔ کہ تو اپنے کو فقیر کہتا ہے۔ اور یہ بات تجھ پر روشن نہ ہوئی تھی۔ اور پھر تو فقیری میں دم مارتا ہے۔ تم پر افسوس، اس گاؤں کے لوگ تعجب میں ہیں۔ اور آپ سے فقیری کی دلیل طلب کرتے ہیں اور نہیں تو تو فحش اور شراب خوار ہے تو نہ فقیر ہے۔ بلکہ بدکار ہے تو اگر آج پانی آسمان سے نہیں آیا تو ہم کو بھی اور تجھ کو بھی خراب کریں گے یہ لوگ، اور تجھے بھی باندھ دیں گے۔ حضرت شاہ حسین نے فرمایا۔ کہ خاطر جمع رکھو کہ تم کو کوئی ذلت نہیں ہو گی۔ جب اللہ رحم کرتا ہے تو پانی آسمان سے برسا دے گا۔ بلکہ یہاں کا رئیس بھی تمہارا مطیع اور رفیق ہو جائے گا۔ اور وہ اپنا سر بھی ڈاڑھی بھی منڈوانے کا اور تمہارے جیسا میرا مرید بھی ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا تم گھبراؤ مت بے اعتقاد مت ہو جاؤ۔ گاؤں والوں سے شاہ حسین نے کہا کہ فقیروں سے تمہارا یہی اعتقاد ہے کیا۔ بڑے بے اعتقاد اور بڑے بے ادب ہو کہ پانی طلب کرنے کے ایسے ہی راستے ہوتے

ہیں۔ کہ فقراء کو پکڑنا اور گرفتار کرنا، اور ذلت کے ساتھ پیش آنا یہ جائز ہے کیا، اعتقاد لاؤ فقیروں کے اوپر اور تاوقت کہ تمہارا اعتقاد کامل نہ ہوگا۔ حاجت تمہاری بر نہیں آئے گی۔ راہِ اخلاص اور اعتقاد کو قائم کرو تا کہ تم کو تمہارے مطلب میں کامیابی حاصل ہو۔ میرے دوستوں کو بلا سے چھوڑو، اگر میرے دوستوں کو نہیں چھوڑو گے تو بجائے پانی کے آگ برس جائے گی۔ فقراء کے ساتھ یہ سلوک کرنا تھا کیا۔ اگر فقراء چاہئیں تو تمام روئے زمین کو جلا دیں۔ لیکن تمہارے خیال سے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ عالم میں آگ لگا دی جائے۔ خبردار خبردار پھر ایسا ظلم نہ کیا جائے۔ اور ایسا فتنہ نہ برپا کیا جائے۔ پہچانو فقیروں کو اور عزت کرو ان فقیروں کی۔ چھوڑ دو ان قیدیوں کو۔ ان کے کھانے کے لئے روغنی نان لاؤ کہ جس میں شکر ملی ہوئی ہو، اور شراب بھی حاضر کی جائے تا کہ جب یہ روٹی کھائیں اور شراب پئیں تو ضرور ہے کہ آسمان سے پانی برسے گا۔ جب اُن لوگوں (منڈیانوالوں) نے یہ تمام باتیں زبان مبارک حسین سے سنیں تو تمام متفق ہوئے۔ اس بات پر کہ ایسا ہی عمل کیا جائے۔ جیسا کہ حسین کا کہنا ہے۔ فقیروں پر کوئی ظلم وستم نہ کیا جائے۔ چابکدستی سے تمام چیزیں حاضر کرنے کے لئے اپنے اپنے مکانوں کو چلے گئے۔ اور سب چیزیں حسب فرمائش شاہ حسین کے حاضر کی گئیں۔ جب دو تین دور شراب کے چل چکے۔ حسین نے آسمان کی جانب نظر اُٹھائی۔ اور آپ نے رقص شروع کیا اور ہوا سے یکا یک ایک ابر سیاہ نمودار ہو گیا۔

حسین کے دوست بھی حسین کے ساتھ رقص کرنے لگے۔ حسین نے فرمایا کیوں دوستو برسایا جائے اب اتنا پانی کہ سب لوگ سیر ہو جائیں۔ یعنی بارش کے پانی سے پُر ہو جائیں۔ آپ ناچتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے فقیرانِ خدا دیکھو اب پانی برستا ہے۔ اتنے ہی میں پانی آپ کے سر پر اور آپ کے دوستوں کے سر پر برسنا شروع ہو گیا۔ بعد میں تمام طرف پانی برسنا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ زمین گلزار ہو گئی۔ اتنا پانی برسا کہ زمین چھپ گئی۔ آخر کار اہل دیہہ پانی سے تنگ ہو گئے۔ اور سب کو ندامت ہوئی کیونکہ انہوں نے فقراء کے ساتھ برا سلوک کیا تھا۔ پشیمانی اور

ندامت سے سب نے حسین کے آگے حاضر ہو کر اقرار کیا اپنی نادانی کا۔ ہمارے کو آپ کی قدر معلوم نہ تھی۔ اس لئے ہم سب معافی کے خواستگار ہیں۔ برائے خدا ہمیں معاف کر۔ آخر میں تمام لوگ ہاتھ باندھے کھڑے ہو گئے اور اپنے سرِ اعتقاد کو حسین کے پاؤں مبارک پر رکھ دیا اور کہا کہ اے خدا والے پانی کے لئے حکم دو کہ بس ہو جائے۔ اگر ایسا ہی پانی رہا تو ہماری کھیتیاں سب تباہ اور خراب ہو جائیں گی۔ ہمارے کھیتوں کے لیے اس قدر بارش از بس کافی ہے۔ زیادہ کی ضرورت نہیں اور اگر اس سے زیادہ بارش ہو جائے گی تو کھیتوں کے لئے آفت ہو جائے گی۔ اب ہم تجھ سے عرض کرتے ہیں اے رفیق خدا ہم نے جو کچھ ظلم کیا ہے وہ ہم نے خطا کیا ہے۔ اس خطا سے درگذر کر اور بارش کو اشارہ کر کہ بس ہو جائے۔ اس وقت حسین نے بیٹھ کر روئے نیاز کو اللہ کی طرف بلند کیا اور دست دُعا کو اٹھایا اتنے میں بہار خاں منڈا آیا شاہ حسین کے آگے پانی بند ہو گیا۔ اور بہار خاں منڈا مرید ہو گیا۔ راہِ صدق سے دوست ہو گیا۔ فقر و فنا میں اور تعلقات دنیاوی کو ترک کر دیا۔ اپنی جگہ اپنے لڑکے کو جانشین کر دیا اور دوستانِ حسین کے ساتھ ہمراہ ہو گیا۔ اپنے سر اور ڈاڑھی کو منڈوایا۔ اور خاک ڈال دی دنیا کے اوپر آپ کے ساتھ شراب میں شریک ہو گیا۔ بے تعلق ہو گیا جہان سے یک بار اور اپنے عزیزوں اور اقربا کو چھوڑ دیا۔ راہ فقر میں مونس ہو گیا حسین کا اور عالم تجرید کو قبول کر لیا۔ طریق صدق صفا میں مرید ہو گیا اور ماسوا اللہ کے تمام چیزوں کو ترک کر دیا۔ ترک دنیا کر دیا۔ آگے حسین کے اور یک رُو (چہرہ) اور یک رنگ ہو گیا حسین کے ساتھ اور جب تک کہ زندہ رہا اس دنیا میں فقیروں کا ہمدم رہا۔ بیشک حسین مردِ خدا ہے۔ اور عاشق خدا ہے اگر چہ کہ اُس نے رود اور شراب اختیار کیا ہے لیکن مئے فقر اور عشق الٰہی میں وہ مست ہے اور باطن میں راہ عرفاں کا دروازہ اس پر کھل گیا ہے۔ خدا کے ساتھ وہ ایک دل اور ایک جان ہے۔ حضرت شیخ داؤد بندگی کرمانیؒ اور حضرت شیخ ابو اسحاقؒ بھی جو زمانے کے یگانۂ آفاق یعنی ممتاز زمانہ خیال کئے جاتے تھے اور جو مشتہر ہیں۔ یعنی جن کی شہرت فقیری میں مشہور ہے اور ان دو حضرات میں سے حضرت

شیخ داؤد بندگی کرمانی کا وطن شیر گڑھ شریف ضلع اوکاڑہ ہے۔ جبکہ شیخ ابو اسحاق کا وطن لاہور ہے، یہ بھی حسین کے ساتھ محرم راز ہو گئے۔ اور حسین بھی اُن کے ساتھ محرم اسرار ہو گئے عالمِ باطن میں یہ ہمیشہ تینوں بھی ہمدم باطن کے تھے۔ کہ یہ تینوں کعبے میں جا کر نماز گزارتے تھے۔ پانچوں وقت کی نماز میں حاضر ہو جاتے تھے۔ اور مکان کعبہ سے پھر بیت اقصیٰ کو جاتے تھے اور وہاں سے پھر چار دیواری کعبہ میں نماز پڑھتے تھے۔ حسین اگر چہ کہ ظاہر میں مکانؔ لاہور میں رکھتے تھے لیکن باطن میں ان کا مکان یثرب و بطحا تھا۔ اگر چہ وہ شراب اور باجے میں مست تھے لیکن شراب فقر و عشق میں سیراب تھے کہ حسین فقیرِ خدا ہے۔ راہِ فقر میں صوفی باصفا ہے راہِ فقر میں، اپنے ضرورتوں کے وقت میں آپ شراب طلب کرتے تھے اور شراب پینے کے بعد رقص فرماتے تھے۔ اور بعض وقت تبسم فرماتے تھے وہ ہنسا اور ناچنا آپ کا شراب پینے کے بعد میں دلیل تھی گویا معرفت الٰہی کے دروازے کھل جانے کی، اس وقت میں آپ جو کچھ استدعا فرماتے تھے۔ آپ کی حاجت اللہ کی طرف سے پوری ہو جاتی تھی۔ شراب اور ناچ اور رود و سرود اور ہنسی مذاق آپ کی حاجتوں کو پورا کر دیتی تھی۔ آپ کی حدِ کمال کی وجہ سے جو خدا کی معرفت میں آپ نے حاصل کیا۔ یہ تمام گناہ بھی اطاعت میں لکھے جاتے تھے۔ پھر حقیقت میں نزدیک اللہ کے فقراء کا فسق، عصمت اور تقویٰ کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ راہِ فقر میں واصل ہونا اور راہِ فقر میں فقیر کامل بن جانا آسان بات نہیں ہے۔ جس کو حسین کے فقر میں شک ہے وہ اس وقت کا ابو جہل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ فضل الٰہی سے خدائے جہان نے مقبول کیا ہے۔ فقر کو حسین کے بغیر کسی نقصان کے جو کچھ کہ حسین کرتے ہیں ان کے لیے وہ مباح ہے یعنی جائز ہے۔ گناہ اس کی عین اطاعت ہے۔ اگر چہ کہ ظاہر میں وہ خدا آگاہ دن اور رات شراب اور چنگ میں مبتلا تھا۔ اور کوچہ و بازار میں پاکوب اور کف زنان یعنی پاؤں بجانے والا۔ اور تال بجانے والا تھا۔ لیکن راہِ خدا میں وہ واصلِ حق تھا۔

ذکر کرامت عادت شاہ حسین مقصود العینی حاجی یعقوب نام کے ساتھ

یعقوب نام ایک حاجی تھا عربستان کا رہنے والا جو ہمیشہ مکے سے مدینے کو، مدینے سے مکے کو آتا تھا حسین کو ہمیشہ دیکھتا۔ مکے اور مدینے میں۔ کہ خدا اور رسول کے ساتھ خوش اور مست ہیں۔ کہ درگاہ سرورِ کونین میں حسین معتکف بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ نہیں معلوم تھا اس کو ظاہری صورت دیکھتے ہوئے کہ لاہور کے ملامت والوں میں سے ہے۔ موسمِ حج میں آتا تھا اور مدینے سے وہ بیت اللہ کو جاتا تھا۔ وہ حاجی، حسین کو خوب پہچانتا تھا۔ اور حسین کے بھیدوں سے آگاہ ہو چکا تھا۔ وہاں اس نے دیکھا حسین کو لباس زہد اور تقویٰ میں۔ اور صورت شناس بھی پورا ہو گیا۔ کیونکہ کئی برسوں سے دیکھتا تھا۔ اتفاق سے وہ لاہور آ گیا لاہور کی سیر کرتا ہوا وہ ایک دور جگہ کوچے سے چلا آتا تھا۔ اور لاہور کی عمارتوں پر نظر ڈال رہا تھا۔ کہ یکا یک سیر کرتا ہوا ایک بازار میں پہنچا دور سے دیکھا حسین کو کہ کھڑے ہوئے ہیں سرِ بازار اور شراب اور رود و معشوق بھی پاس میں ہے۔ حاجی یعقوب انہیں دیکھتے ہی حیرت زدہ رہ گئے اور تعجب سے اپنے سر کو ہلایا اور لاحول و استغفار پڑھا۔ لوگوں سے دریافت کیا یہ کون جواں مرد ہے۔ جو اس حالت میں ہے۔ کہ جو گمراہی کی گلی میں پاؤں اپنا رکھے ہوئے ہے۔ سر بھی منڈا لیا ہے۔ اور ڈاڑھی بھی منڈا لی ہے اور اپنے ایمان کو بھی خراب کر لیا ہے۔ تمام فقیری اسباب رکھتا ہے لیکن اس پر اللہ کا کوئی خوف غالب نہیں اور اللہ کے خوف سے ڈرتا نہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ اے نادان ان فاسدہ خیالات سے گزر جا، تجھ کو اس مردِ خدا اندیش سے کیا کام ہے۔ اگر تجھے کوئی کام ہے تو جا اس کے نزدیک اور پوچھ۔ یہ مرد ہر دو جہاں سے آزاد ہے اور اس مرد کا نام شاہ حسین ہے۔ یہ عاشق خدا ہے اور فقیر ہے اس کے رسول ﷺ کا، اور خدا اور رسول ﷺ کے ہاں مقبول ہے یہ دو جہاں سے آزاد ہے یہ رقص کرتا ہے اور شراب پیتا ہے۔ اس حالت میں کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ یہ مردِ خدا اور حق پرست ہے۔ حاجی نے کہا تو عجیب بات یہ کہہ رہا ہے کہ شراب

کہاں اور خدا کو ڈھونڈنا کہاں۔ خدا سے شراب کو کیا نسبت۔ جو خدا جو ہیں وہ شراب کب پیتے ہیں۔ شراب سے وہ خود بیزار ہیں۔ مردان حق کو باجے اور شراب سے کیا کام۔ اُس شخص نے حاجی سے کہا کہ آخر تو یہ کب تک گفتگو کرے گا۔ اگر تو اس معاملہ کی صفائی چاہتا ہے تو خود اس کے پاس جا اور دریافت کر۔ حاجی یعقوب شاہ حسین کے پاس گیا۔ اور ندامت کے ساتھ عذر چاہا۔ اور کہا اے دوست خدا کے اگر میں نے خطا کی ہے تو مجھے بخش دے۔ سچ کہو کہ تو راہ دور سے لاہور کب پہنچا۔ میں تو تجھ کو برسوں وہیں مدینے شریف اور مکے شریف میں دیکھتا ہوں۔ میں تجھے ہمیشہ مدینے شریف میں دیکھتا تھا۔ کہ دہلیز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو اپنا سر گھستا تھا۔ جب موسم حج کا ہوتا تھا۔ پھر تو مدینے سے مکے کو جاتا تھا۔ میں نے حج کے روز تجھے دیکھا کہ تو حریم کعبہ میں کھڑا ہوا تھا۔ بڑی عاجزی کے ساتھ حج کا احرام باندھا ہوا تھا۔ اس وقت میں موافق شرع پیغمبری لباس صالحاں تیرے جسم پر تھا اور اس وقت میں تیرا زُہد اور تقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا۔ جب یہ سخن شاہ حسین نے حاجی یعقوب سے سُنا تو کہا اے بھائی تو کہاں سے آیا ہے۔ اس صورت میں جو تو نے مجھے دیکھا ہے۔ آنکھ کھول اور میرے باطن کی طرف نظر ڈال۔ اے حاجی میں اللہ کے حکم کے موافق ہی ہوں۔ جو اللہ کے حکم کی نافرمانی کرے اس کو نجات ہی نہیں ہے۔ اگر تو میری کیفیت معلوم کرنا چاہتا ہے تو میں تجھے دکھلاتا ہوں ان رازوں کو جو اس وقت تیری آنکھ سے پوشیدہ ہیں۔ دیکھ نظارہ کو چشمِ یقین سے۔ اپنی آنکھ کو بند کر اور مردانِ خدا کی حالت کو دیکھ۔ حاجی نے جلدی اپنی ہر دو آنکھوں کو بند کر لیا۔ اور نظارے میں مست ہو گیا۔ دیکھا حاجی نے کہ آپ لباس شرع پر قائم ہیں اور دروازہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھڑے ہوئے ہیں۔ حاجی نے جب یہ کیفیت دیکھی اپنی دونوں آنکھیں کھولدیں اور اپنا سر پائے حسین پر رکھدیا کہ آج اب میں نے پھر تجھے دیکھا رسم قدیم کے موافق دروازہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیشک کہ تو محبت الٰہی میں یگانہ ہے اور یکتا ہے اور عالم باطن میں خدا سے ملا ہوا ہے ظاہراً تیری صورت شراب رود اور گانے بجانے میں مبتلا ہے لیکن باطن میں تو اللہ کے ساتھ ملا ہوا

ہے۔ ولی ہے خدا کا۔ حسین نے فرمایا کہ اے غماز و بے اعتقاد اس بھید کو ظاہر نہ کرنا۔ جو کہ تو نے دیکھا ہے۔ اب تو پھر واپس چلا جا۔ جس رستے سے تو آیا ہے۔ اس بھید کو مجھ سے دریافت کر میں مدینے میں کب گیا لاہور سے۔ میں لاہور چھوڑ کر کبھی دور نہیں گیا۔ میں نے کب حج میں احرام باندھا۔ کعبہ کا حج کدھر اور میرا راستہ کدھر۔ میری حالت کیا میں کیا جانوں حریم کعبہ کدھر ہے۔ میرا کام تو کھیل اور ہنسی اور کھانا پینا ہے۔ جب حسین نے انکار فرمایا حاجی نے بازار میں بلند آواز سے کہا۔ اے بازار کے دوستو یہ تمام حال سنو اور اس جواں مرد سے غافل نہ رہو۔ کہ یہ خدا کو ڈھونڈنے والا درویش لباس رندوں میں اپنے اصل بھید کو چھپایا ہوا ہے۔ میں نے اس مرد کو خوب پہچان لیا ہے۔ یہ مردِ خدا ہے اور اللہ کا ولی ہے۔ میں نے اس کو بہت دفعہ دیکھا ہے۔ یثرب کے اندر دروازہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سر رکھا ہوا۔ بار ہا میں نے اس کو دیکھا ہے۔ کعبہ میں حج کو عمرے کو بجا لا رہا تھا۔ دیکھا میں نے اس کو بادل صاف کے، اطراف کعبہ کے، طواف کرتا تھا۔ جب میں عربستان سے ادھر عجم کو روانہ ہوا تو یہ مردِ خدا خانہ کعبہ میں تھا۔ اب میں اس کو دیکھتا ہوں کہ یہاں لاہور شہر میں ہے۔ واقعی یہ مردِ خدا ہے۔ اور اللہ کا ولی ہے۔ اب پھر میں دیکھتا ہوں۔ اس کو حرم کعبہ میں قدم رکھا ہوا ہے۔ باطن اس کا مکہ اور مدینہ میں ہے۔ اور ظاہر وہ یہاں لاہور میں کھڑا ہوا ہے۔ لوگوں کی آنکھوں میں یہ مرد فاسق اور فاجر ہے۔ لیکن پوشیدہ طور پر اللہ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ جب حاجی نے یہ تمام بھید ظاہر کر دیا۔ حاجی کی آنکھ سے حسین پوشیدہ ہو گئے۔ ایسے پوشیدہ ہو گئے کہ حاجی کو پھر منہ تک نہیں دکھایا۔ حاجی نے بہت ڈھونڈا شاہ حسین کو لیکن حسین کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اگر وہ بھید حسین کا ظاہر نہ کرتا تو وہ حسین کا ہو جاتا۔ لیکن جب بھید کو ظاہر کر دیا تو حسین اس کی محبت سے بیزار ہو گئے۔ جب حاجی نے حسین کو لاہور میں نہ پایا تو پھر مکہ اور مدینہ کی طرف چلا گیا۔ تا کہ پھر حسین کو وہاں دیکھوں اور اپنا سر اس کے پاؤں پر رکھ دوں۔ اس کا مرید دل و جان سے ہونا چاہئے اور فقر میں کمر باندھنا چاہئے۔ اس ارادہ پر وہ اپنی ہمت سے حسین کے ڈھونڈنے میں مصروف ہو گیا۔ لیکن

کسی کو معلوم نہ ہوا کہ آخر اس کا سرانجام کار کیا ہوا۔ کسی کو بھی نہیں پتہ ملا کہ اس جستجو اور تلاش میں حاجی یعقوب نے حسین کو پایا بھی یا نہ پایا۔ سچ ہے کہ جو شخص بھیدوں کو ظاہر کرتا ہے اس کی ایسی ہی حالت ہو جاتی ہے۔ جس نے کہ خدا کے بھید کو ظاہر کیا۔ اس نے مانند منصور حلاج کے سزا پائی۔ یہ تمام لوگوں کو معلوم ہوا کہ حسین عشق الٰہی میں مست ہے۔ اگرچہ ظاہراً نزدیک لوگوں کے فاسق ہے۔ لیکن عالم باطنی میں واصل خدا ہے۔ سچ ہے حسین سب جگہوں میں تھا۔ اور اللہ کے ساتھ ہی ملا ہوا تھا۔ اگرچہ وہ شراب اور چنگ میں مائل تھا۔ لیکن اس کا ہر ایک نفس با خدا یک رنگ تھا۔ شراب سے شیر اور گلاب کرتا تھا۔ چائے اور قہوہ اور شربت اور شہد اور پانی کرتا تھا۔ خداوند بزرگ و برتر نے اس کے دم میں اس کو ایسی قدرت بخشی ہوئی تھی کہ جو وہ چاہتا تھا وہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ واصل خدا تھا۔ اور یہ کرامت اسی کے لئے سزاوار تھی۔ جو شخ واصل حق نہ ہو۔ اس کو یہ قدرت کامل نہیں مل سکتی۔ کیونکہ جو چیز انسان کی عقل میں محال ہے۔ اولیاء اللہ کے کمالات ظاہری و باطنی میں ممکن ہے۔ حسین صدق سے کامل تھا فقر میں اور اہل صفا سے تھا راہِ فقر میں۔

ذکر کرامت شاہ حسین مقصود العین شیخ صدر سلیم مخدوم الملک اکبر شاہ کے ساتھ

اکبر شاہ بادشاہ کے زمانے میں ایک عالم تھا۔ جو تمام علوم سے آگاہ تھا۔ بہت بڑا فاضل بے نظیر کہ کوئی اس کے مقابلے میں نہ تھا۔ تمام علموں کے بھید سے آگاہ تھا۔ عالم تھا علم منقولات کا۔ اور ماہر تھا۔ علم حدیث اور علم معقولات میں۔ صرف ونحو میں کمال کے حد کو پہنچا ہوا تھا۔ بلکہ صرف ونحو اس کے نزدیک مانند ابجد کے تھی۔ جس کو لڑکے پڑھتے تھے۔ بیان معنی اور منطق میں بہت بڑا دانا اور ممتاز۔ ہر چیز کی گرہ کو یعنی عقدہ کو اپنی دلیل کے ساتھ کھول دیتا تھا۔ اور اس کے تصور میں آسان ہو جاتی تھی۔ صغریٰ و کبریٰ کتابیں راہ تحقیق سے اس کی طبیعت میں بالکل آسان تھیں۔ لازمی اور مطابقی ہر دو یہ بھی اس کے نزدیک بالکل آسان تھیں۔ دلائل میں بہت ہی بڑھا ہوا

تھا۔ بہت اور تھوڑے تمام علوم سے آپ آگاہ تھا۔ فکر کامل کے ساتھ بڑی بڑی مشکلوں کو حل کر دیتا تھا۔ وحدت اور علت کے مسائل کو اپنی طاقت سے حل کر دیتا تھا۔ علم حساب اور ہیت اور حکمت میں بھی جناب کو پوری آگاہی تھی۔ ایک اشارے کے ساتھ میں اندرونی حالتوں کو معلوم کر لیتا تھا۔ اپنی فہم کامل سے نکتہ نکتہ اور خط اور سطح اور علم ہندسہ بھی جانتا تھا۔ علم قانون بھی کھول دینے والا۔ اُسے شیخ الرئیس بوعلی سینا کی کتب الشفا اور القانون سے بھی آگاہی حاصل تھی۔ وہ علوم وفنون کا کشاف اور فقہ و حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ فروعات سے واقف تھا۔ اور تفسیر کے ظاہر کرنے میں لائق تھا۔ تمام علموں میں یکتائے زمانہ تھا۔ یہاں تک کہ بادشاہ زمان سے اُس کو خطاب ہوا۔ مخدوم الملک ہندستان کا راہِ دین حق میں قائم تھا۔ اور حامی تھا۔ شرع مصطفی کا کہ حکم شریعت کے موافق جس کو چاہتا تھا۔ سزا اور جزا دیتا تھا۔ جس کو خلافِ شرع دیکھتا تھا اس کا شرع کے مطابق احتساب کرتا تھا۔ تمام شراب خانوں کو اس نے خراب کر دیا تھا۔ شراب پینے والے اس سے توبہ اور پناہ مانگتے تھے۔ سوائے حسین کے جو مست الست تھے۔ اور اس زمانے میں شراب خوروں میں سے تھے۔ کسی شخص نے حال حسین کا اس عالم کو سنایا۔ اُس عالم نے شاہ حسین کو طلب کیا اور آپ کی حالت پر نظر ڈالی۔ کہا یہ شراب اور صراحی اور جام یہ کیوں آپ رکھتے ہو۔ کون سے امام کے مذہب میں جائز ہے۔ یہ رباب اور سرود اور رقص اور سماع کونسے مشائخوں میں جائز ہے۔ اور صفا کرنا ڈاڑھی کا کونسی شریعت میں جائز ہے۔ حسین نے جواب دیا کہ اے دیندار کیوں مجھے تو ایسی باتیں پوچھتا ہے۔ جب تک کہ تو اخلاص اور محبت نہ رکھتا ہو۔ اس کلام کے پوچھنے کا مستحق نہیں ہے۔ اگر میری حالت ظاہر میں تو ایسی دیکھتا ہے۔ یعنی خلاف شرع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ لیکن میرے باطن پر نظر ڈال کہ میں غلام شریعت رسولؐ ہوں فقر جو ہے یہی شرع پیغمبری ہے۔ اور سنت مصطفی یہی فقر ہے۔ چھوڑ دینا دنیا کا فقیروں کا یہی مذہب ہے کہ جو مجھ کو اللہ کے فضل سے نصیب ہوا ہے۔ اگرچہ لباس شریعت میرے جسم پر نہیں ہے۔ لیکن میرا روح دل بھی خلاف شریعت پیغمبر نہیں ہے۔ اگرچہ کہ

میں ظاہر میں رند مشرب دکھائی دیتا ہوں۔ لیکن باطن میں دنیا کو میں ترک کر دیا ہے۔
چھوڑ دینا دنیا کا عبادتوں کا سر ہے۔ یہ حدیث پیغمبر ہے۔ اصل شرع رسول یہی ہے کہ
جس پر میں قائم ہوں جو کچھ کہ اصل شرع ہے میں نے اس کو راہِ فقر میں قبول کیا ہے۔
شریعت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں باطن میرا ظاہر سے بہتر ہے۔ اگر تو اس دلیل کو معلوم کرنا
چاہتا ہے۔ دیکھ میں تجھے ظاہر یعنی عیاں کر دیتا ہوں۔ یہ بات کہہ کر حسین نے ایک
جام شراب کا پر کیا۔ اور مخدوم الملک کو پینے کے واسطے دیا۔ اور سات مرتبہ شراب کے
رنگ کو بدل دیا۔ شربت پانی گلاب چائے دودھ اور سرکہ اور قہوہ کے ساتھ جب جام
شراب کو حسین بھرتے تھے۔ اور اس کے ہاتھ میں دیتے کہ پیو جب مخدوم الملک نے یہ
کیفیت دیکھی اور حیرت میں ہو گیا۔ اور کہا اے محقق علم تحقیق کے کیا خدا سے تجھے یہی
توفیق ہے۔ کہ برتن سے شراب نکال کر شربت شیر اور پانی اور گلاب بنا دیتا ہے۔ اور کہتا
ہے کہ یہ خارقِ عادات یعنی کرامت میں سے ہیں۔ سرکہ چائے اور قہوہ اور شراب بے
شک علم وحدت میں یہ سب ایک ہی ہیں۔ بیشک سچ ہے کہ علم توحید کے اوپر تو قائم
ہے۔ رشتہ دوئی کو تو نے الگ کر دیا ہے۔ تیری آنکھ میں تمام ایک ہو گیا ہے۔ تیرے
لئے مباح ہو گیا ہے علم دین میں۔ جو کچھ چاہتا ہے کر۔ جب مخدوم الملک سے شاہ
حسین نے یہ کلام سنی۔ وہاں سے روانہ ہوئے۔ پھر مخدوم نے کبھی ان کا نام نہیں لیا۔
کیونکہ اس نے معلوم کر لیا کہ وہ فقیر ہے اللہ کا جو کچھ کہ وہ کرتا ہے۔ شرع میں جائز
ہے۔ کہ توحید میں آشنا ہو گیا ہے۔ بدی اور نیکی تمام ان کے لئے روا ہے۔ دنیا سے گزر
کر اور تعلقات دنیوی کو ترک کر کے راہِ توحید میں پاؤں رکھ دیا ہے۔ راہ حق میں محقق
ہے اور راہِ وحدت میں سبقت لے گیا ہے۔ بے شک معنی میں محقق ہے حسین۔ اللہ کا
مومن ہے۔ لیکن صورت میں زندیق ہے۔ پس نہیں چاہئے۔ ظاہر پر نظر رکھنا۔ بلکہ
مردانِ خدا کے باطن پر نظر ڈالنا چاہئے۔ واقعی شاہ حسین علم معنی کو پہنچا ہوا ہے۔ اور مردِ
خدا ہے یہ۔

ذکر خوارق عادت شاہ حسین مقصود العین ملک علی کوتوال کے ساتھ

ایک روز بادشاہی دربار میں شاہ حسین کا ذکر ہو رہا تھا کہ ایک فقیر لاہور میں ہے۔ جو بدنامی اور بدکاری کے ساتھ شہر میں مشہور ہے۔ دن اور رات عیاشوں کی جماعت میں رہتا ہے۔ اور شراب بھی پیتا ہے۔ علانیہ طور پر اور فاحش طور کے اوپر۔ اپنی خدمت میں سادہ رو یعنی خوبصورت لڑکے بھی رکھتا ہے۔ چنگ و رباب بجانے والے قوال ساقی سرود اور شراب بھی ساتھ رہتی ہے۔ سُرخ جامہ زیب تن کرتا ہے۔ اور شراب کو چنگ کے آواز پر پیتا ہے۔ کھاتا ہے جو کچھ کہ منشیات کی قسم میں سے ہے۔ اور جتنی کہ منکرات کی باتیں ہیں ان سب کو کرتا ہے۔ مست ہے اور پیالہ کش گلی گلی کوچہ کوچہ ناچتا پھرتا ہے۔ ڈاڑھی کو تراش کر لبیں بڑی بڑی چھوڑ دیتا ہے۔ ایسی حالت پر بالکل خلاف شریعت ہے۔ اپنے کو فقیر تصور کرتا ہے۔ جب بادشاہ اکبر نے یہ بات سنی اور سنتے ہی تعجب کیا۔ لاہور میں ایک کوتوال ملک علی نام اس زمانے میں تھا۔ بادشاہ نے اس کو حکم دیا کہ جلدی جاؤ اور حسین جہاں ہے اسے گرفتار کرلو۔ کبھی مت چھوڑ واس کو کسی بہانے سے اور اُسی جگہ اس کے پیروں میں زنجیر ڈالی جائے۔ اور بند کر دیا جائے۔ جس کوچے میں ہو یا کہ جس گلی میں ہو فوراً اس کو پابہ زنجیر کر لیا جائے۔ کہ جو فقیر خلاف شرع ہو۔ وہ شرع نبوی ﷺ میں رخنہ ڈالنے والا ہے۔ ایسے شخص کو قید میں اور زندان میں رکھنا اس کو کبھی قید سے رہائی نہ دی جائے۔ پس اس کو زندان میں رکھ لینا چاہئے۔ اور اس کے پیروں میں اور ہاتھوں میں زنجیر ڈالی جائے۔ اور بعد میں اس کو دربار شاہی میں حاضر کیا جائے۔ تا کہ دیکھیں ہم اس کو ایک مرتبہ کہ وہ کیوں ایسا کرتا ہے۔ جب ملک علی کوتوال نے یہ حکم سنا۔ سوائے فرمان شاہی قبول کرنے کے دوسرا علاج نہ پایا۔ دوڑتا ہوا گیا۔ حسین کی گرفتاری کے لئے۔ اور جہاں تک ممکن ہو دربار شاہی میں حاضر کرنے کے لئے کوشش کرے۔ حسین کی جستجو میں ہمیشہ تھا۔ تا کہ ان کو گرفتار کر لیوے۔ کہ یکا یک اس درمیان میں ڈلا بھٹی کو قتل کرنے کا حکم بادشاہی ہوا

تھا۔ دُلا بھٹی بہت گمراہ تھا۔ کہ بغاوت سے اُس نے تمام مخلوق کو، ستا رکھا تھا۔ وہ ایک زمیندار تھا۔ اس سرِ زمین کا فسادی راہ زن اور ظلم کرنے والا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس زمین میں لوگ اس سے پناہ مانگتے تھے۔ اُس سرکشی کی وجہ سے وہ بہت، اس سرزمین میں مغرور تھا۔ چوری اور ڈاکہ زنی میں مشہور تھا۔ چور تھا، طرار تھا، باغی تھا، سرکش تھا۔ خطے میں فرمان شاہی سے ایسا باغی تھا۔ کہ خلق اُس کے ظلم سے تنگ ہوئی تھی۔ شاہ اکبر نے اپنے حضور سے ایک فوج اس کی گرفتاری کے لئے بھیجدی۔ کہ اس کو پکڑ کر لے آئیں۔ اور اس کو غضب میں گرفتار کر لیویں۔ وہ حکم اکبر شاہی سے کئی دن تک قید میں رہا۔ اس کے اوپر بادشاہ بہت خفا تھا۔ اس لئے وہ زندان میں کئی دن تک رہا۔ اس زمانہ میں بادشاہی حکم ہوا کہ اس کو سزائے گناہ دی جائے۔ اس کو پھانسی چڑھا دیں تا کہ دوسرے مفسدان کو خوف و ہراس پیدا ہو۔ اس تماشہ کے دیکھنے کے لئے جس کی کہ عام شہرت ہو چکی تھی۔ لاہور میں بہت مخلوق جمع ہو گئی تھی۔ اتفاق سے حسین بھی وہاں موجود تھے۔ حسین نے کوتوال کی طرف نظر ڈالی دیکھا کہ وہاں کوتوال کے پاس ایک خوبصورت لڑکا بیٹھا ہوا ہے۔ خوبصورت اور اچھی خصلتوں والا، خوبی اور ناز میں۔ نازنین اہل نیاز کا، باغ حسن کا گلدستہ، کوتوال کے نزدیک بیٹھا ہوا ہے۔ جب حسین نے اس پر نظر ڈالی اور اس کے حسن کو دیکھا اس درمیان میں سے ایک شخص نے کوتوال سے کہا، کہ وہ ہے حسین کھڑا ہوا۔ اپنی آنکھ انہوں نے اس لڑکے پر ڈالی اور عاشقانہ نظر سے دیکھا ہے۔ دیکھا ملک علی نے کہ بیشک کھڑا ہوا ہے۔ اور نشہ مے میں سرشار ہے۔ قوال اور شراب بھی پاس ہی ہے۔ ساقی بھی اپنے ہمراہ رکھا ہے۔ اور اس لڑکے کی طرف نظر بھی اس نے ڈالی ہے۔ کوتوال کے دل میں آگ لگ گئی۔ لوگوں سے کہا کہ اس کو پکڑ لو۔ اگر کوئی عذر کرے مت چھوڑو۔ زنجیران کے پیر میں ڈالا جائے اور بندی خانے میں انہیں مقید کر لیا جائے۔ چوبداروں نے انہیں پکڑ لیا اور آپ کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی گئی۔ جب حسین نے اپنی حالت کو ایسے دیکھا۔ تبسم سے کوتوال سے کہا۔ کہ تو کیا میرے ساتھ کرتا ہے۔ میں نے کونسا گناہ کیا ہے۔ اے نادان۔ کوتوال نے کہا کہ تو خود

سمجھ سکتا ہے اور آگاہ ہو جا اس سے بڑھ کر اور کیا گناہ ہے کہ تو شراب پیتا ہے اور فسق کرتا ہے۔ اور پھر اُس سادہ رو کے اوپر نظر ڈالتا ہے۔ پاؤں بجاتا ہے۔ نغمہ چنگ کے اوپر، شیشہ شرع کو پھوڑتا ہے پتھر پر۔ یہ کیا فقر اور درویشی ہے۔ تیرے کو اپنی حالت کی خبر نہیں۔ اور نہیں سمجھتا۔ اور نہیں اندیشہ کرتا ہے۔ شاہ حسین نے فرمایا بیشک تو سچ کہتا ہے لیکن آخر مجھے تو کیا کہتا ہے۔ اگر میں شریعت غرا میں گنہ گار ہوں اور خلاف شرع ہوں تو مجھ کو تجھ سے اور بادشاہ سے کیا غم وخوف ہے۔ میں گناہ اپنے آپ کر لیتا ہوں۔ میں اپنے گناہوں کا جوابدہ ہوں۔ تجھے اور بادشاہ کو کیا غرض ہے اس معاملے میں پوچھنے کی۔ یہ جو گناہ میں کرتا ہوں باطن میں کوئی اس پر دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جب حسین نے یہ تقریر کی کوتوال کے ساتھ اسکے پاؤں کی زنجیر الگ ہو گئی دوسرے لوگوں سے کوتوال نے کہا کہ پھر اس کے پاؤں میں زنجیر ڈالو۔ تاکہ پھر دوسری مرتبہ نہ ایسا کر سکے پائے۔ پھر دوبارہ پاؤں میں زنجیر ڈال دی گئی اور پھر زنجیر الگ ہو گئی ایسے ہی کئی مرتبہ زنجیر ڈالی گئی اور کئی مرتبہ نکل گئی کوتوال بہت کوتہ بین تھا۔ چشم یقین سے اس نے حسین کی حالت کو نہ دیکھا۔ کہ کیسے بغیر چابی کے زنجیر کھل جاتی ہے۔ اور کیسے اتنی دفعہ یعنی بار بار اپنے پاؤں سے الگ ہو جاتی ہے۔ کوتوال نے کچھ نہ سنا آخر آپ کو پھر قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ خواہ مخواہ کراہت کے ساتھ تعصب سے یہ کام کیا۔ زنجیر ڈالتا تھا اور زنجیر آپ کے پاؤں سے الگ ہو جاتی تھی۔ جب کوتوال نے مانا ہی نہیں۔ حسین نے اس کے اوپر نفرت کی فرمایا جاؤ جاؤ کہ آج کے روز ایک میخ لگائی جائے گی۔ تیرے نیچے کے حصے سے۔ یعنی تیری گانڈ میں سے۔ اور وہ میخ تیرے تن کے باہر نکل آئے گی۔ اور تیرے پہلو سے نکل کر تیرا کام تمام کر دے گی۔ کل نہیں بلکہ آج کے روز ہی تو میخ پر بٹھایا جائے گا۔ اور اس آزار میں تو مر جائے گا۔ اسی خرابی کے ساتھ تو دنیا سے جائے گا۔ کہ یہ مثل زمانہ میں مشہور ہو جائے گی۔ یہ بات کہہ کر آپ کھڑے ہو گئے۔ کہ بادشاہ کے پاس چلیں۔ اسی وقت تاکید کے ساتھ حکم شاہی ملک علی کو پہنچا۔ کہ اس وقت اور اس گھڑی ڈلا بھٹی کو پھانسی چڑھاؤ۔ وہ باغی ہے اور فرمان شاہی سے باغیوں کو

یہی سزا ہونی چاہئے۔ اس کو فوراً دار پر لے جاؤ اور دار پر چڑھادو اور موت کے وقت جو کچھ (الفاظ) زبان سے نکالے وہ مجھ سے کہا جائے۔ اُسی وقت کوتوال دُلا بھٹی کو دار پر لے گیا اور قہر کے ساتھ اُس کا کام تمام کر دیا۔ دُلا نے جب زندگی کے بچنے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو بے تحاشا بادشاہ کو گالیاں دینے لگا، دشنام طرازی کرنے لگا اور اپنی جان کو خدا کے سپرد کیا۔ ملک علی اس وقت اس بات سے غافل ہو گیا کہ خدمت بادشاہ میں پہنچ کر دُلا بھٹی کی نسبت کیا عرض کروں۔ کیونکہ جب اس نے گالیاں دی ہیں وہ میری سمجھ میں نہ آئیں۔ اگر بادشاہ پوچھے گا تو میں کیا بیان کروں گا۔ جب کہ ملک علی بادشاہ وقت کے پاس پہنچا اور کہا کہ دُلا بھٹی کو پھانسی چڑھا دیا گیا۔ لیکن اس نے کیا کہا مجھے برابر معلوم نہیں۔ بادشاہ نے غصے میں ہو کر کہا کہ اس کے نیچے میخ لگاؤ اور اس کو مارو۔ لوہے کی میخ لگائی جائے۔ مقدار میں اس قدر ہو کہ جو پسلی سے نکل جائے پس حکم شاہی کے موافق اسی وقت چوبداروں نے گرفتار کر لیا۔ اور اسی وقت میخ پر بٹھا دیا گیا۔ اور وہ میخ اس کی پسلی سے نکل آئی۔ جب میخ پسلی کے پاس سے نکل آئی تو اس وقت کوتوال کو شاہ حسین کی بات یاد آئی لیکن جب کہ کام تمام ہو چکا تھا۔ اس رونے اور زاری سے کیا فائدہ۔ روتا تھا اور فریاد کرتا تھا اور اسی رونے میں اپنی جان دے دی۔ سچ ہے مردانِ الٰہی کے دلوں کو آزردہ کر دینا اور رنجیدہ کرنا رائیگاں نہیں جاتا۔ اور اللہ جب ہی اس کو رسوا کرتا ہے۔ کہ وہ کسی مردحق کے دل کو دُکھائے۔ شہر لاہور میں سند کے ساتھ یہ بات مشہور ہے۔ کہ تعصب سے ملک علی بے پیرے نے حسین کے پاؤں میں جو زنجیر ڈالا تھا آپ نے اسے ایسی میخ لگائی کہ اس کے درختِ عمر کو جڑھ سے اکھیڑ دیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر بادشاہ جلال الدین کے دربار تک پہنچ گئی۔

ذکر کرامت شاہ حسین مقصود العین اکبر بادشاہ غازی کے ساتھ

جب اکبر بادشاہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً حسین کو طلب کیا۔ کہ حسین کوئی فقیر ہے کہ شیشہ اور جام پاس رکھتے ہیں۔ اور جنگ رباب کے ساتھ شراب

پیتے ہیں۔ جس وقت بادشاہ کو پوری خبر ملی۔ شاہ حسین کو طلب کیا اور پوچھا کہ اس میں کیا بھید ہے۔ کہ راہِ سلوک اور مذہب دین میں خود کہو کہ یہ کب روا ہے۔ راستوں کے اوپر شراب کا پینا اور فاسقی اور بدکاری کے چلن پر چلنا۔ یہ ملحدوں اور رندوں کا کام ہے اور شرع شریف میں بالکل اس کے لئے سخت حکم ہے۔ آپ نے بادشاہ کو کہا اس مجلس عام میں کہ اصل کام فقیر کا دل سے تعلق رکھتا ہے۔ تو میرے باطن کو دیکھ نہ کہ ظاہر کو۔ ظاہر پر کوئی بات موقوف نہیں ہے۔ فقراء لوگ جو راہِ راست پر چلنے والے ہیں۔ ان کے حال سے دیگر شخصوں کو کیا خبر ہوسکتی ہے۔ باطن اہل فقرا کا یقین کے ساتھ کوئی کیا پہچان سکتا ہے۔ قوم ظاہر بین کیا دیکھ سکتی ہے۔ فقیروں کا بھید کوئی نہیں جان سکتا۔ عام و خاص کی نظروں سے فقراء کا بھید چھپا ہوا ہے۔ میں اس شیشہ سے شراب نہیں پیتا ہوں۔ اس شیشے کے اوپر تو نظر ڈال میں نے سات جام مخدوم الملک کو اس شیشے میں سے دیئے ہیں کہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ مخدوم ہے۔ اب تجھے آٹھواں جام دیتا ہوں۔ کہ تجھے بھی کچھ نشہ ہو جائے۔ تو بادشاہ جہان ہے۔ اور تمام نشوں سے واقف ہے۔ جب بادشاہ سے شاہ حسین نے یہ کلام کی اور جام بھر کر بادشاہ کے ہاتھ میں دیا اور بادشاہ نے وہ جام لیا دیکھا کہ وہ شراب تو نہیں ہے۔ کہ جس سے مست ہو جاؤں۔ وہ تو سرد پانی ہے جو کہ پیاسوں کو سیراب کر دیوے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس جام میں اور شیشہ میں شراب تو نہیں ہے۔ پھر حسین نے دوسرا جام دیا۔ اُسی شیشے سے اور بادشاہ سے کہا کہ پیو۔ یہ شراب نہیں ہے جو کہ آپ کو مدہوش کر دے۔ بادشاہ نے وہ جام حسین کے ہاتھ سے لے لیا اور دیکھا کہ اُس میں دودھ ہے۔ بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی کہ آیا یہ کیا معاملہ ہے۔ جب حسین نے بادشاہ کو بہت حیران دیکھا۔ دوسرا جام بھر کر دیا۔ اور جب بادشاہ کے ہاتھ میں دے چکا۔ بادشاہ نے ہاتھ میں جام لے کر تمیز کیا۔ کہ اس جام میں شربت شکر ہے اور وہ شربت دردِ سر کی دوا ہے۔ پھر آپ نے ایک اور جام اس شیشے سے بھر کر بادشاہ کے پیش کیا۔ بادشاہ نے نظر ڈالی تو وہ سرکہ تھا انگور کا، بعد میں ایک اور جام بھر کر دیا جس میں کہ قہوہ تھا۔ پھر ایک اور جام دیا۔ جس میں کہ چائے تھی۔ جب

ساتواں جام بادشاہ کو دیا تو وہ آب گلاب تھا۔ آٹھواں جو وہ شراب کا جام تھا۔ آٹھ جام بادشاہ وقت کو بتلائے گئے۔ شہنشاہ اکبر نے جب یہ تمام نشانیاں دیکھیں تو شاہ حسین سے دریافت کیا کہ اے خدا دوست اس میں کیا حکمت ہے کہ ایک شیشے میں اتنے رنگ بدلے۔ شاہ حسین نے کہا اس بات سے گزر جاؤ مت پوچھو۔ فقر کی وحدت کو دیکھ اور دوسری بات مت پوچھ۔ اتنا کلام کر کے اکبر بادشاہ کے نزدیک سے روانگی کا ارادہ فرمایا۔ بادشاہ نے کہا کہ شاہ حسین کو مت جانے دو اور جانے سے منع کر دو۔ آپ کچھ دور آگے چلے گئے تھے کہ حکم شاہی سے فوراً لوگوں نے دوڑ کر پکڑ لیا اور پھر گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے لائے۔ بادشاہ نے کہا اے شاہ حسین کیا تیری یہی کرامتیں ہیں۔ کیا تو نے مخدوم الملک کے آگے یہی کرامت بتلائی۔ کہ ایک برتن میں مکاری کے ساتھ یہ تمام چیزیں تو نے رکھ چھوڑی ہیں۔ میرے آگے تمہاری یہ کارکروگی منظور نہیں ہے۔ بلکہ مقرر دوبارہ دکھلائی جائے۔ تاکہ میں دیکھ کر معلوم کر سکوں کہ واقعی تجھ میں کچھ کرامت ہے۔ میں اب دوبارہ دیکھنا چاہتا ہوں اور تو میرے ساتھ اپنے مکر اور حیلہ میں نہیں بچنے پائے گا۔ جب تک کہ میں تیرا پورا امتحان نہ کرلوں کبھی نہ چھوڑوں گا۔ جیسے کہ کرامت بزرگوں میں ہوا کرتی ہے۔ ایسی کرامت مجھے بتلائی جائے۔ میں ایسی باتوں کو نہیں پسند کرتا۔ اور ایسی نشانیوں کو نہیں منظور کرتا۔ اگر آپ نے اپنی کرامت بتلائی تو اچھا ہے ورنہ تجھے کوٹھڑی میں بند کر کے قفل لگایا جائے گا۔ جب تک کہ تو اپنی نئی کرامت نہ بتلائے حجرے کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا۔ بادشاہ نے جب یہ بات حسین سے کی اور حکم دیا کہ حسین کو حجرے میں بند کر دو پس آپ کو کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔ اور قفل لگا دیا گیا۔ اور نگہبان مقرر کر دیئے گئے۔ بادشاہ حسین کو بند کر کے اپنے محل سرا میں گیا۔ دیکھا کہ حسین وہاں حرم شاہی میں بیگموں کے ساتھ موجود ہے۔ حیرت زدہ رہ گیا اور تعجب کیا اور کہا کہ یہ فقیر کیسے یہاں آ گیا اور حیران ہو کر بادشاہ کے دل میں ایک پشیمانی ہو گئی۔ دریافت کیا۔ حجرے کے نگہبانوں سے ضرور ہے کہ انہوں نے قفل کھولا ہو گا۔ تو یہ بہت بڑی خطا کی ہے۔ پاسبانوں نے عرض کیا ہم نے قفل نہیں

کھولا۔ قفل ویسا ہی لگا ہوا ہے۔ جب بادشاہ نے آ کر حجرے پر نظر ڈالی اور قفل کھول کر اندر دیکھا تو وہاں حسین کو نہ پایا اور حرم شاہی میں جا کر دیکھا تو وہاں بھی نہ پایا۔ حکم دیا کہ شہر میں دیکھو ڈھونڈو اور تلاش کرو شاہ حسین کی۔ تمام لوگوں نے شاہی حکم سے ڈھونڈنا شروع کیا یہاں تک کہ بہت تلاش کی گئی لیکن حسین کو کہیں نہ پایا۔ بادشاہ پھر اپنے محل شاہی میں آیا۔ دیکھا تو حسین کھڑے ہوئے ہیں۔ مکان کے ایک ستون کے پاس بادشاہ کو بہت خوف طاری ہو گیا۔ اور لرز گیا۔ بادشاہ نے کہا اے مردِ حق یہ کیا حال ہے۔ یہ بہت مشکل بات ہے جو میں نے تجھ سے دیکھی ہے۔ شاہ حسین نے فرمایا کہ یہ تیرے نزدیک مشکل ہے جو کچھ کہ تو نے مجھ سے دیکھا ہے تجھ کو محال ہے لیکن جب سر خدا کو تو پہنچ جائے تو یہ بات کوئی مشکل نہیں۔ فقراء کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ جب کہ اللہ نے تجھ کو بغیر کسی نقصان کے انتظامِ جہان کا تیری ذات پر موقوف رکھا ہے۔ میں تجھے سلامتی کے ساتھ زندہ چھوڑ دیتا ہوں۔ نہیں تو اس جرم کے عوض میں جو تجھ سے واقع ہوا تیری جان ایک نگاہ کے ساتھ لے لیتا۔ کیا تو نے ملک ملی کا حال خود نہیں دیکھا۔ اور اس کی موت سے تجھے عبرت نہیں حاصل ہوئی۔ کوئی خوف تجھ کو نہیں ہوا۔ اگر میں چاہوں اک لحظہ میں تیرا کام تمام کر سکتا ہوں۔ لیکن میرا کام یہ نہیں ہے کہ تیرے ساتھ میں یہ سلوک کروں اور تعصب سے تیری جان لوں یا کہ ایذا پہنچاؤں۔ تو بادشاہ ظل الہ ہے۔ ہم فقراء کو ہرگز جائز نہیں ہے کہ ہم تیرے لئے دعائے بد کریں۔ میں فقیر ہوں اور میرا مذہب فقر ہے۔ اور مذہب فقراء میں جائز نہیں ہے کسی کو تکلیف دینا۔ میرے دین اور مذہب میں یہ ایذا دینا جائز نہیں۔ اگر تو اپنی سلامتی چاہتا ہے تو اب دوسری مرتبہ مجھے یاد مت کر اور نہ مجھے ایسی تکلیف دے۔ جیسے کہ میں ہوں۔ ویسے ہی رہنے دے۔ میری کرامت کا ڈھونڈنا آئندہ کے لئے تیری زوال نعمت اور دولت کا سبب ہو گا۔ اگر میں پرہیز گار ہوں یا کہ فاسق ہوں لیکن مجھ سے تجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اب اگر تو نے دوسری مرتبہ مجھے بلایا تو وہ بلانا تیرے حق میں نامبارک ہو گا۔ یاد رکھ میری اس نصیحت کو۔ اب میں جاتا ہوں اور تجھے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں۔

یہ بات کہہ کر حسین بادشاہ کی آنکھ سے غائب ہو گئے۔ شاہ اکبر نے جب یہ دلیل دیکھی بہت حیران ہو گیا۔ شیخ ابو الفضل اس کا وزیر تھا۔ اور اس کی رائے کا مختار تھا تمام قصہ بادشاہ نے ابو الفضل کو سنایا۔ شیخ نے کہا اے بادشاہ بلند اقبال دوستانِ خدا خدا تو نہیں ہیں۔ لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہیں۔ جب کہ توحید سے کوئی آگاہ ہو جاتا ہے اس کے نزدیک گناہ اور بندگی ایک ہی سری کا ہو جاتا ہے کیونکہ جب نقشہ دوئی کا نکل جاتا ہے تو وہ حق میں سما جاتے ہیں تو اُن کے نزدیک یہ اور وہ ایک ہی ہے۔ اور مشکلات اور احسان ایک ہی بات ہے۔ جب بادشاہ نے یہ کیفیت ابو الفضل سے سنی۔ ایک ہیبت طاری ہوگئی بادشاہ کے دل میں، اس روز سے بادشاہ معتقد ہو گیا۔ اور ہر ایک کام میں ہر ایک معاملے میں آپ کو یاد کر لیتا تھا۔ بادشاہ کو آپ کی ہمت کے اوپر تمام کاموں میں کامیابی ہوتی تھی۔ اعتقاد کامل کے ساتھ حسین کو یاد کر لیا کرتا تھا۔ اور ملکوں کی فتح کے وقت بھی حسین کو یاد کیا کرتا تھا۔ حسین کی دعا سے بادشاہ کی تمام مشکلیں حل ہو جاتی تھیں۔ جو کوئی کام بادشاہ کو سخت اور سنگین پڑتا تھا حسین کو یاد کرنے کے بعد وہ کام آسان ہو جاتا تھا۔ اس لئے بادشاہ اور بادشاہ کا لشکر اخلاص کا سر، آپ کے آگے جھکائے ہوئے تھے۔ بادشاہ کے تمام خاص و عام لوگ اعتقاد کامل کے ساتھ غلام تھے۔ جو کوئی کہ اکبر بادشاہ کی پیشی میں تھا۔ وہ حسین کے آگے جھکا ہوا تھا۔ تمام شہزادے حسین کے معتقد تھے دن اور رات شہزادہ سلیم کا سر تسلیم کو حسین کے آگے جھکا ہوا تھا۔ شاہ دانیال اور شاہ مراد بھی آپکی محبت میں دم مارتے تھے اور بیگمیں بھی پردہ عصمت میں حسین کو عزیز دوست رکھتی تھیں۔ خواصی یعنی غلامیں اندر اور باہر حسین کے دوستداروں میں تھیں۔ ناظر شاہ اور خواجہ دولت خاں آپ کی خدمت میں کمر باندھے ہوئے تھے۔ رات اور دن تمام خواجہ سرا نے یعنی جو مرد حفاظت کے لئے شاہی محل میں ہوتے ہیں، نے اپنا سر حسین کے پاؤں میں رکھا ہوا تھا۔ خانساماں بخشی اور دیوان آپ کی خدمت میں کمر باندھے ہوئے تھے۔ مفتی اور میر عدل اور قاضی اور صدر سر جھکائے ہوئے تھے۔ آپ کی منزلت کے سامنے، شیخ ابو الفضل آپ کا دوست تھا۔ ہر ایک کام

شیخ ابو الفضل کا آپ کی ہمت اور دعا کی وجہ سے بن جاتا تھا۔ ابوالفضل کا بیٹا بنام شیخ عبدالرحمٰن آپ کا خادم تھا تاکہ حسین کی وجہ سے اس کے تمام کام درست ہوں اور حسین کی خدمت کرنے کی وجہ سے ''افضل خاں'' کا خطاب ہوا خان خانانِ اور خانِ اعظم بھی آپ کی ارادت میں دم مارتے تھے۔ جعفر اور آصف شاہ جم جاہ اپنے خوش ارادے کے ساتھ حسین کے معتقد تھے۔ خانِ کلاں اور صادق خاں بھی حسین کے ماننے والے تھے۔ کوکل تاش بھی آپ کا معتقد تھا۔ شہباز خاں بھی یقین کامل کے ساتھ آنجناب کا معتقد تھا۔ راجپوت راجے بھی آپ کے معتقدین میں سے تھے۔ گویا دربار شاہی کے تمام امراء راہِ نیاز سے آپ کے خادم تھے تمام اہل سیف اور اہل قلم آپ کے ادب کا دم مارتے تھے۔ ہندو اور مسلمانوں میں سے آپ کے بہت دوست تھے۔ حکیموں میں سے اور علماء میں سے اور مشیروں میں سے اور بادشاہ کے ہم نشینوں میں سے مغلوں میں سے اور قوم افغاناں میں سے تمام آپ کے معتقد تھے۔ بغیر کسی عذر کے بہت سے لوگ آپ کے مرید تھے۔ لشکر کے لوگ اور کوتوال آرزومند تھے۔ آپ کی مہربانیوں کے۔ آپ سے ہر قسم کی مراد اُن کی برآتی تھی۔ تمام لشکر بادشاہی کے آپ کے آگے بندے بنے ہوئے تھے۔ اور آپ کو سب مانے ہوئے تھے۔ عجب بات یہ ہے کہ وہ فقیر خدا کا سب کے ساتھ بے پروا تھا۔ کسی سے رخ نہ ملاتا تھا۔ خدا کے ساتھ مست تھا۔ اور شراب پیتا تھا۔ اور محبت الٰہی میں دم مارتا ہے۔ حسین سالک راہ تھا۔ عارف باللہ اور ولی اللہ تھا، ستارہ تھا معرفت کا، چمکتا ہوا، اور موتی تھا ولایت کا چمکتا ہوا۔ کوئی درد ایسا نہ تھا کہ جو حسین کے سامنے بیان کیا جاتا اور حسین کی عنایت اس کے لئے بجائے مرہم کے قرار نہ دی جاتی۔ جو کوئی شخص کسی درد سے تکلیف پاتا تھا وہ ایک لحظے میں حسین کی دعا سے اچھا ہو جاتا تھا۔

ذکر کرامت شاہ حسین مقصود العین سعید خاں دانشمند کے ساتھ

مُلّاں سعید خاں نام ایک فاضل اور بے نظیر شخص تھا اور علامہ وقت تھا۔ دردِ کان سے عاجز تھا۔ اس کا کوئی علاج نہیں جانتا تھا۔ جو دوا کہ کی جاتی تھی۔ کارگر نہ ہوتی تھی۔ حکما اس کی دوا سے عاجز ہو گئے تھے اور اپنے عجز کو قبول کر لیا۔ ایک شخص نے محبت کے ساتھ اس سے کہا کہ حسین کے آگے یہ حال کہا جائے۔ مُلّاں سعید خان نے کہا وہ مرد تو مے خوار اور ناکارہ ہے۔ وہ کیا میرے دردِ کان کا علاج کریگا۔ مجھ کو نہیں چاہئے اور نہیں زیبا ہے۔ کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اپنی تکلیف اسے بتاؤں۔ آخر جب درد سے بہت تکلیف میں ہو گیا اور درد اٹھانے کی تکلیف برداشت نہ ہو سکی تو حیلہ شرع کو کام میں لایا۔ یہ ارادہ کیا کہ حرام کرنا چاہئے۔ اس تکلیف میں حرام کرنے سے فائدہ ہو گا۔ گیا ناچار اور مجبور ہو کر حسین کے آگے۔ شاہ حسین نے ایک نگاہ ڈالی ملاں سعید خان کے اوپر حال دریافت کیا کہ تم کیسے آئے ہو۔ اور تبسم فرمایا کہ کیا وجہ ہے تیرے آنے کی۔ تبسم کرتے ہوئے اس کی حالت کو پوچھا اور کہا اے دوست حال کہو کہ کیا ہے تو کیوں ایسا پریشان ہے۔ مُلّاں سعید نے کہا کہ دردِ کان میرے صبر و قرار کو لے گیا۔ بہت سے علاج کئے درد کے لیکن کوئی سود مند نہ ہوا۔ حسین ایک بوریئے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اللہ کے ساتھ ہم نفس تھے ایک کاغذ آپ کے بوریئے کے سامنے پڑا ہوا تھا۔ حسین نے کہا کہ یہ کاغذ زمین سے اٹھا لو اور اپنے کان میں رکھ لو مُلّاں سعید بہت عقلمند تھا۔ حسین کے کلام سے بہت حیرت میں ہو گیا۔ فکر کیا اور اپنے خیال کو قائم کیا عقلمندی کے ساتھ کہ کاغذ کان میں رکھنے سے درد کو کیا صحت ہو سکتی ہے۔ حسین نے اس وقت شفقت اور مہربانی سے کہا کہ تو کس فکر میں اور حیرت میں ہے۔ کہا مُلّاں سعید خاں نے کہ میں اس سے پہلے ایک ٹکڑا کاغذ کا، کان میں رکھ چکا ہوں۔ لیکن اس سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ درد اور زیادہ ہو گیا۔ حسین نے پھر مُلّاں سعید سے کہا کہ اے خیال والے ابھی تھوڑی دیر میں تیرا درد جاتا رہے گا۔ کاغذ میں کوئی تاثیر نہیں ہے۔ لیکن

جیسا میں تجھے کہتا ہوں ویسا ہی عمل کر۔ کاغذ سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ یہ بات جب حسین نے کہی۔ مُلاں سعید نے قبول کرلیا۔ جلدی سے اس کاغذ کو اٹھالیا اور اپنے کان میں رکھ لیا۔ اسی لحظہ اسکا درد جاتا رہا۔ حیران ہو گیا اور تعجب کیا مُلاں سعید نے۔ حسین نے جب یہ حالت دیکھی مُلاں سعید کی تو کہا کہ دیکھا تیرا درد کہاں ہے۔ مُلاں سعید نے عرض کی کہ اُس سے بڑھ کر میں نے کوئی دوانہیں دیکھی خدا گواہ ہے۔ یہ دعا نہیں بلکہ کرامت ہے۔ یہ رحمتِ الٰہی کی نشانیوں میں سے ہے۔ یہ کاغذ میں اثر نہیں ہے بلکہ تیرے سخن کا اثر ہے۔ آپ نے حکم دیا جاؤ اپنے مکان کو واپس۔ اور پہچان رکھو مردانِ خدا کی۔ خبردار ہو جاؤ اور جب تک کہ تو زندہ رہے۔ مردانِ خدا کا ادب کر۔ مُلاں سعید خاں جب تک زندہ رہا آپ کا دل و جان سے معتقد رہا۔ علم کے دقیقے اور باریکیاں جو دریافت طلب ہوئی تھیں۔ وہ مُلاں سعید خان بعض وقت حسین کے آگے بیان کرتا تھا۔ حسین ان دقیقوں کو حل فرما دیتے تھے۔ اور اس کے دل سے تمام شکوں کو دور کرتے تھے۔ کیونکہ حسین کو خدا نے ازل سے یہ علم دے دیا تھا۔ اور تمام ہی باتوں سے اول اور آخر سے خبردار تھے۔ کیونکہ علم لدنی آپ کو عطا ہوا تھا۔ اس لئے تمام چیزیں آپ پر آسان ظاہر ہو جاتی تھیں۔ اور تمام مشکلوں کو آپ حل کر دیتے تھے۔ خدا کی برکت اور فیض اور فضلِ الٰہی سے آپ کا کلام چابی تھی۔ یعنی کنجی تھی ملک کے کھولنے کی۔

کرامت شاہ حسین مقصود العین مرزا عبدالرحیم بن بیرم خاں مخاطب خان خانانِ اکبر شاہی بابت فتح ملک ٹھٹھہ

جن دنوں میں کہ اکبر شاہ کو ملک ٹھٹھہ کے فتح کرنے کے لئے اپنی سپاہ کو بھیجنا پڑا عبدالرحیم مرزا خان مخاطب خان خانانِ ملک ہندوستان کو، سپہ سالار لشکر کا کر کے حکم دیا۔ کہ ملک ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہو جائے۔ ٹھٹھہ ملک کو اپنے قبضے میں لاؤ اور اس پر فتح حاصل کرو اور اس مہم کو آسان کرو اور سرگرمی سے اس کے سامان کے لئے تیار ہو جاؤ۔

پس تیغ اور جام اور آلات حرب تیار کئے گئے جنگ کے اسباب بھی واسطے لڑائی کے اور مجلس عیش کے سامان بھی تیار کئے گئے۔ اور جو کچھ کہ سامان کی ضرورت تھی۔ یہ سب اشیاء تیار کر کے عبد الرحیم مرزا خاں خانانِ سپہ سالار لشکر ہند کے حوالے کئے گئے۔ اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ٹھٹھہ کو اس ساز و سامان کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ اور بادشاہ نے اپنا خیمہ شہر کے باہر نصب کیا۔ شیخ ابو الفضل بادشاہ کا استاد بھی تھا۔ اور تمام کاموں میں بادشاہ وقت اس کی مرضی پر چلتا تھا۔ اور جو کچھ کہ اس کی مناسب اور لائق رائے ہوتی تھی اس پر عمل کیا جاتا تھا خان خانانِ عبد الرحیم نے اس نعمت و ناز کے اندر شیخ ابوالفضل سے پوچھا کہ اس شہر میں کوئی مرد ہے۔ عاشق پاک اور اہل دل کہ، میں اپنی التجا کو اس کے ہاں پیش کروں تا کہ میرے تمام کام آنیوالے آسان ہوں۔ شیخ نے کہا کہ ہاں بیشک اس شہر میں شاہ حسین ہے، جو ہر دو جہان کو ترک کئے ہوئے ہے۔ اور دل اللہ کے ساتھ ملایا ہوا ہے۔ اس کا کلام کنجی ہے۔ ملک کے کھولنے کی۔ بلکہ اس کی گالی گلوچ سراسر دعا ہے۔ اگر تجھے ایک دو گالیاں دے دیوے تو تیرے تمام کام حسب منشاء انجام کو پہنچیں اور جو مشکل کہ تیرے در پیش ہے۔ اس میں سے تجھے کامیابی کے ساتھ فتح نصیب ہو گی۔ اگر تو چاہتا ہے کہ دشمن کے اوپر فتح پائے تو تُو اس التجا کو اس بزرگ کے پیش لے جا۔ تا کہ تیرے سخت سے سخت کام آسان ہو جاویں۔ خان خانانِ نے جب یہ سخن ابو الفضل سے سنی ممنون و شکر گزار ہوا شیخ کا۔ اور کہا کہ میں ابھی جاتا ہوں اس کے پاس بلکہ آپ مجھے لے کر چلو۔ شیخ نے کہا کہ اگر تجھے ایسی ہی ضرورت ہے۔ تو حسین کو آدھی رات کو ملو۔ کیونکہ وہ ایک عمدہ اور متبرک وقت ہے۔ اتفاقاً حسین اس روز ایک دوست کے گھر میں مہمان تھے۔ اس دوست نے نقل و شراب اور غذائیں طرح طرح کی مع تمام اسباب سماع کے تیار کر رکھا تھا۔ حسین نے اپنے دوست سے کہا کہ شکر ملا کر دو تین روٹیاں پکائی جائیں۔ دوست آپ کے کہنے سے نہایت خوش ہو کر روغنی روٹیاں پکوا لایا۔ اور دستر خوان پہنچایا گیا۔ اور اس درمیان دستر خوان میں وہ روٹیاں بھی رکھی گئیں۔ حسین نے کہا کہ کھانا کھا لیا جائے۔ اور دو روٹیاں

حفاظت کے ساتھ رکھی جائیں دوست نے ویسا ہی عمل کیا جب آدھی رات کا وقت ہو چکا اور نصف شب کا گھنٹہ بجا خان خانانِ عبد الرحیم سپہ سالار ہند اور شیخ ابو الفضل نمودار ہوئے۔ شیخ ابو الفضل نے دروازہ پر دستک کر دی اور دستک کی آواز مکان کے اندر پہنچ گئی۔ حسین نے کہا اے دوست وہ روٹیاں جو حفاظت سے رکھی ہوئی ہیں۔ ان کے کھانے والے آ گئے ہیں۔ دیکھو جلدی دروازہ کھولو کب تک وہ کھڑے رہیں گے باہر۔ دروازہ کھولو اور اندر آنے دو، فوراً دروازہ کھول دیا گیا۔ خان خانانِ عبد الرحیم سپہ سالار ہند اور شیخ ابو الفضل نمودار ہوئے۔ شیخ ابو الفضل نے خان خانانِ سپہ سالار کا ہاتھ پکڑ کر حضرت کے پاؤں پر جھکا دیا اور ہاتھ باندھ کر شیخ کھڑا ہو گیا۔ اس وقت خان خانانِ نے پانچ صد درم بصرے کے جو سونے کے بنے ہوئے تھے حسین کے قدموں کے پاس رکھ دیئے حسین نے کہا اپنے دوست سے کہا جاؤ وہ ہر دو روٹی پکڑ لاؤ تا کہ ان دونوں کو دے دی جائیں۔ روٹیاں آپ اپنے ہاتھ سے حسین نے ان دونوں کو دے دیں۔ اور گالیاں بھی دیں۔ شیخ نے گالیاں کھا کر اس وقت بھی سلام کیا۔ غرضیکہ شیخ پر کئی گالیاں ہو چکیں اور شیخ ہر گالی کے عوض میں تسلیم کے لئے سر جھکاتا تھا۔ اور خان خانان پر بھی گالیاں پڑی تھیں۔ وہ بھی ویسا ہی سر تسلیم کو خدمت میں حسین کی جھکا رہا تھا۔ پھر حسین نے فرمایا کہ میری بات سنو تم کہ تم ملک ٹھٹھہ کی طرف جاؤ اور وہاں تم کو فتح نصیب ہو گی اور ۵۰۰ درہم بھی واپس لے جاؤ۔ میں ٹھٹھہ کے فتح ہونے کے عوض میں نہیں لینا چاہتا۔ اس میں یہی غرض تھی اس درم کے پیش کرنے میں۔ اس نے ویسا ہی عمل کیا۔ حسین نے فرمایا۔ جاؤ ٹھٹھہ تمہارے نام پر فتح ہے۔ پس حسین نے ہر دو کو رخصت کر دیا۔ پس لاہور سے خان خانانِ چلا گیا۔ اور ٹھٹھہ کے رستے کو ملتان کی طرف سے گیا اور بہاؤالدین غوثِ عالم کی مزار پر سے ہوتا ہوا گیا۔ شیخ مخدوم مرشد کامل کھولنے والا قل ھو اللہ کے اور رستہ بنانے والا سالکان طریقت کے علم سلوک کے واصل اللہ سے ملے ہوئے اور اللہ سے نزدیک جن کا کوئی وقت ذکر الٰہی سے خالی نہیں۔ جن کا دم مانند عیسیٰ کے جو مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ نسب میں قبیلہ قریش سے کہ ان پر اللہ کا درود اور

سلام ہو۔ جب خان خانانِ وہاں پہنچے۔ اور اس درگاہ پر حاضر ہوا اور اپنی حاجت کو آپ کے حضور نہایت ادب کے ساتھ پیش کیا۔ اور آپ کے دروازہ روضہ مبارک پر سر رکھ دیا۔ اور رسوم طواف بجا لایا۔ آپ کے مزار کے اطراف میں وہاں پر جانشین تھا۔ آپ کا، شیخ کبیر نام۔ جن کو پیر بالا بولتے تھے۔ خان خانانِ نے ہر دو تھیلیاں ان کی خدمت میں پیش کیں۔ اور پھر اپنے خیمے کو واپس آیا۔ جب رات گزر چلی اور دن نمودار ہوا۔ اور آفتاب عالمتاب آسمان پر چمکا شیخ نے وہ دونوں تھیلیاں صبح ہی کو واپس کر دیں۔ خان خانانِ اس معاملے میں بہت ہی حیرت میں ہوا۔ اور اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر ہر دو تھیلیاں ساتھ لے کر شیخ کے پاس پھر حاضر ہوا اور سرِ اخلاص کو آپ کے دروازہ رکھا اور کہا اے شیخ کامل مجھ سے کیا گناہ اور کیا خطا ہوئی ہے۔ فرمائی جائے کہ کیا وجہ ہے یہ ہر دو تھیلی واپس کی گئیں۔ شیخ کبیر نے کہا کہ آپ ہرگز اسکا خیال نہ کریں اور اس کا افسوس نہ کیا جائے۔ تو نے جو مجھے دونوں تھیلیاں زر کی دی ہیں۔ میرے دادا بہاؤ الدین غوث عالم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تھیلیاں جب حلال ہو سکتی ہیں کہ جو للہ دی جائیں۔ یہ للہ نہیں دی گئیں۔ یہ لڑائی کی فتح کے متعلق دی گئیں۔ انہوں نے حسین کو بھی ایسی ہی تھیلی دی۔ اور وہ واپس کر دی گئی۔ خالصاً خدا کے راستے پر وہ تھیلیاں نہیں دی گئیں۔ بلکہ ان میں ان کی مدعا شامل تھی۔ یہ دے کر وہ احسان رکھنا چاہتے ہیں پس اس میں غرض شامل ہوئی کہ اس کے عوض میں ٹھٹھہ فتح ہو جائے۔ ٹھٹھہ کے فتح ہونے کے متعلق تو حسین نے اس جوان کو خود ہی فرما دیا ہے۔ پس تو اگر زر لے گا۔ تو ابد تک اس کا احسان تیرے پر رہے گا۔ ایسے وقت اس زر کا لینا ہمارے ہاں جائز نہیں ہے۔ پس وہ زر واپس کر دیا جائے۔ اور یہ راز اس سے کہہ دیا جائے اس لئے میں نے یہ تھیلیاں آپ کو واپس کر دیں۔ شیخ کبیر نے کہا مناسب ہے کہ آپ لے لیں۔ ہاں اگر خالصاً للہ دی جائیں تو اس میں لینے کے لئے مناہی نہیں ہے۔ نہیں تو ایک درم بھی نہیں قبول کیا جائے گا۔ خان خانان نے جب یہ کلام شیخ سے سنی اور یہ کرامت حسین کی ظاہر ہوئی۔ سخت حیران ہو گیا اور عالم سکوت میں آدھا گھنٹہ خاموش

کھڑا ہو گیا۔ کہ حسین نے بھی وہاں وہی تاکید دی تھی۔ اور وہی راز یہاں بھی کھل گیا۔ آخر خان خانان نے شیخ کبیر سے عرض کی یہ تھیلیاں بے غرض للہ دیتا ہوں۔ اب قبول فرمائی جائیں۔ اور سچ سمجھ لیا خانان نے کہ حسین کی دعا کی برکت سے فتح نصیب ہونے والی ہے۔ کیونکہ حسین نے اسی وقت آدھی رات میں پہلے ہی فرما دیا تھا۔ گویا خدا کی طرف سے وہیں۔ خان خانان کو مددگاری ہو چکی تھی۔ غرضیکہ خان خانان جنگ کرتا ہوا جنگلوں میں اور دریا میں جس طرف کہ اپنا رخ کرتا تھا۔ اس کو فتح نصیب ہوتی تھی۔ جس میدان میں خان خانان لڑائی کے لئے بڑھتا تھا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ حسین کی صورت میرے ساتھ ہے بلکہ فوج کے آگے شاہ حسین خود شاہسوار بنے ہوئے تھے اور اسکی تمام فوج کے سپہ سالار حسین ہی تھے۔ جب خان خانان اپنی نظر کو کھولتا تھا اور لشکر دشمن پر نظر ڈالتا تھا دشمن سرنگوں ہو جاتا تھا۔ والی ٹھٹھہ مرزا جانی خان، خانان کے حکم سے قید کر لیا گیا۔ مرزا جانی نے اپنی جان کی امان مانگی۔ اور کہہ دیا کہ ٹھٹھہ آپ ہی کا ہے۔ میرا نہیں ہے۔ میری جان بخشی جائے۔ گویا میں آپ کا اطاعت گزار ہوں۔ اور شہنشاہ کا حکم سننے والا ہوں۔ خان خانان نے اس وقت مہربانی کی اس کے حال پہ اور اس کو طلب کیا اپنے نزدیک عزت کے ساتھ، اسکا ہاتھ پکڑ کر عزت سے اپنا نائب کیا۔ اور تمام کام اس کے سپرد کر دئے گئے۔ جب وہاں سے واپس لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ شاہ حسین کو پہلے آ کر ملا بعد میں بادشاہ کے پاس گیا۔ کیونکہ اس کے دل میں پوری تمنا تھی حسین کی اور یہ سب حسین کی دعا سے ہی فتح نصیب ہوئی۔ کہا کہ بے شک ولی اللہ کا ہے شاہ حسین۔ جس کو خدا پر اعتقاد ہے۔ وہ حسین کی ولایت کا اعتقاد رکھے۔ انکار نہ کرنا چاہئے اس کی کرامت کا جس کو اس کی کرامت سے انکار ہے اس سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیزار ہے۔ کہ حسین کمالیت کے درجے کو پہنچ کر مقبول خدا ہو چکا ہے۔ اور مزا یہ کہ شراب پیتا ہے اور اس نشہ شراب میں محبت الٰہی میں غرق ہو جاتا ہے۔ سالکانِ وقت سے سبقت لے گیا۔ مستی عشق میں سرشار ہے۔ مردِ حق ہے اور ہادی ہے۔

ذکر کرامت شاہ حسین گوجر خاں کنبوہی کے ساتھ

ایک مرد اہل ہندوستان کا تھا۔ اس کا نام گوجر خاں تھا۔ وہ اپنے حسب نسب کے لحاظ سے کنبوہ تھا۔ اور کھانے پینے والا اور عیش وطرب والا تھا۔ شاہِ اکبر کا خدمت گار تھا۔ اور بہت خدا والا تھا۔ اور شاہ کی طرف سے اس کو منصب عطا کیا گیا۔ بادشاہ کے نزدیک اس کا بہت بڑا اعتبار تھا۔ جو کچھ کہ وہ چاہتا تھا کر سکتا تھا۔ ہر قسم کے اختیارات اس کے ہاتھ میں تھے۔ لیکن افسوس اس بات کا تھا کہ اسے اولاد نہ تھی۔ کہ بعد مرنے کے اس کے پیچھے نشان باقی رہے۔ اولاد کے لئے وہ حاجت مند تھا۔ اور آرزو رکھتا تھا۔ لڑکے کے پیدا ہونے کی۔ ایک رات اس کی عورت کے دل میں خیال گزرا کہ اپنا تمام قصہ حسین سے کہہ دیا جائے۔ تو بہتر ہے ضرور ہے کہ اس کی دعا کی برکت سے میری مراد بر آئے۔ ایک رات کو حسین کے پاس آئی اور سر رکھا پاؤں پر حسین کے اور اپنے آنسوؤں سے حسین کے پاؤں کو تر کر دیا۔ روتے روتے اور افسوس کرتے بہت وقت گزر گیا شاہ حسین نے فرمایا۔ کہ تو کیوں روتی ہے۔ اور یہ رونے کی کیا وجہ ہے۔ عرض کی کہ میں چاہتی ہوں کہ مجھے لڑکا ہو۔ اور میں اس سے محروم ہوں۔ اور میں یہ چاہتی ہوں کہ میری اولاد کے لئے آپ دعا کریں۔ تا کہ اولاد مجھے نصیب ہو۔ جب حسین نے یہ بات سُنی فرمایا کہ تو اب اپنے گھر کو چلی جا اور کوئی فکر واندیشہ مت کر۔ اور تمام ساز و سامان کو چھوڑ دے۔ اور زیب و زینت کے ساتھ اپنے کو صفائی دے۔ اور بے تعلق ہو جا ننگ و ناموس سے اور آراستہ کر اپنے کو مانند دلہن کے کل میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور میں تجھے اپنی گود میں لوں گا۔ اور میں تیرے ساتھ ہم بستر ہوں گا۔ اور میری ہمدم تمام شب اور تمام رات تیرے بستر ے پر شراب پیوں گا۔ جب صبح ہو گی میں غسل کروں گا اور نماز پڑھوں گا میں دعا کروں گا خدا کی جناب میں کہ اللہ تجھے نیک لڑکا دے گا۔ وہ عورت حسین کے پاس سے واپس آئی اور اپنے کو نہایت زیب زینت سے آراستہ کیا اور مانند دلہنوں کے اپنے کو سنوارا بستر ا بچھایا مانند گلستان کے

حسین تشریف لائے اس کے خلوت خانے میں اور پہلے آپ نے اس کی صحبت میں شراب پی۔ اور اس کو بھی پلائی اور رود اور رباب بھی بجتا رہا۔ جب آپ پر مستی کا عالم طاری ہو گیا۔ اور لوگوں کی آنکھوں میں آپ مست دکھائی دیتے۔ شوہر کی مانند اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا کہ اے کنیز اے لونڈی آج رات خواب کر میرے ساتھ اور بستر پر کھینچ کر لے گئے۔ اور فرمایا کہ آج رات بھر ہوشیار رہو۔ اور نگہبان رہو۔ کہ کسی دوسرے کو یہ بھید کھلنے نہ پائے۔ وہ تمام رات ہوشیار رہی اور آپ کی خدمت میں حاضر رہی تمام رات اس کے دل میں قسم قسم کے وسوسے آتے تھے۔ کبھی کبھی اس عورت کی کنیز جاسوسی کی غرض سے حسین اور اپنی مالکہ کو دیکھنے کی غرض سے نگاہ ڈالتی تھی۔ بستر کے اوپر کوئی نہیں ہے بستر پر سوائے ایک شیر خوار بچے کے، جو اس کے پستان کو ملتا تھا یعنی دودھ پیتا تھا۔ کئی مرتبہ جب اپنی مالکہ کی یہ حالت دیکھی اس عورت نے، پشیمان ہو گئی اور حیران رہ گئی۔ تب وہ ایک گوشے میں دل جمی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ تو کنیز اس طرح بار بار دیکھنے سے اُس کی خدمت میں مشغول ہو گئی۔ حسین اس رات مثل بچے کے دکھائی دیتے تھے۔ اس عورت کو۔ پس صبح کو حسین اٹھے اور غسل کیا نماز کے لئے۔ اور دعا کی اس کی اولاد کے لئے۔ اور کہا اے ماں تیرے کو اللہ لڑکا دے گا۔ لیکن یہ بھید کسی سے ظاہر نہ کیا جائے۔ پس وہاں سے حسین رخصت ہوئے اور اپنے مکان کو واپس آ گئے اتفاق سے یہ عورت جب اپنے شوہر کے ساتھ ہمبستر ہوئی تو حاملہ ہو گئی۔ بعد میعاد گزرنے کے اس کو لڑکا پیدا ہوا۔ شوہر کو معلوم ہو گیا کہ لڑکا ہو گیا ہے۔ لونڈی جو وہاں اس کے مکان میں موجود تھی۔ وہ اس وقت یہ تمام بھید دیکھ رہی تھی۔ اس نے تمام بھید گوجر خاں سے کہہ دیا۔ کہ حسین کے ساتھ تیری عورت سوئی تھی۔ اور میں نے چھپ کر دیکھا ہے۔ یہ لڑکا اسی کا ہے۔ اگرچہ گوجر خان بہت خوش تھا لیکن جب یہ کیفیت سنی تو غیرت مند ہو گیا۔ اور کہا کہ امتحان کرنا چاہئے۔ کہ یہ کیسے ہوا ہے۔ میں بھی اس کو مد نظر کرتا ہوں۔ اور بعد اس کا تمام حال معلوم ہو جائے گا۔ پھر اس عورت کو مار دوں گا۔ اس کو شراب میں زہر دینا چاہئے۔ پانی میں بھی کھانے میں بھی زہر دینا

چاہئے۔ اگر اس نے زنا کیا ہے تو اس کی موت کے لئے یہ زہر کافی ہے۔ اور اگر عصمت والی ہے تو نہیں مرے گی زہر سے۔ ایسا ہی حسین کو بھی زہر دے دینا چاہئے اگر وہ مردِ خدا ہے تو نہیں مرے گا۔ اس کے مرید ہو جانا چاہئے۔ دل و جان سے پس دعوت کی حسین کی اور طعام اور شراب میں زہر ملا دیا۔ جب حسین دعوت کے لئے آئے۔ آپ نے حکم دیا کہ پہلے میزے لئے شراب لاؤ۔ تا کہ میں پی کر بعد میں کھانا کھاؤں۔ جب حسین نے شراب طلب کیا تو گوجر خاں نے اپنے ہاتھ سے جام دے دیا۔ جب آپ شراب زہر والی پی چکے تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ تو شراب نہ تھی پانی تھا۔ شرب تلخ اور تند ہونا چاہئے تا کہ اس سے میری طبیعت کو آرام ملے۔ یہ تو پانی ہے شراب نہیں ہے۔ مجھے شراب دے۔ گوجر خان نے عرض کیا۔ آپ پئیں تو سہی۔ یہی آپ کو بے ہوش کر دے گی۔ اگرچہ پانی ہے لیکن دو تین جام بس کافی ہے۔ میرے ہاتھ سے، اور دو تین جام پیو دیکھو۔ آپ کو مدہوش و بیہوش کر دے گی۔ حسین نے اس وقت تبسم کیا اور ایک تماچا اس کے منہ پر مارا۔ گوجر خان کے ہاتھ سے صراحی اور جام حسین نے کھینچ لیا۔ اور ایک ہی دفعہ تمام شراب پی چکے۔ پھر دوسرا شیشہ جو وہاں پر موجود تھا نیز جس میں زہر آمیز تھا وہ بھی آپ نے پی لیا۔ ایسے ہی کئی شیشے پے در پے مانند پانی کے پیتے چلے گئے۔ غرضیکہ جس قدر شیشہ جات لبریز شراب کے وہاں موجود تھے وہ تمام پی کر آپ نے رقص شروع کیا۔ اور فرمایا اے گوجر اس وقت اگر اور شراب ہے تو پیش کر۔ ہم دریا کے پی جانے والے ہیں۔ اور ابھی پیاسے ہیں۔ شراب عشق حق سے بے تاب ہو رہے ہیں۔ اگر اس شراب میں زہر شامل کی گئی ہے یا کہ کسی قسم کی مٹھاس مجھ کو یہ کبھی مدہوش نہ کرے گی۔ ہم مست ہیں شراب الست سے۔ یہ شراب ہم پر کیسے غالب ہو سکتی ہے۔ اور کیونکر ہمارے ہوش و حواس کو بگاڑ کر سکتی ہے۔ جلدی لا چند جام شراب کے جس میں زہر ملا ہوا ہو۔ اور اس کے بعد کھانا لا زہر آلود تا کہ تیرے سامنے میں وہ کھانا بھی کھا لوں۔ اور امتحان تو میرا ہر ایک طرح سے لے مجھے کوئی خوف نہیں ہے۔ ان زہر آلود چیزوں سے۔ مگر میں تجھ کو نفرت کے طور پر کہتا ہوں کہ تو بے خبر

ہے۔ اور تجھ پر لعنت کرتا ہوں کہ جب میں تیری عورت کے ساتھ ہم بستر ہوا تھا میں نے اس وقت اس کو مادر مہربان کہا تھا۔ نہیں تو اب تیرے لئے اللہ کی جناب میں دعا کرتا ہوں کہ تو اسی دم میں اسیر بلا ہو جائے گا۔ لیکن جب کہ میرا کام حق اندیشی کا ہے۔ اس واسطے چشم پوشی کرتا ہوں۔ کیونکہ میں درویش ہوں اور مجھ درویشوں کا کام نہیں ہے کہ کسی قسم کا برا چاہوں۔ گوجر خاں نے جب یہ کیفیت شاہ حسین کی دیکھی حیران اور پشیمان ہوگیا۔ اور اپنی جان کے لئے کانپنے لگا۔ سخت متغیر اور پریشان ہوگیا اور کہا کہ یہ تو خدا کا خاص دوست ہے۔ اور میں نے اپنے حق میں بڑا ستم وظلم کیا۔ کہ ایسے پاک مرد اور مردِ خدا کو اور فقیر کامل کو میں نے زہر ملا کر شراب پلائی۔ مجھے ایسا نہ چاہئے تھا کہ شاہ حسین کے ساتھ ایسے برے سلوک سے پیش آؤں۔ پناہ مانگی اور اسی حیرانی اور پریشانی کی حالت میں آپ کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیا۔ بہت عاجزی اور نیاز کرتا تھا۔ اور دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری تھا۔ اور عرض کی کہ اے مرد خدا میں نے بہت سخت گناہ کیا ہے اور کیا عجب ہے کہ یہ میرا کام مجھے تباہ و برباد کر دے۔ خدا کے لئے میرے ان گناہوں کو بخش دے اور میری التجا کو قبول کر۔ میں تیری حالت سے بالکل آگاہ نہ تھا۔ کہ تجھ کو حد کمال کا درجہ اللہ سے حاصل ہے۔ اگر یہ بات مجھے معلوم ہوتی اے فقیر خدا تو میں اس کام کے نزدیک قطعاً نہ جاتا اور میں اب تیرا مرید دل و جان سے ہوتا ہوں اور نہایت خوش اور صدق و صفا کے ساتھ میں تیرا مرید ہوا۔ شاہ حسین مقصود العینی نے جب گوجر خاں کو ایسی عاجزی اور پریشانی کی حالت میں پایا۔ کہ وہ اپنے کئے ہوئے سے سخت پریشان اور پشیمان ہے اور معافی کا خواستگار ہے اس وقت اس کو اپنے نزدیک طلب فرمایا۔ اور دلاسا دیا اور اس کی پیٹھ کو اپنا دست مبارک لگایا۔ اور اس کو اپنا مرید کرلیا۔ جب اس کے مکان سے باہر تشریف لے گئے اور اس بات کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ بلکہ یہاں تک کہ قوالوں میں اس کیفیت خاص کی ایک راگنی بنائی گئی۔ جو اس وقت میں قوال گاتے ہیں۔ جب حسین کمال اوج سے اللہ کے ساتھ ایک ہو گیا تھا۔ اور بقائے خدا سے واصل اور زمہ کھایا۔ آپ نے

اور کوئی صدمہ نہ پہنچا آپ کو۔ اس لئے اولیاء اللہ کو زہر کچھ نہیں کر سکتا۔ اور اولیاء اللہ ہمیشہ تا قیامت زندہ ہی رہنے والے ہیں۔ ان اولیاء اللہ لا یموت ۔یعنی اولیاء اللہ نہیں مرتے ہیں اور یہ ان کی عین کرامت میں داخل ہے۔

ذکر خوارقِ عادات شاہ حسین

مقصود العینی جماعت دوستان کے ساتھ ایک رات میں حسین اللہ کا دوست تمام دنیا سے بے پروا تھا۔ دوستوں کے ساتھ ایک چار دیواری میں بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ اور مجلس سماع بھی ترتیب دی گئی تھی۔ وہ گھر ایک دوست کا تھا۔ جس میں کہ حسین بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ دوست بہت وفا دار اور خوش اخلاق تھا۔ اور حسین کا بہت معتقد تھا۔ بلکہ یہاں تک کہ خدمت حسین میں تمام تمام رات کھڑا رہتا تھا۔ مادھو بھی اس کی مجلس میں شریک تھے۔ اور بدن پر مادھو کے میلا کپڑا تھا۔ جس کا رنگ مانند شکر کے تھا۔ کیونکہ ایک ہفتہ سے وہ کپڑا مادھو کے جسم پر تھا اور گردِ راہ سے میلا ہو گیا تھا۔ حسین نے ایک دوست سے کہا جلد جاؤ دریا کے کنارے اور مادھو کے کپڑے کو دھو لاؤ۔ اس وقت آدھی رات کا وقت تھا۔ دوست نے عرض کی کہ خدا آگاہ اس وقت راستہ بند ہے۔ اور کسی بھی بشر کی آمدورفت نہیں ہے کیونکہ نصف حصہ رات گزر چکی ہے۔ اور رات بھی اندھیری ہے اور بازاروں میں کہیں ہل چل بھی نہیں ہے۔ شہر کے دروازے بھی اور قلعے بھی بند ہیں کوتوال کے حکم سے کوچہ کوچہ گلی گلی سپاہی پھرتے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر کوئی گرفتار کر لے تو بندی خانے کو لے جانے کا خوف طاری ہے۔ ایسی حالت میں آدھی رات کو تنہا لبِ دریا کیسے جا سکتا ہوں۔ اور کنارے دریا پر اس وقت دھوبی بھی نہیں ہے۔ جو اس سے کپڑا دھلوا لیا جائے۔ حسین نے فرمایا اے اہل یقین تو مرد ظاہر بین ہے۔ یہ کیوں اصرار کرتا ہے کہ میں اس وقت گھر سے باہر نہیں جا سکتا۔ سچ کہتا ہے کہ واقعی آدھی رات کا وقت ہے لیکن سیدھے راستے کی طرف سے تو دریا پر چلے جا۔ تجھے آدھی رات سے کیا مطلب ہے۔ تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ تو

بے خوف و خطر بغیر کسی وحشت کے یا کوتوال یا سپاہی کے ڈر سے اطمینان حاصل کر کے لبِ دریا چلا جا۔ کہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کوئی شخص بھی بغیر موت کے نہیں مر سکتا۔ اب تجھے اس مکان میں آدھی رات نظر آ رہی ہے۔ لیکن جب تو مکان کی چار دیواری سے باہر نکلے گا۔ تو تجھے نصف حصہ دن نظر آئے گا۔ جلد جلد جا گھر سے باہر اور دیکھ کہ آفتاب آسمان پر روشن ہے۔ دل میں مت وہم کر کہ آدھی رات ہے۔ بلکہ آدھا دن ہے۔ جا کر دیکھ دوست ناچار و ناساز و مجبور ہو کر گھر سے باہر نکلا۔ دیکھا کہ زمانے کا حال دگرگوں ہے۔ تمام عالم پر آفتاب روشن ہے۔ حیران ہو گیا اور بازار میں لین دین ہو رہا تھا۔ اور آدھا دن تھا۔ قلعے اور شہر کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اور آدمیوں کی آمد و رفت کا بازار گرم تھا۔

دوکانوں پر لین دین ہو رہا ہے اس وقت وہ دوست لب دریا پہنچا۔ ایک دھوبی اتفاق سے اس کو دکھائی دیا۔ دوست نے کہا کہ اے دھوبی مہربانی کر کے مجھے اس مادھو کے جامے کو دھو دے۔ اور جو کچھ اس کی مزدوری ہے مجھ سے لے لے۔ دھوبی نے کہا کہ مزدوری کو ایک طرف رہنے دو۔ اگر مادھو کا جامہ ہے تو لائیے۔ بسم اللہ تا کہ میں اس جامہ مبارک کو صدق کامل کے ساتھ پاک کر کے تجھے واپس دے دوں۔ اور دھوبی نے اسی وقت جامہ اس دوست سے لے لیا۔ اور دھو کر صاف کر کے فوراً اس جامہ پاک کو اس کے دوست کے پاس واپس گیا۔ کہ دیکھ لو بہت صاف ہو گیا ہے۔ اور خشک ہو گیا ہے۔ کیونکہ آفتاب بہت تیز ہے۔ اب لے جاؤ اور مادھو کے حوالے کر دو۔ اور مادھو کو میرا سلام کہنا۔ اور میرا نام بھی حسین ہے۔ یاد رکھو مادھو کو میرا سلام اچھی طرح سے پہنچاؤ۔ کہ وہ مقبولِ حق ہے۔ ہر دو جہان میں۔ دوست نے وہ جامہ لے لیا۔ اور پوشیدہ اپنی گود میں رکھ کر قلعے کے باہر کے راستے سے شہر میں آیا۔ جب اپنے گھر پہنچا اور وہاں کے گلی اور کوچے پر نگاہ کیا تو دیکھا کہ آدھی رات کا وقت ہے نہ وہ بازار ہے نہ وہ لین دین ہے۔ ہر ایک شخص آسودہ ہو کر اپنے بستروں پر آرام کر رہا ہے۔ نہ بازار کی دکانیں کھلی ہوئی ہیں اور نہ آنے جانے والوں کا نام و نشان ملتا ہے۔ اندھیری رات

ہے اور لوگ سب خواب میں ہیں۔ کوتوال اور کوتوال کے سپاہی چوروں کی گرفتاری کے لئے پھر رہے ہیں۔ یہ شخص دوست فوراً اپنے مکان میں گھسا۔ اور حیرت میں ہو کر حسین کے آگے کھڑا ہو گیا اور وہ کپڑا حسین کے پیش کیا۔ اور سکتہ کا عالم تھا۔ کچھ زبان سے نہیں بول سکتا تھا۔ حسین نے جب اس دوست کو حیرانی کے عالم میں دیکھا تو فرمایا۔ اے دوست دیکھا خدا کا بھید۔ لاؤ مادھو کے جامے کو میرے سامنے رکھ دو۔ دوست نے کہا اے خدا آگاہ میں حیرت میں ہوں اور دیوانہ ہو گیا ہوں اس معاملے میں کہ اللہ نے تجھے کیسی قدرت دی ہے۔ اور یہ کیسی عزت بخشی ہے کہ تو اپنے کام کے لئے آدھی رات کو تو آدھا دن کر سکتا ہے اور جب تیرا کام ختم ہو گیا تو پھر آدھے دن کو تو آدھی رات کر سکتا ہے۔ وہ دھوبی کون تھا جس نے جامہ میرے سے لے لیا تھا۔ اور کون ہے جس نے مجھ سے مزدوری نہیں لی۔ اور کون ہے جس نے مادھو کو سلام بولا اور مجھے بھی سلام کیا۔ اور اپنا نام حسین بتایا۔ حسین نے کہا دوست سے اے وحدت کیش مجھ سے اس بھید کو سن جب تو میرے ساتھ محرم راز ہونا چاہتا ہے تو خبردار کسی سے اس معاملے میں دم نہ مارنا۔ وہ دھوبی جو تھا وہ فرشتہ تھا مردانِ خدا کے کام کیلئے اللہ نے اسے بھیج دیا تا کہ وہ مردانِ خدا کے کاموں کو پورا کرے۔ یہ مرتبہ اہل توحید کو نصیب ہے۔ دیگر لوگوں کے لئے نصیب نہیں ہے۔ جو کہ محروم ہیں۔ وحدت الٰہی سے وہ کب دم مار سکتے ہیں وحدت میں۔ اے توحید کو پسند کرنے والے۔ نشان ڈھونڈ ان توحید کا۔ تا کہ تو بھی توحید والوں سے ہو جائے۔ اگر تو توحید کو پا لے گا۔ تو دن اور رات تیری آنکھ میں یکساں ہو جائیں گے۔ خاک اور اکسیر کو ایک ہی نظر سے دیکھے گا۔ کیمیا اور خاک کو ایک ہی جیسا خیال کرے گا۔ حسین اہل توحید میں سے تھا۔ اس لئے یہ دلیل توحید الٰہی کی ظاہر کیا۔ تا کہ خدا شناسوں کو ظاہر ہو جائے کہ توحید کے یہ معنی ہیں اور یہ دلیل ہے۔

ذکر کرامت شاہ حسین مقصود العین کی ایک مرد فقیر کیمیا گر کے ساتھ

شہر لاہور میں ایک فقیر تھا جو کہ کیمیا گر تھا۔ فنِ کیمیا گری میں ماہر ہونے کے

باعث مغرور تھا۔ اور اس کا نام یعقوب تھا۔ ایک دن صبح کے وقت حسین کے پاس حاضر ہوا اور حالت حسین پر نگاہ ڈالی اور آپ کے تصرف کو دیکھا۔ اور حیران ہو گیا۔ چاہا کہ اپنا بھی تصرف دکھاؤں۔ مرد فقیر کیمیا گر کے پاس اُس وقت کچھ کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔ وہ کاغذ کھول کر حسین کو بتلایا۔ جب حسین نے اس پر نظر کی اور پوچھا اس فقیر سے کہ یہ کیا چیز ہے۔ فقیر کیمیا گر نے کہا یہ کیمیا ہے۔ جو کہ پارے سے تیار کی گئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تانبے سے صددام سونا کر دوں۔ حسین نے جب دیکھا کہ اس فقیر کو اس چیز پر بہت ناز وفخر ہے۔ تبسم کیا اور کہا اے فقیر تو نے کتنی مرتبہ ایسا کام کیا ہے اور کتنی محنت سے یہ کام سیکھا ہے۔ اور کتنا خرچ تو نے اٹھایا ہے پارہ کی خرید میں اور پھر بازار سے پارہ خرید کر لایا ہے اور جنگل اور صحرا پھر کر جستجو کیمیا کی کی۔ اور قسم نباتات سے کس قدر جمع کیا ہے تو نے اور دوائیوں کے لئے کس قدر بوٹیاں جمع کی ہیں اور خشک اور تر کوٹ کر ان سے ادویات تیار کیا ہے اور اس میں پھر پارہ تو نے ملایا ہے پھر تو نے اس کو پتھر پر پیسا ہے ایک مدت تک تو نے اس غم میں اپنے وقت کو ضائع کیا ہے۔ پارے وان ادویات میں ملا کر حل کیا ہے۔ اور ایک پوشیدہ مکان میں تو نے یہ سب کام کئے ہیں۔ تا کہ دوسرے لوگ اس کام کو نہ دیکھنے پائیں۔ انگار تو نے روشن کیا اور بھٹی تیار کی اور مٹی کا برتن بنایا اور اس پر آگ رکھی چوروں کی طرح ادھر ادھر سے چھپ کر ایک بے نور اور اندھیرے گھر میں بیٹھ کر آگ روشن کی۔ گوبر کی سینی اوپلوں کی۔ دل اور جان سے تو اس کام کو بجا لایا تا کہ اس میں تجھے کوئی نقصان نہ ہو۔ اس وقت یہ اکسیر اس محنت کے ساتھ تیار ہوئی۔ یہ کاروبار فقیروں کے نہیں ہیں۔ اور ابھی تک بھی یہ خاک برابر تیار نہیں ہوئی ہے۔ ابھی تانبے کو پگھلا کر یعنی گال کر زر خالص کرنا پڑے گا۔ تو اس کوشش اور رنج کے ساتھ اے نادان سونا بناتا ہے۔ جو فقیر ہیں راہ خدا کے وہ اس کام کو گناہ سمجھتے ہیں۔ فقیروں کے نزدیک تو ایسا گناہ ہونا ہی نہ چاہئے۔ فقیر تو ایک نظر کے ساتھ سونا بنا دیتا ہے۔ فقراء تو خاک سے زر بنا دیتے ہیں اور کوئی دوائی اس میں شامل نہیں کی جاتی۔ یہ کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک مجلس سے

کنارے لے گئے اور اپنا لنگوٹ کھولا اور وہاں پر آپ نے استنجا فرمایا۔ جس وقت آپ نے یعنی جس مقام پر آپ نے استنجا فرمایا اتنا حصہ زمین کا سونا بن گیا۔ جس جس مقام زمین پر پیشاب کی دہار پہنچی وہ تمام زمین زرِ خالص ہوگئی۔ حسین نے اس فقیر سے کہا کہ اے فقیر یہ سونا لے لے۔ تو ناز و فخر کرتا تھا اپنی کیمیا گری پر، اور میں اپنے خدا پر ناز کرتا ہوں۔ جتنا سونا تجھے درکار ہے۔ اتنا یہاں سے پکڑ لے۔ کیا کیمیا کے لئے تو پریشان اور سرگردان پھرتا ہے۔ اور خدا سے دور مارا مارا پھرتا ہے۔ چھوڑ کیمیا کو اور راہِ خدا کو ڈھونڈ کیمیا کو کیا ڈھونڈتا ہے۔ اے نادان اگر تجھے خدا مل گیا تو کیمیا حاصل ہو گئی۔ قدرت سبحان کو دیکھ فقیر کیمیا گر نے جب یہ حالت حسین کی دیکھی تو حیران ہو گیا۔ اور دست یقین سے دامنِ حسین کو پکڑ لیا اقرار کر لیا حسین کی کرامت کا۔ اور اثر کر گئی حسین کی ہدایت اس کے دل میں۔ مرید ہو گیا حسین کا دل و جان سے۔ جب حسین کا مرید ہو گیا تو حسین کے ہمراہ رہا وہ بھی حسین کا ایک دوست بن گیا جو کہ راہِ خدا والے ہیں۔ کیمیا ان کے نزدیک کیا چیز ہے۔ کیمیا ان کے پیشاب میں ہے۔ دیکھو حسین کو کہ وہ اللہ والا تھا۔ کہ جس خاک پر استنجا کیا تھا۔ وہ خاک سونا ہوگئی۔ خوارق عادات اور کرامت اس کو کہنا چاہئے۔ واقعی اللہ نے اولیاء اللہ کو بہت بڑی کرامتیں دی ہیں۔ کہاں استنجا اور کہاں زرِ خالص۔ بیشک حسین خدا کا پہنچا ہوا بندہ تھا۔ کہ جس کے پیشاب سے خاک نے زرِ خالص کا رنگ قبول کر لیا۔ اس کو کرامت اور خوارق عادات کہتے ہیں۔

ذکر خوارق عادات شاہ حسین مقصود العین ایک فقیر وہابی طریق والے کے ساتھ

جب کہ حسین ہمیشہ گشت یعنی سیر میں رہتے تھے۔ یعنی جنگل اور صحرا کی سیر کرتے تھے۔ ایک روز جنگل سے پھرتے ہوئے شہر کو آئے۔ اور شہر کو دیکھتے ہوئے ایک وہابی کے مقابلے میں تشریف لائے جو کہ بہت خود رائے اور متکبر مزاج تھا۔ جب حسین نے اس کو دیکھا تو اس سے کنارہ کش ہوئے۔ یکایک اس راستے سے ایک

عورت آراستہ حالت میں یعنی زیب و زینت کے ساتھ راستے سے چلی جاتی تھی۔ اُس عورت کی خوبی اور اس کا معشوقانہ ناز صبر وقرار اور آرام کو دلوں سے چھین رہا تھا۔ اس عورت نے حسین کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا۔ شاہ حسین بھی شراب محبت سے مست تھے۔ اس کے ناز کو دیکھتے ہی آپ نے اس کا بوسہ لیا۔ اور اپنی گود کی جانب کھینچا۔ اور اس نازنین عورت کے لب کا بھی بوسہ لیا اور اس کے گلو بھی کا بوسہ لیا۔ اور پھر چھوڑ دیا اس عورت کو۔ عورت اپنی ضرورت کے لئے گھر کو یا بازار کی طرف روانہ ہوئی۔ وہ یعنی وہابی جو کھڑا ہوا اس کیفیت کو دیکھ رہا تھا۔ جب شاہ حسین کی ایسی حالت کو دیکھا۔ اس وہابی کے دل میں آرزو اور تمنا پیدا ہوئی کہ میں بھی اس عورت کا بوسہ لوں۔ پس اسی وقت اس عورت کو وہابی نے پکڑ لیا۔ اور ویسا ہی اس نے بھی بوسہ لیا جیسا کہ حسین نے لئے تھے۔ شاہ حسین نے اسکو دیکھا اور اپنا راستہ لیا۔ اور وہ وہابی بھی جناب کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ راستے میں ایک لوہار کی دکان تھی۔ اور وہ لوہار بھٹی یعنی دکان میں لوہے کو گرم کر رہا تھا۔ لوہا نہایت سرخ آگ میں ہو گیا تھا۔ گویا لوہے نے آگ کا رنگ ہی قبول کر لیا تھا۔ حسین نے اس لوہے کو اپنے ہاتھ سے اٹھا لیا اور اس کے بہت سے بوسے لئے۔ پھر وہابی سے فرمایا کہ میرے پیچھے آنے والے بے حیا خبیث ملحد اس وقت تو نے اس عورت کے بوسے لئے اور میری تقلید کی یعنی جیسا کہ میں نے کیا ویسا ہی تو نے بھی ہوس کے ساتھ کیا اب اس لوہے کا بھی بوسہ لے اور میری تقلید کر۔ میرے ہاتھ سے اس لوہے کو اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اور اس کو بوسہ دے۔ اے حرص و ہوس والے شخص اگر تو تقلید میں برابر ہے تو اس کام کو بجا لا نہیں تو تجھ پر خدا کی لعنت ہے۔ اے بدنیت گمراہ کہ اس تقلید کے سبب سے تو کنوئیں میں گر پڑا۔ تیری یہ تقلید بالکل باطل ہے اور تیرا دعویٰ جھوٹا۔ جب تک کہ تو توحید کا رستہ نہ لیوے تقلید نہیں کر سکتا ہے۔ جب ملا نے شاہ حسین کی یہ دلیل دیکھی تو متحیر ہو گیا۔ اور متحیر حالت میں اس کے ہوش وحواس بجا نہ رہے۔ اس نے اپنے سر کو حسین کے پاؤں پر رکھ دیا۔ اور کہا میرا دل و جان فدا ہے آپ پر، حسین۔ سچ ہے ایسے کام واصلان حق سے ہی ہوتے

ہیں جو محقق کامل ہیں اور اولیاء اللہ کی ایسی ہی حالت ہوا کرتی ہے۔ کہ جو طریق توحید کے چلنے والے ہیں۔ بیشک تو راہ حق میں واثق اور کامل ہے۔ اور طریق توحید میں سچا۔ طریقت کے پردے تجھ پر کھلے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت میں محقق حق ہے۔ حسین نے یہ بات اس کی سن کر پھر دوبارہ اس جلے ہوئے گرم لوہے کے بوسے لئے۔ پھر اس لوہے کو اس لوہار کو واپس کیا۔ وہاں سے جانب جنگل روانہ ہو گئے۔ اس وقت جس شخص نے شاہ حسین کی حالت دیکھی حسین کی کرامت سے آگاہ ہو گیا۔ اور اقرار کر لیا کہ واقعی حسین اللہ کا بندہ ہے۔ فقیرانِ حق میں سے یہی ایک بندہ پہنچا ہوا بندہ ہے۔ یہ وہ بندہ ہے کہ بعد موت کے بھی مشکل جوابوں کو حل کر دے گا۔ لوگوں کے سوالوں کو حل کرے گا۔ زیر خاک یعنی بعد وفات کے قبر میں حسین بعد مدفون ہونے کے آواز دے سکے گا۔

ذکر کرامت شاہ حسین مقصود العین با شاہ ارزانی فقیر مرید شیخ بہلول قدس سرہٗ کا اور بھیجنا اس کا ہندوستان

ایک فقیر مرد خدا کا دوست تھا۔ واقف تھا محرم راز فقر وفنا سے، تجرد تھا واحد مطلق کا اور بے تعلق تھا۔ ماسوائے اللہ کے شیخ بہلول کا مرید تھا۔ اور اس کا طریقہ توحید کا تھا اور اکثر حسین کے ساتھ بھی رہا کرتا تھا۔ راہِ فقر میں عشق والا تھا اور صاحب درد تھا۔ اس کا نام شاہ ارزانی تھا۔ جو ریاضت میں لاثانی تھا۔ لیکن اس کی ریاضت مانند حسین کے تھی۔ لاہور میں اس کی بھی کرامات بہت مشہور ہیں۔ جب وہ لاہور میں حسین کی مجلس میں داخل ہوتا تو حسین کے ساتھ اس کا ارادہ برا ہو جاتا تھا۔ یعنی لڑنا چاہتا تھا۔ ہمیشہ اس کا ارادہ یہی ہوتا تھا۔ کہ حسین کے ساتھ مقابلہ کروں۔ کیونکہ پیر بھائی ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں دعویٰ حسین کے امتحان لینے کا تھا۔ ہمیشہ اس ارادے کو اپنے دل میں چھپائے رکھتا تھا۔ اور اس کو اس بات کا غرور اور دعویٰ تھا۔ کہ میری برابری حسین نہیں کر سکے گا۔ سچ ہے ایسا ہی دستور ہے۔ فقراء میں کہ جب دو فقیر ایک جگہ مل جاتے ہیں تو اپنی اپنی کرامت کے دکھلاتے ہیں جنگ شرع کر دیتے ہیں۔ تا کہ

معلوم ہو جائے کہ ان دونوں میں کون بزرگ ہے۔ اور کہاں تک ہر ایک کا جادہ ہے۔ ایک دوسرے سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ اس کی سیر کہاں تک ہے۔ اور ایک دوسرے کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ زمین و زمان میں تا کہ ایک چھپے ہوئے کو دوسرا ڈھونڈنے والا نکال لے۔ اگر وہ اس کو ظاہر کر سکا یا کہ ڈھونڈھ سکا۔ تو مرتبۂ فقرا کم خیال کیا جاتا ہے۔ اس لیے کمال حسین کو دیکھنے کے لئے اور امتحان حسین کا لینے کے لئے شاہ ارزانی نے کہا کہ آپ کہاں تک پرواز کریں گے۔ اور کہاں تک آپ کا خدا کے نزدیک رتبہ ہے۔ اور کہاں تک آپ کا کشف ہے۔ پس حسین کے نزدیک بیٹھ گیا اور امتحان حسین کے لئے کمر باندھا۔ کہا اے دوست میری ایک بات سن کہ میں تجھ سے پوشیدہ ہو جاتا ہوں۔ تو مجھ کو ڈھونڈ کر نکال لے۔ تو میری جستجو کر کہ کیا میں تجھے مل سکتا ہوں۔ اس اڑان میں تیری سیر کی حالت تمام معلوم ہو جائے گی۔ اور جس قدر تیرا رتبہ پیش خدا ہے وہ بھی تمام ظاہر ہو جائے گا۔ شاہ حسین نے اس وقت تبسم فرمایا۔ اور کہا اچھا جاؤ پوشیدہ ہو جاؤ میری آنکھوں سے زمینوں اور آسمانوں میں جہاں تک تم پرواز یعنی اڑ سکتے ہو۔ اُڑو۔ شاہ ارزانی مراقبے میں بیٹھ گیا۔ اور چھپ گیا آپ کی نظروں سے اور اڑان مارا جنگلوں کی طرف کوہستان میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر جا کے ٹھہرا۔ ایک چیتا کی شکل میں بن کر چیتوں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ گیا۔ شاہ حسین اسی وقت اس کے پیچھے روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچے جہاں یہ چیتا بنا ہوا بیٹھا تھا۔ کہا اے دوست السلام علیکم بس ہو گئی آپ کی پرواز معلوم کر لیا میں نے آپ کا رتبہ اللہ کے نزدیک کیا فقر و فنا کی طریق سے یہی حاصل کیا جوگی لوگ بھی ایسا ہی تو اڑنا جانتے ہیں۔ اور وہ اپنی صورت کو بدلا لیتے ہیں۔ شاہ ارزانی حسین کے سخن کی تاب نہ لا کر عالم بالا کی سیر کرنے کے لئے بلندی ہوا پر اڑ گیا۔ اور اپنے کو مرغ کی صورت میں بنا لیا۔ شاہ حسین بھی اس کے پیچھے اڑے حسین شاہ باز بن گئے۔ اور ایک ہی پرواز یعنی اڈاری میں اس کو پکڑ لیا۔ اس کی گردن پکڑ کے کہا کہ ہاں کب تک تو مجھ سے بھاگے گا اس کو پکڑ کر زمین پر اتار دیا۔ جیسے کہ باز کبوتر کو پکڑ لیتا ہے اور کہا حسین نے کہ کیوں اے دوست اگر میں اپنی چونچ

تیرے سر پر ماروں۔ تو تیری کیا حالت ہوگی۔ اور یہ تیرے پر وبال کہاں چلے جائیں گے۔ اس وقت شاہ ارزانی نے کہا کہ میں کیا کروں میں تو اڑ رہا تھا اور عرش بریں تک اڑنا چاہتا تھا لیکن تو نے مجھے راستے میں ہی پکڑ لیا۔ کہ میں آگے اڑنے نہ پایا۔ پس شاہ ارزانی اپنی اصل انسانی شکل میں آ گیا۔ اور حسین کی خدمت میں کمر باندھا اور کہا بیشک تو واصلِ حق ہے اور فقیرِ خدا ہے۔ راہ فقر و فنا کو طے کیا ہوا ہے۔ تو مجھ سے راہ فقر میں بہت بلند ہے۔ تو شاہ باز ہے اور میں کبوتر ہوں راہ فقر میں میں نے تجھے کامل دیکھا اور خدا کے ساتھ واصل دیکھا۔ حسین نے دوسری مرتبہ شاہ ارزانی سے کہا۔ کہ اے فقیرِ خدا کہ اب کنارہ کش مت ہو۔ اب میں تیری آنکھوں سے پوشیدہ ہو جاتا ہوں تو میری تلاش کر۔ کوشش کر تو مجھے ڈھونڈ لے۔ اس پر تیری پرواز کی حالت معلوم ہو جائے گی۔ پس حسین پرندے کی شکل میں اُڑے اور اس کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو کر عرش معلیٰ کے اطراف میں پہنچ گئے۔ جب شاہ ارزانی نے آپ کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ ہر چند تلاش کی لیکن کوئی پتہ نہ ملا۔ آخر تحت ثریٰ یعنی زمین کے آخری حصہ میں داخل ہو کر وہاں سے نکل کر آسمانوں پر پہنچ گئے۔ زمینوں اور آسمانوں میں بہت تلاش کی لیکن شاہ حسین کا کوئی پتہ نہ ملا۔ آخر کار شاہ ارزانی جستجوئے حسین میں ست الوجود ہو گیا۔ اور اڑنے میں عاجز ہو گیا۔ بعد اس کے اپنی جگہ پر آ کر ٹھہر گیا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ اے دوست میں نے تجھے بہت تلاش کیا۔ لیکن کہیں بھی تیری خبر نہ ملی۔ اور نہ تیرا اثر دکھائی دیا۔ اب تو خود میرے سامنے آ جا، تا کہ میں تجھے دیکھوں۔ شاہ حسین ایک دم شاہ ارزانی کے پاس آ گئے اور جو کچھ صورت حال گزری تھی تمام کہہ سنائی۔ شاہ ارزانی نے جب یہ کیفیت شاہ حسین سے سُنی۔ کہا بیشک تو مخلص ہے خاص اللہ کا۔ بیشک تو مقرب ہے حق کا۔ اور تو نے شراب وحدت کو پیا ہے۔ علم توحید میں اب کسی کو دعویٰ نہیں ہے۔ جو تجھ سے مقابلہ کرے فقیری میں کوئی تیرا ہمسر نہیں ہے۔ اور راہِ حق میں کوئی تیرے برابر نہیں ہے۔ طریقِ فقر و فنا میں اس وقت اس جہان میں کوئی تیرا ہمسر نہیں ہے۔ راہِ مکان سے تیری طاقت بڑھی ہوئی ہے۔ بیشک تجھے قربِ حق حاصل ہے اور تو فقیر بھی

ہے اور درویش بھی ہے۔ یہ کہا اور بڑی محبت اور ادب کے ساتھ شاہ حسین کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیا۔ بعد میں سر کو اٹھایا اور درخواست کی کہ ہندوستان جانے کی اجازت دی جائے۔ شاہ حسین نے شاہ ارزانی کو اجازت دے دی۔ کہ جاؤ جدھر تمہاری طبیعت چاہتی ہے۔ جب شاہ حسین سے وہ آگے بڑھ گیا اور سیر و سیاحت کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ہندوستان کو نہیں گیا بلکہ اس نے یہ ارادہ کیا کہ پھر دوسری مرتبہ حسین کا امتحان کیا جائے۔ حسین جب کہ عاشق پاک تھا۔ اور وفات آپ کی ہو چکی تھی اور آپ خلوت خاک میں تھے۔ خبر سنی کہ شاہ حسین کا وصال ہو چکا ہے۔ ایک دن امتحان کے لئے گور حسین پر پہنچا۔ اور حسین کے مزار کو اپنے پاؤں سے ٹھکرایا۔ اور ایسا کہا اے سونے والے اب تو مجھ سے کچھ آگاہ ہے۔ اپنا حال بیان کر کہ تو شیر ہے یا کہ لومڑی۔ اب تیرے سر پر کون کھڑا ہے۔ اور کیا تیرا خیال ہے۔ اے حسین تو زیر خاک سویا ہوا ہے۔ اب تو مجھ سے اور اپنے سے کچھ آگاہی رکھتا ہے۔ شاہ حسین نے جب یہ سخن سنا۔ تہ زیر خاک سے حسین نے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ تو یہ کیا بک رہا ہے اور ایسا سخن تجھے کیا لائق اور زیبا ہے۔ میں لب خاک سو رہا ہوں۔ تجھے نہیں لازم کہ میری خاک ٹھکراتا۔ میری قبر کے اوپر تو نے پاؤں مارا اور پھر دشمنی سے یہ لفظ زبان سے نکال رہا ہے۔ اگر میں اپنے حال سے آگاہ نہ ہوتا تو کیسا میں رمز فقیری میں کامل اور اللہ کو پہچاننے والا ہوتا۔ سمجھ لے کہ میں نے اپنے آپ کو جانا ہوا ہے اور مت ایسا لفظ استعمال کر۔ جو کچھ کہ میں نے پانا تھا پا چکا ہوں۔ جو کچھ کرنا تھا میں کر چکا ہوں۔ اور اس بوجھ کو میں نے اُٹھایا ہوا ہے۔ میں شیر ہوں۔ راہِ خدا کا۔ نہ مثل لومڑی کے۔ شیر ہوں جو کہ خاک میں سو رہا ہوں یہ بات تو مجھ سے یاد رکھ جو کوئی کہ راہِ خدا میں پورا نہ ہو وہ کیسے قبر میں سے بات کر سکتا ہے۔ اس کے منہ سے زیر قبر بعد مرنے کے کوئی کلام زبان سے برآمد نہ ہو گا۔ جب تک کہ توحید کا راستہ نہ مل جائے۔ مردہ قبر میں سے کیسے بات کر سکتا ہے۔ میں دلیری کے ساتھ اس قبر میں سے تجھ سے بات کر رہا ہوں۔ پس تو ہی سمجھ لے کہ میں لومڑی ہوں یا کہ شیر۔ میں نے جو کام لائق کرنے کے تھے۔ کر چکا ہوں۔ اور مجھ کو

رستہ مل گیا ہے۔ قرب الٰہی کا۔ تجھ کو نہیں لازم تھا کہ ایسی گستاخی سے مجھ سے بات کرتا۔ اب میں تجھ سے ان گناہوں کا بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ کیونکہ تو میرا پیر بھائی ہے۔ اور شیخ بہلول کا تو مرید ہے۔ اس لئے تیرے ان گناہوں سے میں درگزر کرتا ہوں۔ نہیں تو تجھے اس طرح خراب کرتا۔ کہ تیرے کو عبرت حاصل ہو جاتی۔ لیکن جب کہ تو میرا پیر بھائی ہے۔ اس لئے میں تیری اس تقصیر کو معاف کرتا ہوں۔ میری قبر کو تو نے ٹھکرایا۔ اور پھر تعصب سے مجھے برا کہتا ہے۔ یہ کتنی بڑی جہالت ہے اور کم سمجھی اور بد اخلاقی کے ساتھ تجھ سے یہ فعل برا سرزد ہوا۔ تو فقیر ہے اور تجھ میں ایسی باتیں کیوں ہیں۔ فقیروں میں جنگ کے لئے۔ خاص ہم میں اور تجھ میں کہ تو اور میں ہم پیر بھائی ہیں پھر مجھ سے تو جنگ کرتا ہے۔ کیا میری تقصیر ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی پیر بھائی ہونے کی۔ یہ دیکھتا ہے کہ میں مردہ ہو کر جو زندوں جیسا کلام کر رہا ہوں۔ جب مجھ میں یہ طاقت ہے تو تیری جان لے لینا مجھ کو کونسا مشکل امر ہے۔ شرم آتی ہے مجھے میرے پیر کے نام پر۔ اس لئے میں تجھے ایذا سے محفوظ رکھتا ہوں۔ تجھ کو میرے پیر سے تربیت ہے۔ کہ حسد یعنی کینہ بغض سینہ میں مت رکھ۔ میں اس کو عزیز جانتا ہوں جو کہ میرا پیر بھائی ہے۔ اور میں اس کے نام کی عزت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ میرے پیر کا نشان ہے۔ اور میرے سے ہدایت پایا ہوا ہے۔ راہ بتلایا پیر نے امن و امان کے ساتھ اور اس پیر دستگیر سے وہ رستہ آسان ہو گیا۔ اس لئے میں تیرے ساتھ حسد نہیں رکھتا۔ اور راہِ دین میں خلل نہیں ڈالنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں جیسے میری عزت ہے۔ ویسے ہی تیرے بھی عزت ہو۔ اور پیر کا سلسلہ ویسا ہی قائم رہے۔ اور اس سلسلے کو تو ہمیشہ قائم رکھے اور اس سنت پیر کو بجا لائے تو نے جو میرے ساتھ دشمنی سے یہ کام کیا۔ میں وہ دشمنی اپنے دل میں نہیں رکھتا۔ لیکن یہ چاہتا ہوں میں تیرے ساتھ کہ میرے اور تیرے درمیان میں ایک پردہ ہو جائے۔ تجھ کو میں شرمندہ نہیں کرنا چاہتا۔ اور اس ملک میں تجھے نہیں رہنے دینا چاہتا۔ تو ملک ہندوستان کو جا۔ اور وہاں جا کر پیر کے نام کو زندہ کر۔ تو نے میری قبر کو غصے سے ٹھکرایا۔ اس لئے تو اس شہر سے باہر چلا جا۔ تیری رہائش وسکونت

یہاں لاہور میں نہیں ہے۔ تیرا مطلب ہند میں برآئے گا۔ تیرا مرجع ملک ہندوستان ہے۔ اور تیری خواب گاہ یعنی مزار شہر پٹنہ میں ہوگا۔ میں نے تجھے خدا کے سپرد کیا۔ شہر لاہور کو خالی کر دے۔ اور شہر لاہور کو چھوڑ دے اور ہندوستان میں قدم بڑھا۔ کہ ہندوستان میں تو پیر کامل ہو جائے گا اور لوگ تیرے مرید ہوں گے۔ تو پیر ہو جائے گا۔ اور اہل پٹنہ تیرے مرید ہوں گے۔ اور تیرے آگے دور دراز مقامات سے لوگ حاضر ہوں گے۔ تیری کرامات کی خبر مشہور ہوگی۔ اور سب تیری خدمت میں حاضر رہیں گے۔ اور عزت و توقیر سے تجھے دیکھیں گے۔ شرط تعظیم بجا لائیں گے۔ یہ بات کہی حسین نے کہ خود کلامی مت دکھاؤ۔ یعنی خود غرضی مت کر۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اور سلام علیکم۔ جب یہ بات شاہ ارزانی نے شاہ حسین سے سنی حیرانی میں گم ہو گیا۔ اپنے پاؤں کو مزار پر سے کھینچ لیا اور دل و جان سے شاہ حسین کا دوست ہو گیا۔ اور اقرار کر لیا کہ میں آپ کے نام کو ہمیشہ لوں گا۔ اور آپ کا دروازہ میرا مقام ہے۔ مانند خادموں کے اس کے درگاہ پر تھا۔ ادب سے سر رکھا ہوا۔ راہ صدق میں اس لئے شاہ حسین کا ارادہ تھا۔ کہ وہ ملک ہندوستان کو چلا جائے۔ اتفاق سے شاہ حسین ایک رات بادشاہ اکبر کے خواب میں دکھائی دیئے۔ اور جو کچھ کہ بھید پوشیدہ تھا شاہ اکبر سے ظاہر کیا گیا۔ اور شاہ ارزانی کی تمام حقیقت بیان کی گئی۔ کہ میں شاہ ارزانی کو پیر کے حکم سے کہہ رہا ہوں۔ لیکن وہ نہیں مانتا۔ کہ وہ یہاں سے ہندوستان چلا جائے۔ اور ہندوستان کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ تقدیر الٰہی میں پیر کی طرف سے اس کے لئے یہی ارشاد ہے کہ شہر پٹنہ میں جائے۔ اس نے میرے اس اشارے کو نہیں مانا۔ اور نہ وہ یہاں سے جاتا ہے۔ میرے آستانے کے دروازے پر پڑا ہے۔ روز و شب غافل ہے میرے پیر کے اشارے سے بھی غافل ہے۔ میرے کہنے نے بھی اس کے دل میں کوئی اثر نہ کیا۔ اب تجھ کو چاہئے کہ اس کو لاہور سے ہندوستان بھیج دیا جائے۔ بادشاہ اکبر نے جب یہ کلام شاہ حسین سے سنی۔ نیند سے ہوشیار ہوا۔ اور یہ پنہاں راز جو کہ شاہ حسین سے سنا تھا۔ حکم دیا بادشاہ وقت نے کہ گور حسین پر ایک فقیر بے ادبی کے ساتھ اس کا امتحان لینا

چاہتا ہے۔ وہ بہت نا مقید اور رند ہے۔ شاہ حسین سے اس کو اجازت ہو چکی ہے ہند جانے کی۔ شاہ حسین کی کلام پاک کو وہ نہیں سنتا ہے۔ اور لاہور سے ہندوستان نہیں جانا چاہتا ہے۔ حکم دیا شاہ اکبر نے کہ وہ فوراً ملک ہندوستان کو چلا جائے۔ نہیں تو شاہی غضب سے وہ شہر بدر کر دیا جائے گا۔ شاہ ارزانی یہ شاہی حکم سن کر بہت پشیمان ہو گیا۔ اور اقرار کر لیا اپنی نادانی کا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ بیشک حسین عارف کامل ہے حسین کے آستانے کو بوسہ دیا اور ہندوستان جانے کے لئے مدد چاہی۔ پس شاہ حسین سے اجازت ہوئی لاہور سے ہندوستان جانے کی پہنچ گیا اپنے دوستوں کے ساتھ ہندوستان اور وہاں اس کا مقصد حاصل ہوا۔ اب ہندوستان میں اس کا نام شاہ ارزانی ہے۔ شاہ حسین سے رخصت حاصل کیا ہوا فقیر اس وقت شہر پٹنے میں پیر کامل ہے۔ خاک پٹنہ میں سویا ہوا خوش حال ہے اپنی کرامتوں میں بھی مشہور ہے۔ پیر کامل ہو گیا۔ راہ خدا دانی میں طفیل سے شاہ حسین کی۔ حسین نے اپنی کرامت اور دلیل سے اس راز میں اللہ کی جناب پاک میں عرض کی۔ کیونکہ شاہ حسین راز فقر میں خدا والا تھا۔ اور گلدستہ تھا بہارِ خدائی کا، باغ تھا عشقِ الٰہی کا، ہنستا ہوا پھول اور اس پھول پر مانند بلبل کے نالہ تھا۔ تحقیق میں وہ ہر ایک گناہ سے پاک تھا۔ وہ قطب تھا جہان میں اور غوث بھی۔ غوث اور قطب تھا جہان فنا میں۔ اور سب کو ماسوائے اللہ کے ترک کیا ہوا۔ اس کو شاہ حسین کے جیسا ہی قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ایسے کون ہیں۔ جیسا کہ شاہ حسین تارک ماسوا تھا۔ اس نے ترک کیا تھا ماسوا کو راہ فقر میں۔ اس لئے خدا کے نزدیک وہ مقبول ہو گیا۔ سچ ہے خدائے جہان کی طرف سے شاہ حسین عارف کامل ہے۔ اس کے کامل میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ وہ ولی ہے اللہ کا بغیر کسی خم و پیچ کے اور اللہ کا راستہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ بغیر خم و پیچ کے یہ مردِ حق۔ یعنی شاہ حسین راہِ کمال سے نسبت رکھتا تھا۔ خدائے جل و جلال کے ساتھ۔ خوارق عادات اس کے بہت ظاہر ہو چکے ہیں۔ جو گنتی میں نہیں آ سکتے۔ میں کہاں تک اس کے خوارق عادات کو بیان کروں۔ کیونکہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ اس کی تعریف بے حد و انتہا ہے۔ کب گن سکتا ہوں میں ہزار میں

سے ایک۔ اس کی نشانیوں کا میں کب اظہار کروں۔ اور اس کی کرامات کی میں کیا کہوں۔ اس کے کمالات کی انتہا یہ کہ میں کیا بیان کرسکوں اس کی تعریف کے موتی میں کب پروسکتا ہوں۔ راہِ مکان میں اس کے کمالات ظاہری و باطنی حد بیان میں نہیں آ سکتے۔ اس کے کمالات کا اظہار زبان اور قلم سے ادا نہیں ہوسکتا۔ شرح تعریف شاہ حسین عارف پاک کی احاطہ ادراک سے باہر ہے کیونکہ دوست مقربِ حق تھا۔ اور مست تھا عشق ازل سے اور مشرب حق پر تھا۔ راہِ عشق میں پورا کامل تھا۔ فقر اور صدق اور صفا میں پورا کامل تھا۔ اگرچہ کہ ظاہر میں مے نوش تھا یعنی بادہ نوش تھا۔ لیکن باطن میں وہ شراب نہ تھی اس کے ظاہری حال کو نہ دیکھنا چاہئے بلکہ اس کے باطن پر نظر ڈالنا چاہئے۔ کہ وہ خدا والا تھا۔ کہ راہِ قرب میں وہ اللہ کا ولی، خدا سے کبھی جدا نہ تھا۔ نام کو خدا کی طرف سے عزت اور وہ فال تھا۔ چہرہ ایمان کا فنا کے چہرے کا وہ غازہ تھا۔ پتلی تھی آنکھ خدا بینی کی دن اور رات وصال خدا میں رہتا تھا خوش تھا مشاہدہ جمالِ الٰہی میں۔ فارغ تھا دنیا اور دین کی سختیوں اور تکلیفوں سے کربلائے راہ خدا میں وہ خدا کو پا چکا تھا فقر و فنا میں پیروئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ ماسوائے اللہ کے تمام چیزوں کو چھوڑا ہوا۔ غم دو جہان سے فارغ اور دل کو راہِ خدا میں لگایا ہوا۔ مضبوط تھا ارادت حق میں اور پاک تھا عبادت ریاکاری سے۔ سچے دل سے وہ عاشق خدا تھا۔ اور عبادت الٰہی میں ہمیشہ مشغول۔ مذہب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دست بستہ قائم۔ کوئی بات اس میں ایسی نہ صاف نہ تھی۔ اس کا مذہب محبت صادق تھا اور اس کا مذہب دوستی واثق۔ مضبوط تھا وہ دوستی مطلوب میں۔ صادق تھا وہ محبت محبوب میں۔ اس کا مطلوب رضائے الٰہی تھی۔ اور وہ محبوب تھا لقائے حق کا۔ کہ رضائے خداوندی سے اس کی دو آنکھیں لقائے خدا سے روشن تھیں۔

ذکر وصال حضرت شاہ حسین مقصود العین خدا تعالٰی کے ساتھ واسطے وفات ظاہری کے طرف موت ظاہری کے

وہ حسین قربِ خدا سے واصل ، جو راہِ فقر و فنا اور عشق الٰہی میں کامل تھا۔ آخر میں قربِ کمال سے حضور الٰہی سے واصل ہو گیا۔ جب کہ حضرت سردار دو جہان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر شریف تریسٹھ ۶۳ سال کی تھی۔ شاہ حسین کی عمر بھی تریسٹھ ۶۳ سال کی تھی دس برس شاہ حسین مدرسے میں رہے۔ کہ ان کو ایک ہادی مل گیا۔ اس ہادی کامل کی تلقین پر چھبیس ۲۶ سال یہ اس کے پیرو رہے۔ اور ان کا مزاج اس وقت عاقلانہ اور متشرع تھا۔ اور ستائیس ۲۷ سال آپ نے شراب نوشی میں گزارے تریسٹھ سال میں وہ دنیا فانی سے ذاتِ وصال کو پہنچے۔ یعنی جناب نے وفات پائی آخر میں شاہ حسین کا وصال ہوا۔ موت کی وجہ سے دریا کے درمیان جب آپ کی موت کا زمانہ آیا تو آپ نے اپنی جان دریا میں دے دی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کشتی میں جناب بیٹھ کر شہر سے پانی دریا کے اس طرف جا رہے تھے۔ دریا میں ریت دیکھی اور کشتی بان سے کہا کہ مجھ کو کشتی سے اتار دو۔ تاکہ کچھ دیر اس ریت میں آرام کروں۔ جب آپ کشتی سے اس ریگستان میں اتر گئے۔ چاہا کہ تیر و کمان کے ساتھ کھیلوں۔ ایک ٹیلہ بنایا ریت کا اور اس پر چند تیر چلائے۔ اس وقت جو دوست آپ کے ساتھ موجود تھے۔ دوستوں سے کہا۔ اے یارانِ صافی مذہب اگر کوئی دوست اپنے دوست کو بلاوے۔ تو اس کی ملاقات کے لئے جانا چاہئے یا کہ نہیں۔ مجھے تم رائے دو۔ میں آپ سب سے مشورہ لیتا ہوں۔ جب دوستوں نے یہ کلام شاہ حسین سے سنی۔ جواب دیا کہ جب دوست بلاتا ہے۔ ملاقات کے لئے اپنے دوست کو۔ تو باسرو چشم جانا چاہئے۔ یہ سن کر تخی شاہ حسین نے کہا کہ اے عزیز و آگاہ ہو جاؤ۔ اور خبردار ہو جاؤ کہ فضل اور رحمت الٰہی اب مجھ کو اپنے بزم وصال میں طلب کر رہی ہے۔ میں بھی شوق وصال خدا میں اس جہان فانی

سے رحلت کیا چاہتا ہوں۔ میرا سفر، عالم فانی سے سرائے بقا کی طرف ہونیوالا ہے اس لئے اس عالم سے ملکِ بقا کو جانا چاہتا ہوں۔ تاکہ میں اپنے اللہ کے ساتھ رہوں جبکہ مجھے ہر دم وصال ہوگا مرنے کے بعد تو پھر موت سے کیا ڈر ہے اور کیا غم ہے اسی موت میں تو وصال خدا ہے کوئی شخص میری موت سے آزردہ و غمگین حالت میں نہ ہو۔ میرا مرنا وصال الٰہی ہے۔ اس لئے کوئی میرے دوستوں میں سے میری موت کی نسبت غم نہ کرے۔ میرے تمام دوست دلشاد رہیں میری موت کا غم اور رنج نہ کریں۔ کوئی شخص میری موت پر افسوس نہ کرے بلکہ میری موت کی خوشی منائی جائے کیونکہ میں اسوقت تک مردہ تھا غمِ عشق میں زخمی ہو رہا تھا۔ اگرچہ کہ ظاہر میں میرے تن میں جان تھی لیکن فنا وجود میں میں مردہ تھا اب یہ ظاہری میری موت آچکی ہے یہ مرہم ہے میرے زخم کا اگر میں ظاہر میں اب مر جاؤں۔ تو زندگی ابدی مجھ کو حاصل ہو جائیگی۔ از سر نو پھر زندہ ہو جاؤں گا۔ اور وصالِ الٰہی مجھ کو میسر ہوگا۔ یہ فرما کر اپنے دوستوں سے خوش دل اور نہایت خوش اپنے سفر کا سامان تیار کر لیا۔ اسی ریت کے اوپر اپنی چادر کو بچھا دیا اور اس چادر پر آپ دراز ہو گئے۔ اور اپنے کو حوالے خدا کیا۔ جان وجود سے نکلتے وقت آپ کے منہ مبارک سے یہ آواز نکلی کہ حق اللہ۔ جب حق اللہ جناب نے کہہ دیا۔ جان وجود سے باہر ہو گئی اور شراب خالص وصال اللہ کی پی لی۔ پی لی شراب سرشار محبت الٰہی کی۔ اور مست ہو کر سو گئے۔ آغوش معشوق میں۔ آپ نے معشوق کے آغوش میں خواب کیا۔ آپ کو کوئی خوف وخطرہ نہ تھا۔ حساب و کتاب کا۔ مردان الٰہی کی موت ایسی ہوتی ہے۔ کہ جو اپنے دلوں کو محبتی دنیا سے ایک طرف کر دیتے ہیں۔ ان کی موت ایسی ہی ہوتی ہے۔ دوستوں نے اس وقت اسی جگہ غسل دیا شاہ حسین کو۔ اور اس جگہ میں کفن پہنایا گیا۔ اور جو کچھ کرنا تھا۔ پھر نماز جنازہ ادا کی گئی۔ فرشتے بھی اس وقت حاضر ہوئے۔ اور تسبیح اور تہلیل پڑھی گئی۔ تمام پاک روحوں نے بھی تشریف لائی۔ اور نفس ظاہر ابھی حاضر ہوئے شاہ حسین کے جنازے کی نماز کی ادائیگی کے لئے تمام لوگ حاضر ہو گئے۔ ثواب عظیم کے حاصل کرنے کے لئے۔ تابوت شاہ حسین کو اپنے

کاندھوں پر اٹھایا۔ پھر پانی کے اس طرف لے کر آئے۔ اور دفن کیا۔ اور خدا کو سونپا۔ نورِ معرفت آپ پر برس گیا۔ اور رحمت الٰہی آپ پر نازل ہوگئی۔ رضوان جنت سے نور آیا۔ اور اللہ کے پاس سے بخشش نازل ہوئی۔ شاہ حسین کی مزار نور الٰہی سے روشن ہو گئی۔ اور گورِ شاہ حسین گلشن ہوگیا۔ قبر حسین کی اس جگہ بنائی گئی جہاں شاہ حسین نے اپنے ہاتھوں سے جھاڑ لگائے تھے۔ اور آراستہ کیا تھا۔ اس زمین میں حسین نے آرام فرمایا۔ یہ وہ زمین ہے کہ جس کو بہشت پر فخر ہے۔ فرشتگان عالم پاک آپ پر دمبدم درود بھیجتے تھے۔ رضوان فرشتے نے بہشت کو آراستہ کیا۔ اور حوریں زیب و زینت کے ساتھ شاہ حسین کی تشریف لانے کی منتظر تھیں۔ انتظاری شاہ حسین میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور امید واثق تھی کہ شاہ حسین آنے والے ہیں۔ شاہ حسین کی تشریف آوری کے لئے تمام زیب و زینت کے آراستہ تھے۔ فضل حق سے امیدوار تھے۔ تاکہ شاہ حسین کے ہم مقبول ہوں۔ بیشک شاہ حسین امت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بندہ مقبول اور قبول خدا تھا۔ ازل سے ابد تک فیض عام جاری رہے گا۔ خدا کا اس پر درود و سلام جب شاہ حسین نے وفات فرمایا۔ اس وقت میں ۱۰۰۸ ہجری تھا۔ جمعہ کا روز تھا۔ صبح نورانی تاریخ آخری ماہ جمادی الثانی رات رجب کی تھی۔ جب کہ شاہ حسین نے اللہ کے ساتھ وصال کیا۔ سال وفات تاریخ اس کے کی۔ ''مست عشق ازل'' ہے حساب ابجد سے یہ ۱۰۰۸ عدد ہوتے ہیں۔ عقل کل نے کہا کہ ''ازمے محبت مست'' تاریخ وصال حسین ہے۔ جس کو اللہ کا قرب حاصل ہوا۔ اللہ اس ہے راضی وہ اللہ سے راضی مکان حسین کا قربِ الٰہی ہے۔ اللہ کی رحمت اس پر نازل ہو۔

مست:	500
عشق:	470
ازل:	38
	1008

از:	8
مے:	50
محبت:	450
مست:	500
	1008

(نظر ثانی کنندہ)

ذکر ماتم شاہ حسین مقصود العین کا اور ماتم کیا جاری دوستوں نے بیتابی و بے قراری محبوب الحق میاں مادھو کی ایک سال تک اور سفر کو جانا میاں مادھو کا واسطے نوکری کے الہام شاہ حسین سے

شاہ حسین کی فوتیدگی کے بعد فقرا لوگ شراب خالص پی کر افسوس کرتے تھے کہ افسوس شاہ حسین اس جہان سے باغ خلد کو چلا گیا۔ اس کی روح پاک نے جھنڈا اپنا یعنی نشان عالم قدس میں بلند کیا۔ قالب عنصری خاک میں سو گیا۔ اس کی فراق میں تمام عالم افسوس کرتا تھا۔ کیونکہ اس کا وجود اس مجلس میں موجود نہ تھا۔ تمام جہان اہل جہاں پر تاریک یعنی اندھیرا ہو گیا۔ زمین و آسمان میں اندھیرا چھا گیا۔ افسوس افسوس کا آوازہ عالم میں بلند ہو گیا۔ اور غوغا ماتم کا بلند ہو گیا۔ پھول نے باغ میں اپنا پیراہن چاک کر دیا۔ بلبل نے باغ میں شور مچا دیا۔ بیمار ہو گئی نرگس شہلا غم حسین میں ، بنفشہ کا قد ٹیڑھا ہو گیا۔ گل صد برگ اور جعفری زرد ہو گئے۔ سوسن نے نیلا لباس پہن لیا۔ سرو ایک پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اور لالہ کے دل پر داغ پڑ گیا۔ سنبل درد دل سے پریشان ہو گیا۔ چنبیلی کے پھول کے منہ کی سفیدی اڑ گئی۔ ارغوان گلے تک خون میں ڈوب گیا۔ غنچہ سر بستہ میں درد پیدا ہو گیا۔ درخت ہوائے غم سے کانپ رہے تھے۔ باغ جہان میں باد خزاں کا پہرہ تھا۔ سبزہ جنگل اور پہاڑ میں خشک ہو گیا۔ آہوؤں کی ناف مشک سے خالی ہو گئی۔ ایک بار عالم دنیا سے رونق جاتی رہی۔ تمام عالم میں سوگ اور ماتم ہو گیا۔ پہاڑوں نے اپنے دامن میں پاؤں کھینچ لیا۔ اور اس غم سے گوشہ نشین ہو گئے۔ پہاڑوں کی کانیں حسرت غم سے درہم و برہم ہو گئیں۔ اس درد سے ہوا بھی سرگردان ہو گئی۔ آگ بھی تابش میں آ گئی۔ اور پانی کے دل میں بھی درد غم پیدا ہو گیا۔ دریا کا پانی بے قرار ہو گیا۔ میدان خراب ہو گئے۔ افسوس کرتا ہوا ابر بھی گریاں تھا۔ اور برق بھی آتش غم سے سوزاں تھی۔ رعد جوش میں آ گیا۔ پروین ستارہ غش میں آ گیا۔ اور بنات النعش بھی پراگندہ ہو گئے۔ چاند چرخ کہن کے اوپر پشت کوز ہو گیا۔ پریشان ہو گیا

ستارہ منیر مانند بانسری۔ اس ماتم سے زہرہ ٹوٹ گیا۔ اس غم سے آفتاب زرد ہو گیا۔ اور پہاڑوں میں چھپ گیا۔ بہرام ستارہ نے تیغ مارا زمین کے اوپر اور مانند عورتوں کے آہِ غمگین نکالا۔ مشتری نے اپنا عمامہ خاک پر پھینک دیا۔ اور اس نے اپنی چادر خاک پر پھینک دی کیوان نے اپنا جامہ نیلا رنگ لیا اور ماتمیوں کے مانند اس سوگ میں بیٹھ گیا۔ تمام ستارے اس پریشانی میں اور ثوابت حیرانی میں ہو گئے۔ نسر اڑتا ہوا گر پڑا۔ اور نسر طائر سرگرداں ہو گیا۔ گر پڑا، نیز رامح کے ہاتھ سے اس نیزے سے وہ کشتہ ہو گیا۔ یہاں تک ہو گیا اس ماتم کی وجہ سے کہ آسمان ٹوٹ جائے۔ اور روحیں تمام پراگندہ ہو جائیں۔ عرش وکرسی ہل جائیں۔ حوریں اپنے بالوں کو بکھو دیں۔ جبکہ شاہ حسین خلوت وصلِ خدا میں پہنچ گئے۔ اور اپنے کو جمالِ خدا کے اوپر کھولا۔ دنیا والے لوگ اس کی فراق میں مہجور ہو گئے۔ نالہ اور فغاں کا شور برپا ہو گیا۔ فرشتوں نے آہ و فغاں کیا۔ کہ حسین جہان سے جاتے رہے۔ قطب عالم اس دنیا سے چلا گیا۔ تمام کائنات میں ماتم ہو گیا۔ انتظام آسمان آپس میں ٹوٹ گیا کہ ایسا قطب اس عالم سے جاتا رہا آسمان نے سیاہ لباس پہن لیا اس ماتم میں جہان تمام غم گین اور پریشان ہو گیا۔ تمام جہان میں عورت و مرد رونے اور چلانے کے ساتھ ہمدم و ہمدرد رہے۔ آواز رونے کی بلند ہوئی۔ زمین و زمان میں۔ ماتمی ہو گیا تمام جہان اور اہل جہان بیشک اس قصے نے جہان میں قیامت جیسا ماتم برپا کر دیا۔ زمین کے اوپر جن اور انس اس ماتم سے بے اختیار ہمدم غم ہوئے۔ وحشی اور اڑنے والے جانور اور سانپ اور چیونٹیاں اس کے فراق میں شور مچا رہے تھے۔ فرشتے بھی آسمان بریں پر ماتم کے ساتھ غمگین تھے۔ اہل پنجاب اور ہند اس کے غم میں ماتم کرتے تھے نہایت جاں گداز ماتم تھا۔ شاہ اکبر کو اس کا بہت سخت ماتم ہوا اور رنج والم نے شاہ اکبر کو گھیر لیا۔ افسوس کے ہاتھ ملتا تھا۔ سرد آہیں دل سے کھینچتا تھا۔ اور آہِ پردرد اپنے دل سے نکالتا تھا۔ کفِ افسوس ملتا تھا۔ ہزار افسوس کے ساتھ کہ ہمارے ملک سے ایسا مرد خدا جاتا رہا۔ رحمت کا نقارہ بجایا۔ اس جہان فانی سے سچ پوچھو تو اس جہان سے امان چاہا۔ تمام لشکر اکبر شاہی اور امرائے عظام شاہ حسین کے

ماتم میں ماتمی لباس پہنے ہوئے۔ ہندوستان کے امیر زادے جو شاہ حسین کے دوستوں میں سے تھے۔ سخت متاسف ہو گئے۔ اپنے سر اور منہ کو مار لئے بہت سے امراء لوگ شاہ حسین کی رحلت کے اوپر منصب اور خدمتوں کو چھوڑ کر شاہ حسین کے سر مزار پر آ کر بیٹھ گئے۔ بوڑھے اور جوان اور بچے کافر اور مومن اور شقی اور سعید اپنے دل کو چاک کئے ہوئے تھے اس افسوس میں، اور ماتم بپا کئے ہوئے تھے۔ الغرض یہ کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہ تھا۔ کہ جس کو شاہ حسین کی وفات کا ماتم نہ ہو۔ سخت ماتم درپیش آ گیا۔ خلق تمام رونے اور فغان کرنے میں پڑ گئی۔ خاص کر کے شاہ حسین کے دوست رات اور دن جو شاہ حسین کے ہمدرد رہتے تھے۔ اور شاہ حسین کے بزم میں ہمیشہ رہا کرتے تھے۔ شاہ حسین کے وصال سے غم میں مست ہو گئے۔ مادھو نے اس ماتم سے ہر رات شاہ حسین کی قبر پر ماتم برپا کر دیا۔ شاہ حسین کی قبر کو اپنے ہاتھوں سے پکڑا اور لپٹا ہوا تمام رات روتا رہتا تھا تمام رات شب بیدار رہتا تھا۔ نیند اس کو نہ تھی۔ آنسو جاری تھے۔ مانند ابر بہار کے غم اور درد کے ساتھ کبھی آہ گرم نکلتی تھیں۔ اور کبھی آہ سرد بھرتا تھا۔ اس آہ و نالے کے اندر پکارتا تھا۔ کہ افسوس تو مجھے یہاں کیوں چھوڑ گیا۔ تو اللہ کے ساتھ ہمدم ہو گیا۔ اور مجھ بے کس کو یہاں غم کے صدمے اٹھانے کے لئے بے قرار چھوڑ دیا۔ مجھے کب امید تھی۔ کہ اس زمانے کے دور میں تیری موت سے میں ایسا حیران ہو جاؤں گا تیری جدائی میں، میں سخت حیران و پریشان سرگردان ہوں۔ اب میں اپنی بیماری کا کوئی علاج نہیں جانتا۔ کیا کروں اس دل بے قرار کا علاج۔ کہ جو بسبب بے قراری کے بیمار سخت ہو گیا۔ اچھا ہوتا جو اس عالم دنیا سے میں آپ سے پیشتر ملک عدم کو چلا جاتا۔ جس وقت کہ تیری موت آ چکی تھی۔ وہی موت اگر چہ مجھے نصیب ہوتی تو میرے لئے بہت بہتر ہوتا۔ کیوں نہ مر گیا میں تیرے آگے اس دن جو آج تیرے غم میں ایسا غم جان سوزی میری جان میں ہے۔ میرا مرنا بہت بہتر ہے اس زندگی سے۔ اس میری زندگی سے بغیر تیرے مر جانا بہتر ہے۔ میرے جیسا بے حال کوئی نہ ہو۔ تیری جدائی نے میرے دل میں آگ روشن کر دی۔ اور اسی آگ نے میری دل جان کو جلا دیا۔

میری جان تیری آتش جدائی کے سبب جل چکی۔ میرے سردار مجھ پر رحم کر۔ میری جان تیرے غم میں اب لب پر پہنچی ہوئی ہے۔ پس امید کہ مجھے اب بلا لے۔ طلب کر لے مجھے اپنے وصال کے لئے۔ تا کہ اس دردِ غم سے مجھے رہائی ہو۔ مجھے اپنے غم سے آزاد کر۔ کہ میں تیرا عاشق ہوں۔ میری جان تجھ پر سے فدا۔ اب میں تیری جدائی میں سخت بیتاب ہوں۔ تاب و طاقت مجھ میں کچھ نہیں باقی ہے۔ تیرے وصال کا طالب ہوں۔ مجھے اپنے وصال کے لئے جلد بلا لے۔ جہاں تک جلدی ہو سکتا ہے۔ اپنے آگے مجھے طلب کر۔ غرض کہ مادھو فراق شاہ حسین میں اس طرح ماتم بپا کئے ہوئے تھے۔ اور ایک سال تک مادھو کا ماتم ایسا ہی جاری تھا۔ ایک سال کے بعد اتفاق سے مادھو کو غیب سے الہام ہوا کہ خاص شاہ حسین اس کو کہتے ہیں کہ تو نوکری پر جا۔ لاہور سے اس راجہ کے پاس جا کر نوکر ہو جا۔ جانب ہند جا کر باراں ۱۲ سال سفر کر اس کے بعد تو نوکری چھوڑ دے۔ اور پھر فقر و فنا کے راستے پر آ جا۔ جب مادھو نے یہ الہام سنا ہند کی طرف لاہور سے روانہ ہو گیا۔ مادھو کے دل میں حسین کا بہت ہی غم تھا۔ اس کا دل درستگی پر نہ تھا۔ جہان سے بالکل بیزار ہو گیا تھا۔ اور رات دن مادھو کو شاہ حسین کی مزار مبارک کا خیال تھا۔ یہی چاہتا تھا۔ کہ خاک گور شاہ حسین میں اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں تا کہ میری آنکھ نور حسین سے روشن ہو جائے۔ لیکن کیا کرے۔ امر مجبوری تھا فرمان شاہ حسین تھا۔ کہ نوکری کو جاؤ۔ اس لئے ہندوستان کو روانہ ہو گیا۔ اور نوکری کی تلاش میں رہا۔ راجہ مان سنگھ کے پاس گیا۔ راجہ نے اس کو اس کام پر مامور کیا۔ راجہ نے مادھو کو دیکھا اٹھ گیا اپنی جگہ سے اور تعظیم بجا لایا اور چند قدم آگے بڑھا استقبال کے لئے اس کو جگہ دی اپنی مسند پر آپ نیچے بیٹھ گیا مادھو جب راجہ سے مل چکے۔ راجہ نے کہا اے دوست خدا کے تو کیسے تشریف لایا۔ بہت بڑا کرم کیا۔ تیرے تشریف لانے سے میرا سر آسمان تک پہنچ گیا۔ میں تیری تشریف آوری سے نہایت خوش ہوا۔ میں تیرا مرید ہوں تو میرا پیر ہے۔ میں تجھے کیسے نوکر رکھ سکتا ہوں۔ لیکن جب تو میرا دلی دوست ہے۔ یہ تمام سب کچھ تیرا ہی ہے۔ بیٹھ جا مہمان۔ جہاں کہیں میں مقیم رہوں گا۔ وہ جگہ تیرے لئے گلشن ہو جائے

گی۔ وہاں تیرے لئے ایک باغ تیار کیا جائے گا۔ تاکہ اس باغ میں تو آرام کے ساتھ اس باغ میں اپنے وقت کو بسر کرے۔ تاکہ وہ گلشن ہمیشہ باغ والا تیری طبیعت کو خوش رکھے۔ رہو خوشی کے ساتھ شراب اور رود کے ساتھ۔ جیسے کہ تو نے حسین کے ساتھ وقت بسر کیا۔ تیرے کو کسی بات کی فکر نہیں۔ تمام خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ جب تک کہ میں زندہ ہوں مجھے کوئی عذر نہیں۔ یہ تمام تیرے غلام اور خدمت گار ہیں۔ اور اگر میں مر جاؤں تو تیرے ہی قدموں میں جان دوں گا۔ اور یہ تیرا ہی ملک و مکان ہے۔ میرا وطن مکان آرام اگرچہ خالی از اسلام ہے۔ جو کچھ کہ میری اولاد میں سے ہے۔ وہ سب تیری خدمت میں رہیں گے۔ جب تک کہ تو زندہ ہے۔ مادھو نے جب یہ بات راجہ مان سنگھ سے سنی۔ راجہ کو جواب دیا کہ میں شاہ حسین کے حکم سے آیا ہوں۔ باراں سال تک میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ پھر تیرے پاس سے رخصت طلب کروں گا۔ تاکہ میں حسین کے مزار پر جاؤں۔ اور وہاں کے کاموں کو دیکھوں راجہ نے کہا کہ تجھے اختیار رہے۔ لیکن اعتقاد تو تیرے ساتھ درست ہے۔ آخر پھر باراں سال تک مادھو اس سفر میں خوش حال رہا۔ تیرھویں سال کو مادھو نے چاہا کہ تعلقات دنیوی چھوڑ دیئے جائیں اور مزار حسین پر بیٹھ جاؤں۔ راجہ بھی دنیا سے رحلت کر گیا۔ اور جان اللہ کو سونپ۔ پس مادھو نے اسی طرح ترک دنیا کرنے کے لئے اور گوشہ فقر اختیار کرنے کے واسطے ارادہ کر لیا۔

ذکر طغیانی دریائے راوی لاہور مزار پر شاہ حسین مقصود العین کے اور جانا دوستوں کا مزار متبرکہ حسین پر اور نکال لینا گلدستہ لاش کو اور لے کر جانا گاؤں بابو پور میں اور وہاں دفن کرنا۔ اس گلدستہ لاش مبارک کو

اس سال میں دریائے راوی بہت زور و شور میں چڑھاؤ پر تھا اور اس پانی دریا نے قبر شاہ حسین کو اکھیڑ دیا۔ وہی تیرھواں سال تھا جو کہ شاہ حسین نے اپنے دوستوں کو آگاہ کر دیا تھا۔ اور اس حالت کی پیشگوئی پہلے ہی ہو چکی تھی۔ حال یہ معلوم ہوا کہ تمام

مزار پاک پر پانی آ گیا۔ اور دوستوں کی جانیں اس کیفیت سے پریشان ہو گئیں۔ تمام دوستانِ حسین نے اتفاق کر کے اس گلدستہ لاش مبارک کو اس سرزمین سے نکال لیا۔ تا کہ بابو پورے جا کر وہاں دفن کریں۔ اس خیال سے تمام دوستانِ حسین وہاں جمع ہو گئے۔ جب قبر حسین کو کھودا تو گلدستہ لاش سے خالی پائی۔ اس قبر میں حسین کا نام ونشان کوئی باقی نہ رہا۔ مزار پاک سے پلٹ کر لوگ واپس ہوئے یکا یک اس قبر مبارک پر ایک نور ایسا بلند ہوا کہ زمین اس نور کی شعاع سے روشن ہو گئی۔ تمام راستے سے پھر دوبارہ مزار مبارک پر واپس آئے۔ دیکھا تو قبر میں گلدستہ لاش نظر آئی۔ ایک دیوار گور سے لاش مبارک لڑھکی ہوئی ہے۔ اور اس پر گلدستہ پھولوں کا نور پر نور تھا اس گلدستے کا ہر ایک پھول۔ سو ہزاروں درود اور سلام اس کے اوپر۔ دوستانِ حسین نے جب یہ کیفیت دیکھی۔ اللہ پاک کا شکر یہ بجا لائے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء ادا کی گئی۔ ان دوستانِ حسین میں سے ایک شخص صالح نام کا تھا۔ اس کے دل میں الہام ہوا کہ صالح میری لاش اسی گور کے اندر ہے میں تجھے ایک بھید کی بات کہتا ہوں۔ کہ جب میں وفات پا چکا تھا۔ اور غیر حق سے جدا ہو چکا تو اس وقت میرا وجود قبر میں گلدستہ بن چکا تھا۔ بعد مدفن کے خدائے غفور نے رضوان جنت سے میرے جسم پر ایک نور نازل کیا۔ وہ نور تازہ بہار ہوا میرے جسم پر اور میرا جسم گلزار بن گیا۔ پھر اس گلزار سے ایک گلدستہ ہو گیا۔ وہ گلدستہ دست کبریا سے باندھا ہوا اس گلدستے کو مسند جلال اور جمال پر لے گیا۔ اور وہ گلدستہ ہمیشہ دستِ کبریا کے وصال میں رہا۔ اب دوستوں کی تسلی اور تسکین کے لئے پھر مجھے ادھر اس قبر میں بھیج دیا گیا۔ تا کہ دوست محروم نہ جائیں۔ اور وہ گلدستہ گل کو خوشی کے ساتھ ہاتھ میں لیویں۔ اور سمجھ لیویں کہ بعد موت کے خدائے پاک نے خاک میں بھی کس کس قسم کے سامان عطا کئے ہیں۔ یہ ساز و سامان مجھ کو خاک میں دیا گیا کہ جس کی وجہ سے میں آسمانوں پر ناز کر رہا ہوں۔ مجھے رتبہ دیا عرش بلند تک۔ اور میرے گلدستے کو وہاں تک لے گیا۔ پس اس گلدستے کو کوئی سونگھنے نہ پائے۔ اور نہ کوئی اس کا بھید کہنے پائے۔ اس گلدستہ راز کو سیدھا بابو پور یعنی باغبانپورہ میں لے

جائیں۔ اور وہاں پر دفن کریں۔ اور اس سال میں مادھو سفر سے واپس میرے مزار پر آئے گا۔ جس کسی کو طلب ہے میری صورت دیکھ لے اور مادھو کو میرا جانشین سمجھیں جس کسی نے مادھو کی اطاعت کی بیشک اس نے میری اطاعت کی۔ صالح نے یہ تمام کیفیت دوستوں سے بیان کی۔ اور ہاتھوں ہاتھ گلدستہ لاش کو اٹھا لیا۔ اور گلدستہ کو اس خاک پاک سے اٹھا کر جامہ پاک میں لپیٹ لیا۔ تمام دوستانِ شاہ حسین نہایت ہی عزت کے ساتھ اس گلدستہ کے دفن کرنے کے لئے متوجہ ہوئے۔ دوستوں نے دفن کرنے کے لئے اس گلدستہ کو صندوق میں رکھا۔ اور بعد ازاں نماز جنازہ بھی ادا کی گئی۔ پھر گاؤں بابو پور یعنی باغبانپورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور یہاں بابو پور میں مزار حسین از سر نو بنائی گئی۔ اب مزار حسین یہیں بابو پور (باغبانپورہ) میں ہے، اس پر ہمیشہ رحمت اللہ کی ہو۔ اس وقت میں ۱۰۲۱ ہجری تھا۔ تاریخ اس کی زینت و زین ہے۔ اس مصرعہ

شد گل گور گل ز نور حسین

سے یہ عدد برآمد ہوتے ہیں۔

شد	۳۰۴
گل	۵۰
گور	۲۲۶
گل	۵۰
ز	۷
نور	۲۵۶
حسین	۱۲۸
میزان =	۱۰۲۱

(نظر ثانی کنندہ)

اس طرح مصرعہ سے تاریخ 1021 ہجری برآمد ہوتی ہے۔ جو پھول نور حسین سے بھری ہوئی ہے۔ اللہ راضی ہو۔ اور رضوان فرشتہ راضی ہووے۔ اور رحمت ہو اللہ کی اور مغفرت ہو۔ درود و سلام دونوں جہان میں جان پاک حسین پر۔

ذکر پہنچنا محبوب الحق میاں مادھو کا مزار متبرکہ پر شاہ حسین مقصود العینی کی سفر سے واپس آنا گاؤں بابو پور میں اور گوشہ قبول کرنا مزار شاہ حسین پر پنتیس سال تک

جب کہ حسین کا مزار بابو پور قرار دیا گیا۔ اور وہ جگہ خواب گاہ حسین تجویز پائی وہ زمانہ پورا تیرہواں سال تھا۔ مادھو کا وعدہ پورا ہو چکا تھا۔ مادھو کو لازم ہو گیا حاضر ہونے کیلئے مزار حسین پر اور نوکری چھوڑنے کے لئے اپنے اللہ کو خوش کرے اور ماسوا اللہ کے اپنے سے تمام چیز کو ترک کرے۔ حسین کی وفات کو تیرہواں سال ختم ہونے کو تھا۔ مادھو پہلے سے ہی اہل نیاز تھا لیکن خلق پر اس بات کو ظاہر کرنے کا حکم نہ تھا۔ جب ترک دنیا کرنے کا وقت آ گیا تو اس نے ترک دنیا کر دی۔ اور خلق اللہ میں اپنے کو فقیر ظاہر و مشہور کیا۔ سفر سے واپس لاہور آ گیا۔ اور مزار متبرکہ شاہ حسین پر عاجزی کے ساتھ جھک گیا۔ جب کہ مادھو لاہور میں داخل ہو گیا۔ تمام مخلوق میں شور ہو گیا۔ آہ افسوس کا۔ کہ گور حسین پر مردِ خدا مانند حسین کے آ کر بیٹھا ہوا ہے۔ تمام لوگ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ وہ بھی حسین جیسا ہی آزاد مزاج تھا۔ ۱۰۲۱ ہجری تھا۔ اس تاریخ اس کی رونق ہوئی۔ مادھو مست بامے حق شدہ۔ راہِ حق میں فقیری کا توشہ لے لیا۔ اور مزار مبارک حسین پر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جہانکو ترک کیا واسطے اپنے خدا کے۔ اور گرم رو ہوا راہِ فقر و فنا میں۔ کامل ہو گیا راستے فقر میں اور صدق و صفا کے ساتھ اللہ کے ہمراہ واصل ہو گیا۔ دل باندھ لیا اپنے اللہ پر۔ اور کل چیزوں کو ترک کر دیا۔ خدا سے پایا قربِ خدا۔ زندہ رہا بعد حسین کے اڑتالیس ۴۸ سال اس کی کل عمر ستر پر تین سال ہوئی۔ اور سال پیدائش مادھو کا از روئے عدد کے ۹۸۳ ہجری تھا۔ اور اٹھاراں برس کی عمر میں مادھو ایمان لایا۔ اور حسین کا عشق پیدا ہو گیا۔ اور خانہ دین کو آباد کیا۔ اور درس عشق و فقر میں حسین سے سبق لیا۔ آخر مادھو کا اللہ کی مہربانی سے ویسا ہی اچھا ہوا۔

کیونکہ وہ فقر میں خدا کے ساتھ صادق تھا۔ اور راہِ عشق میں خدا کے ساتھ یکتا تھا۔ تجرد تھا تمام افراد سے ترک مال و دنیا کر چکا جب تک کہ وہ دنیا میں زندہ رہا۔ اس نے کبھی دنیا کی خواہش نہ کی۔ اور کبھی زر کو، سیم کو، ہاتھ میں نہ لیا۔ کیونکہ یہ چیزیں قائم رہنے والی نہیں ہیں۔ اس لئے اپنے ہاتھوں کو اس سے آلودہ نہ کیا۔ جب تک کہ وہ اس دنیا میں رہا حسین کے پاؤں میں ہی پڑا رہا۔ بادشاہانِ وقت نے مادھو سے ملنا چاہا۔ اور اس کی ملاقات کی آرزو کی۔ لیکن اس نے قرب شاہان سے انکار کیا۔ اور ان کی صحبت کو پسند نہ کیا۔ توشہ فقر کا اپنے کمر سے باندھ لیا۔ اور گوشہ فقر کو اپنے ہاتھ سے نہ دیا۔ وہ اس راستے میں مانند حسین کے تھا۔ خدا کا دوست بھی تھا۔ اور خدا کا محبوب بھی۔ بہت خوش تھا وہ مزار حسین پر اور چاہتا تھا کہ میرا مدفن بھی حسین کے قریب ہو جائے۔ محبوب تھا اللہ کے نزدیک حُسنِ ادب کے باعث اللہ کا دوست بھی تھا۔

ذکر وفات پانا محبوب الحق میاں مادھو کا اور دفن کئے جانا بازوئے مزار پر انوار شاہ حسین

مادھو کو ہمیشہ یہ آرزو تھی کہ وصالِ حسین سے مست ہو جاؤں۔ جب آخر دنیا فانی سے مادھو نے رحلت کی اور اس کا وصال ہو چکا اور اس کے دل کی آرزو پوری ہوئی یعنی شاہ حسین کے بازو میں دفن ہوا۔ اس کے دوست تمام موقع محل پر جمع ہو گئے۔ تاکہ اُسکی تجہیز و تکفین کریں۔ جب کفن پہنا چکے اور نماز جنازہ کی پڑھ کر مادھو کے لئے مغفرت کے خواہاں ہوئے۔ اور قبر کھودی گئی دفن کے لئے اور بستر پھولوں کا بچھایا گیا قبر میں پہلو کے شاہ حسین میں دفن کیا گیا۔ اور رحمت حق نازل ہوئی۔ اور بازو میں حسین کے اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ ہر دو جہان کے غم سے آزاد ہو گیا۔ اور شاد ہو گیا وصال حسین سے۔ راضی ہو اللہ اس سے اور اس کو جنت ارم عطا کرے۔ دروازہ جنت کا اس کے اوپر کھولدیا گیا۔ حوریں اور رضوان اس کے واسطے کھڑے ہو گئے۔ اور اس کے اوپر

سلام اور درود بھیجا گیا۔ تاریخ وفات مادھو ۱۰۵۶ ہجری تھی اور مہینہ ذی الحجہ تھا۔ بائیس تاریخ تھی۔ جب مادھو واصل حق ہوئے یہ تاریخ ان کی ہے۔ مادھو شاد شدہ زنور حسین (اس سے سال وصال 1056ھ برآمد ہوتا ہے)۔ کردو اندر بر حسین آرام۔ کیونکہ جب محبت اور وفا میں حسین کا دوست تھا۔ اس لئے موت کے بعد بھی حسین کے بازو میں آرام کیا۔ موت کے بعد بھی حسین کے پہلو میں جگہ لی۔ دونوں مزار ایک ہی جگہ میں واقع ہیں۔ کیونکہ روز الست سے یہ ہر دو دوست مے محبت سے مست تھے۔ بعد مرنے کے بھی کمال وفا کے باعث زیر خاک بھی ایک ہی جگہ سو گئے۔ ہر دو پیر و مرید ایک ہی بستر پر آرام کر رہے ہیں۔ ہر دو عاشق و معشوق ایک ہی جگہ میں دفن کئے گئے ہیں۔ یہ اس کا عاشق وہ اس کا عاشق۔ دو آپس میں مہر و وفا میں کامل اور محبت اخلاص میں سچے اور عشق اور ارادت میں پورے۔ ایسے لوگ بڑے خوش نصیب ہیں۔ اور سعادت مند ہیں۔ کہ ایک دوسرے کے اوپر سے ارادے سے عاشق ہیں۔ اور فدا ہیں۔ کیوں نہ ہوں کہ یہ خاص مخلصانِ خدا میں تھے۔ اللہ راضی رہے ان دونوں سے ہمیشہ۔

مُناجات خاتمہ

میں اللہ کی طرف سے سچے مذہب والا ہوں۔ اور میرا ارادہ صاف ہے۔ اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مجھ کو ان ہر دو عاشق و معشوق سے بڑا نیاز فیض حاصل ہے۔ اللہ ان ہر دو دوستوں کے طفیل سے میری امیدوں کو بر لائے۔ مجھے اپنے فضل سے نا امید نہ کرے۔ مجھ کو امید ہے اس کے فضل سے کہ جو میری امیدیں ہیں پوری ہوں گی۔ یہ دونوں حضرات اللہ کے ہاں کامیاب ہیں۔ اور ان کی جگہ باغیچہ رضوان میں ہے اور ان پر دو دوستوں کی مجلس قرب الٰہی حاصل ہے۔ دونوں جہان کے غم سے آزاد ہیں۔ جام وصال الٰہی سے مست ہیں۔ اور بند اور قید سے آزاد ہیں۔ یہ دونوں برگزیدہ شراب الٰہی سے مست ہیں۔ اور قرب جوار الٰہی میں سرمست اور سرخوش ہیں۔

ہر دو واحد مطلق کے ساتھ ہیں۔ محرم خلوتِ الٰہی ہیں۔ اور راہِ نسبت سے دروازہ حق کے مقرب ہیں۔ دونوں جنت نعیم میں ہیں۔ اور وہاں ان پر عطائے رب رحیم ہے۔ اے اللہ اپنی رحمت کاملہ سے ان دونوں کو ایسا ہی رکھ ان دونوں دوستوں پر تیرا راز ایسا ہی کھلا رہے اور ان کو تو اپنے بزمِ وصال میں خوش رکھے۔ اور سلام وصلوٰۃ اپنے سے ان ہر دو دوستوں کو خوشنودی دے۔ اور مجھ کو بھی اے غفور اُن کے روضے مبارک کی زیارت کراتا رہے۔ میں ضعیف بندہ امیدوار کرم کا ہوں۔ اپنی مہربانیوں سے میری امید برلا۔ میرے ہاتھ کو تھام لے اپنے کرم سے اور مجھ کو چھڑا دے۔ بند و قید خودی سے یعنی مے پینے سے راہ دکھلا مجھے طرف یقین کے۔ تو ہی ہے سچا راستہ بتلانیوالا۔ میرے دین و ایمان کو سلامت رکھ۔ اور اپنے نزدیک مجھے عزت دے اگر تو نے مجھے اپنے کرم سے بخش دیا۔ تو تیرے خزانۂ بخشش میں سے کیا کمی ہو جائے گی۔ کوئی کمی نہیں ہو گی۔ تیرا کرم تمام جہان پر عام ہے۔ تیرا نام اکرم الاکرمین ہے۔ میں گنہگار ہوں اور تو کریم ہے اے خدا۔ اے کریم اپنے کرم سے میرے حال پر بخشش کر۔ رحمت تیری یا رحیم یا رحمان میرے ہر دو جہان کے کاموں کو سنبھالنے والے۔ پس تو اے ہر ایک کام کے سنوارنے والے۔ میرے کاموں کو سنوار دے اے کارساز، بندہ نواز تو ہی کاموں کو سنوارنے والا ہے۔ مجھے اپنے نزدیک طفیل سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین اور مادھو کے جیسا قبول کر۔ جیسا کہ ان کی مقبولیت دونوں جہان میں ہو چکی اور ختم کیا میں نے اس کتاب کو بنام ''حقیقت الفقراء'' کے بوقت نماز عصر اتوار کا دن تاریخ ۲۹، ماہ رجب ۱۱۵۹ ہجری بندہ ضعیف اور گنہگار جس کا منہ دو جہان میں کالا چشتیاں بہشتیاں کی خاک راہ کا معتقد، اہل فقر اور خوشہ چیں خرمن روضہ پاک قطب الاولیا، حضرت مخدوم ابوالحسن پیر علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہو۔ اُن سے اور اُن کا فیض پہنچا دے تمام مخلوقات پر۔ اور ان کی برکت اور احسان دوست با آداب اور خادماں یہ ہر دو عاشق و معشوق مقبول الدارین حضرت مادھو اور شاہ حسین فقیر محمد ضیاء نے ختم کیا۔

دیگر

غریب مبارک حسین شاہ گدی نشین دربار فیض آثار سرکار مقصود العین حضرت داتا سخی شاہ حسینؒ کے جانب سے جمیع مقدس حضرات کی خدمات بابرکات میں حسب تشریح وصراحت ذیل ضروری گزارش پیش کی جاتی ہے۔ وما علینا الا البلٰغ المبین ط باالله التوفیق والیہ الرشاد۔ بااتفاق زمانہ مولانا مولوی سید احمد صاحب جو کہ بلدہ حیدر آباد دکن کے متوطن میں۔ بطریق سیر و سیاحت کے یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو یہاں وارد ِ وقت ہو کر دربار فیض آثار حضرت مقبول الدارین مقصود العینی سخی داتا شاہ حسینؒ سے سعادت اندوز ہوئے۔ دوسرے روز یعنی دو جنوری ۱۹۲۳ء کی صبح میں حسبِ منشا کتاب مستطاب سوانحمری مقبول الدارین حضرت شاہ حسینؒ کی جو زمانہ قدیم کا ایک قلمی نسخہ ہے۔ اور زبان فارسی میں منظوم اور موسوم بہ حقیقت الفقراء ہے ترجمہ کے لئے میں نے شاہ صاحب موصوف کے پیش کی۔ پس حسب رائے پسندیدہ ممدوح شاہ صاحب موصوف نہایت ہی شوق اور ارادت کامل کے ساتھ کتاب مستطاب کے ترجمے کی جانب رجوع ہو گئے۔ اور کتاب مستطاب کا ترجمہ لفظ با لفظ نثر میں مرتب کیا۔ الحمدللہ والمنہ کہ نثر دلکش کا کاتب میں ہی ہوں۔ اور یہ پاک خدمت مجھ ہی کو نصیب ہوئی۔ آج کے روز بہت بڑی خوشی کا موقع ہے کہ بفضلِ الٰہی وعنایت نا متناہی ترجمہ نسخہ جامع دلائل لامعہ موسوم بہ حقیقت الفقراء جو کہ حضرت امام الفقراء و برگزیدہِ طریق فقر وفنا سالک مسلک طریقت ومحرم اسرار حقیقت جرعہ نوش وساغر احدیت کاشفِ اسرار صمدیت والی اقلیم ولایت عامر بلاد ہدایت۔ درویشِ کامل واصل حق مقبول الدارین مقصود العینی داتا سخی حضرت شاہ حسینؒ کے خوارق عادات وکشف وکرامات کا گنجینہ ہے۔ بصحتِ تمام صورت اختتام کو پہنچا۔ حضرت ایزد تقدس وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ترجمہ ہذا کو مقبول فرمادے۔ اجر عظیم عطا کرے۔ آمین ثم آمین

ختم شد

مبارک علی شاہ گدی نشین دربار مادھو لال حسینؒ

صوفی شعراء کرام کا وجد آفرین کلام

کتاب	شاعر	انتخاب	قیمت
1-کلام بابا فرید:	حضرت بابا فرید گنج شکرؒ	انتخاب: ریاض راجی	40
2-کلام شاہ حسین:	حضرت شاہ حسین لاہوریؒ	//	40
3-کلام باہو:	سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ	//	40
4-کلام بلھے شاہ:	حضرت سید بابا بلھے شاہؒ	//	40
5-کلام وارث شاہ:	حضرت سید وارث شاہؒ	//	40
6-کلام مولوی غلام رسول عالمپوری:	مولوی غلام رسول عالمپوری	//	40
7-کلام میاں محمد بخش:	حضرت میاں محمد بخشؒ	//	40
8-کلام خواجہ غلام فریدؒ:	حضرت خواجہ فریدؒ	//	40
9-کلام دائم:	حضرت دائم اقبال دائم قادری	//	40
10-کلام عارفاں:	صوفی شعراء دا پنجابی کلام	//	40

سٹاکسٹ

مقصود پبلشرز

فرسٹ فلور سرور مارکیٹ سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور 0333-4320521